دعووں کی تحقیق

دعووں کی تحقیق

مُصنفہ :- ڈیل اور ایلن روٹن

مُترجمین :- اے جان نادر شاہ سروری
وکلف اے سنگھ

ناشرین :- ایم۔ آئی۔ کے ۳۶ فیروز پور روڈ، لاہور

بار ـــــــــــــــــــ ہفتم

تعداد ـــــــــــــــــــ ایک ہزار

قیمت ـــــــــــــــــــ ۲۵ روپے

سنہ ۲۰۰۳ء

جملہ حقوق بحق ناشرین، ایم۔آئی۔کے، لاہور محفوظ ہیں۔

مینیجر ایم۔آئی۔کے ۳۶ فیروز پور روڈ، لاہور نے مکتبۂ جدید پریس، لاہور سے چھپوا کر شائع کیا۔

فہرستِ مضامین

نمبر شمار		عنوانات	صفحہ
۱	تمہید		۴
۲	پہلا باب	مذاہب کی تحقیق کیوں کی جائے؟	۵
۳	دوسرا باب	دینِ عیسوی کے مرکز المسیح ہیں۔	۱۲
۴	تیسرا باب	جنابِ المسیح کے معجزات۔	۲۳
۵	چوتھا باب	مسیحی ایمان کی سند۔	۴۶
۶	پانچواں باب	مستقبل کی خبر۔	۶۰
۷	چھٹا باب	بائبل مقدس پر اعتراضات۔	۹۱
۸	ساتواں باب	تجربہ سے مسیحیت کا امتحان۔	۱۰۸
۹	آٹھواں باب	ایک مسیحی کی پہچان کیا ہے؟	۱۱۶
۱۰	نواں باب	انسان کی نازک حالت۔	۱۲۰
۱۱	دسواں باب	موعودہ نجات دہندہ۔	۱۲۴
۱۲	گیارہواں باب	زندگی کی راہ۔	۱۴۲
۱۳	بارہواں باب	مسیحیت کی معاشرہ پر اثراندازی۔	۱۵۲
۱۴	تیرہواں باب	بائبل مقدس فرماتی ہے۔	۱۶۷

تمہید

زندگی! یہ کیا ہے؟ اِس کا مقصد کیا ہے؟ ہمارا دِل جواب دیتا ہے: زندگی کو خُوشی اور بامقصد سرگرمیوں سے معمُور ہونا چاہیئے۔ زندگی میں مدافعت کا جذبہ ضروری ہے تاہم کامیابیوں سے بھرپُور اور تسلّی بخش ہو۔ زندگی کو محفُوظ اور آزاد ہونا چاہیئے۔

یہی وُہ زندگی ہے جو حق تعالیٰ انسان کو پیش کرتا ہے۔ ایک سنجیدہ مُتلاشی خُدا تعالیٰ کے پاس آتا ہے اور اُسے اُس میں زندگی کی کُنجی مِل جاتی ہے۔ حضُور یسُوع مسیح (حضرت عیسٰے) نے فرمایا "میں اِس لئے آیا کہ وُہ زندگی پائیں اور کثرت سے پائیں"۔ حالات بدستور قائم رہیں، مشکلات پیدا ہوں، دُکھ تکلیف حملہ آور ہُوں، تاہم جس شخص نے خُدا تعالیٰ کو پالیا، اُس نے فتحمند زندگی کی راہ پالی۔

دُنیا کے مُختلف مذاہب کے دعوؤں کے باعث جو اُلجھن پیدا ہو گئی ہے، اُس کے درمیان ایک شخص خُدا تعالیٰ تک رسائی کی صحیح راہ کیسے دریافت کر سکتا ہے؟ خُدا تعالیٰ نے اپنی عطاکردہ کتاب بائبل مقدس میں خُود وُہ راہ بتائی ہے، اور اُس نے اِس بات کا معقول ثبوت بہم پہنچایا ہے کہ یہ کتاب یعنی بائبل مُقدس درحقیقت اُس کا اپنا کلام ہے اور اُس کا پیغام کثرت کی زندگی کا راستہ ہے۔

پہلا باب

مذاہب کی تحقیق کیوں کی جائے؟

سڑک کے موڑ پر ایک موٹر کار رُکی اور اُس میں سے چند زندہ دل نوجوان باہر نکلے۔ ایک ہنس مُکھ جوان لڑکی نے اپنے ساتھی حمید کو دوا فروش کی دُکان کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے کہا "چلو ہم اِس دُکان سے تمہاری دوا خریدیں اور پھر آگے چلیں"۔

ایک کمزور اور دُبلا پتلا نوجوان آگے بڑھا جس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی پرچی تھی۔ وُہ بڑا پریشان نظر آرہا تھا۔ گو اب اُس کی طبیعت تو کافی بہتر تھی لیکن وُہ اپنے دل میں ڈر رہا تھا کہ کہیں درد کے دورے دوبارہ نہ پڑنے لگیں۔ گُزرے دردناک دوروں کی یاد سے اُس کے چہرے پر شکنیں اُبھر آئیں۔ ڈاکٹر نے اُسے مشورہ دیا تھا کہ اگر وہ اِس دوا کو باقاعدہ اِستعمال کرتا رہے تو اُسے مستقبل میں کوئی شکایت نہ ہوگی۔

جب وُہ دکان میں پہنچے تو حمید دواؤں کی الماری کے پاس جاکر اُسے بغور دیکھنے لگا، یہاں تک کہ اس کی نگاہ سرخی مائل گولیوں کی شیشی پر آکر ٹھہر گئی۔ یہ دوا وہی تھی جو اس کی پرچی پر لکھی ہوئی تھی۔

اُن میں سے ایک نے کہا "وُہ رہی تمہاری دوا۔ یہ تو خوش قسمتی کی بات ہے کہ جلد مل گئی"!

دُوسرے نے کہا "نہیں، یہ زیادہ بہتر ہوگی۔ ذرا سُونگھ کر تو دیکھو، اِس کی خوشبو کتنی پیاری ہے"!

حمیدؔ نے اپنی گولیوں کی شیشی کو اُٹھاتے ہوئے کہا "مگر ڈاکٹر نے تو مجھے اِس دوا کو استعمال کرنے کے لئے کہا ہے۔ صرف یہی ایک دوا ہے جو مجھے شفا دے سکتی ہے"۔

ایک اور نے کہا "مجھے تو گولیوں سے سخت نفرت ہے۔ میں تو اُنہیں کبھی استعمال نہیں کرتا"۔

ایک شوخ نوجوان لڑکی نے اُن گولیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "میرے خیال میں یہ گولیاں اتنی بڑی ہیں کہ اِنہیں نگلنا ہی مشکل ہوگا۔ حمیدؔ! تم شربت استعمال کرو۔ یہ بھی بڑا خوش ذائقہ ہے۔ چونکہ دوا کا مقصد ہی یہ ہے کہ شفا بخشے، لہٰذا کوئی بھی دوا کیوں نہ ہو فائدہ ضرور دے گی"۔

حمیدؔ نے پہلے اُن گولیوں کی طرف دیکھا اور پھر جھجکتے ہوئے اُس بوتل کی طرف، جس میں سرخ رنگ کا شربت تھا۔ یہ بوتل بڑی دیدہ زیب تھی۔ دفعتاً اُس نے گولیوں کی شیشی کو الماری میں رکھ دیا اور سرخ رنگ کے شربت کی بوتل خرید لی۔

بے شک یہ دوا استعمال میں آسان اور خوش ذائقہ تھی لیکن اِس سے مریض کو قطعی فائدہ نہ ہُوا۔ حمیدؔ کو اس دوا کے پینے میں لُطف تو آیا لیکن بدقسمتی سے اپنی بیماری کے ہاتھوں ہلاک ہوگیا۔

کوئی بھی صحیح الدماغ شخص ایسی حماقت نہیں کرے گا۔ جو بیمار، ڈاکٹر کے تجویز کردہ نسخہ کے بجائے اپنی خواہش اور ترنگ کے مطابق عمل کرتا ہے وُہ احمق ہے۔ تاہم بہت سے انسان زندگی کے دُوسرے پہلو یعنی مذہب کے سلسلے میں لگاتار یہی کچھ کر رہے ہیں۔ وُہ خُدا کے کلام کو نظر انداز کرکے اپنے ہی خیالوں میں مگن رہتے ہیں۔

جو لوگ خُدا اور انسان میں رشتہ کی اہمیّت کو پہچان گئے ہیں وُہ خلوصِ دِل کے ساتھ صحیح راستہ کو تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اِس قسم کے محققین کے لئے بائبل مقدس خُدا تعالیٰ کا یہ وعدہ پیش کرتی ہے کہ "تم مجھے ڈھونڈو گے اور پاؤ گے۔ جب پورے دل سے میرے طالب ہوگے اور میں تم کو مل جاؤنگا" (یرمیاہ ۲۹:۱۳)۔

یہ سائنس اور استدلال کا زمانہ ہے۔ انسان روز بروز یہ محسوس کر رہا ہے کہ روایات، توہم پرستی، تعصّب اور محض جذبات سچّائی کی جانچ کے مقابل نہیں ٹھہر سکتے۔ جس طرح یہ زندگی کے دیگر شعبوں میں درست ہے اُسی طرح یہ مذہب کے بارے میں بھی صحیح ہے۔ مذہب کے لئے ضروری ہے کہ وُہ سخت ترین امتحان میں بھی پُورا اُترے۔

ایک سائنسدان کسی بیان کو اُس وقت ہی درُست تسلیم کرتا ہے جب اُس بیان میں موافقت ہو اور اُس کے تجربات مُسلّمہ حقائق کے مطابق ہوں یعنی وُہ انسان کی تمام عقلی، ارادی اور جذباتی زندگی سے ہم آہنگ ہو۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے کل کا دن لاہور میں گزارا پھر دوسرے سانس میں یہ کہے کہ میں کل سارا دن کراچی کے سمندر میں مچھلی کا شکار کھیلتا رہا تو سُننے والے کو خیال گزرے گا کہ اِن میں سے ایک بیان ضرور غلط ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ کوئی شخص بیک وقت لاہور میں ہو بھی اور نہ بھی ہو۔

اگر کوئی شخص یہ دعوےٰ کرے کہ نپولین نام کا کوئی شخص نہیں گزرا، یا یہ کہ پانی، چینی اور انڈے کا مرکب ہے تو ہم فوراً جان جائیں گے کہ اُس کا دعویٰ غلط ہے، کیونکہ وُہ تواریخ یا سائنس کے ثابت شدہ حقائق کے خلاف ہے۔ اِس کے برعکس اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ پانی بعض حالات کے تحت برف

بن جاتا ہے تو ہم اِس بیان کو سچ مان لیتے ہیں کیونکہ وُہ سائنس کے تجربات کے موافق ہے۔

ایک سچے مذہب کے لئے ضروری ہے کہ وہ سچائی کے اس دوہرے امتحان میں پُورا اُترے یعنی اس میں یکتائی اور موافقت ہو اور وُہ انسان کے کُل تجربہ کے مُطابق ہو۔

سچّائی پرکھے جانے سے خوف زدہ نہیں ہوتی' بلکہ سخت ترین جانچ کی تیز شُعاعوں کو بھی خوش آمدید کہتی ہے، کیونکہ اُسے اِطمینان ہے کہ کبھی غلط ثابت نہیں ہو سکتی۔ جو مذہب اپنے دعوؤں کی منطقی تحقیق سے گریز کرتا ہے وُہ بہ زبانِ خاموش اپنی حیثیت کو مشکوک بنا دیتا ہے۔

مسیحیّت کو ایسا کوئی خوف نہیں کہ اُس کے عقائد متشککین کی ناقدانہ کسوٹی پر پرکھے جائیں گے بلکہ ایسے امتحان سے تو وُہ سرسبز ہوتی ہے۔ اور نہ مسیحیّت کو اس بات کا خوف ہے کہ اُس کے پیرو کار دوسرے مذاہب کے دعوؤں کا مُطالعہ کرنے سے گمراہ ہو جائیں گے۔ سچّائی کسی حملہ سے نہ تو ٹوٹ سکتی ہے اور نہ جھک سکتی ہے۔

بعض مسیحی عالم، اسلام، بُدھ مت اور ہندُو دھرم کے متعلق خُود اُن کے پیراوؤں سے زیادہ جانتے ہیں۔ بعض مسیحیوں نے دہریت کا اِس خوُبی سے مطالعہ کیا ہے اور اُس کی مدافعت میں ایسے پُختہ دلائل پیش کر سکتے ہیں کہ جن سے سرگرم دہریہ بھی شرم محسُوس کرنے لگے۔ لیکن اس کے باوجود بھی یہ لوگ حضُور یسوع مسیح پر مضبُوط اور اٹل ایمان رکھتے ہیں۔

اکثر لوگ مسیحی مذہب میں اس کی دلکش خصُوصیات کے باعث شامل ہوتے ہیں۔ لیکن ایسے لوگ بھی مسیحیّت کو قبوُل کر لیتے ہیں جو

کسی چیز کو اپنانے کے لئے اُس وقت تک تیار نہیں ہوتے جب تک کہ وُہ عقلاً اُسے سچّا نہ پالیں۔

یہی وجہ ہے کہ دینِ عیسوی کے بہت سے نومُرید اُن لوگوں میں سے آتے ہیں جو پہلے مسیحیت کے دُشمن تھے۔ مُتعدد لوگ شروع میں مسیحیت کو باطل ثابت کرنے کے لئے کھڑے ہوتے ہیں لیکن بعد ازاں وُہ اُس کی صداقت کی شہادت سے اسقدر مغلوُب ہو جاتے ہیں کہ انہیں اپنا روّیہ بدلنا پڑتا ہے اور وہ مسیحیّت کے پرچم کے تلے جمع ہو جاتے ہیں۔

جنرل لیو والس، عقیدہ کے اس قسم کی تبدیلی کی نمایاں مثال ہیں۔ ایک مرتبہ وُہ ریل میں سفر کر رہے تھے کہ اُن کی مُلاقات مشہور دہریہ کرنل رابرٹ جی۔ انگرسول سے ہو گئی۔ وُہ دونوں مسیحیت کی بیوقوفی کے مُتعلق بات چیت میں محو ہو گئے۔ اچانک کرنل اِنگرسول نے جنرل والس کی طرف غور سے دیکھکر کہنے لگے "آپ ایک ذہین اور اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص ہیں۔ آپ ایک کتاب کیوں تصنیف نہیں کرتے جس میں آپ یہ ثابت کریں کہ مسیحیت ایک لغو داستان ہے اور یسوع مسیح کبھی دنیا میں تھا ہی نہیں۔ اس قِسم کی کتاب ایک شاہکار ہو گی"۔

جنرل والس نے دُنیا میں شہرت حاصل کرنے کی غرض سے اپنی اس کتاب کے لئے مواد مہیّا کرنے میں کئی سال صرف کیئے اور پھر لکھنا شرُوع کیا۔ ابھی انہوں نے صرف چار ابواب ہی لکھے تھے کہ وُہ محسُوس کرنے لگے کہ حضرت عیسیٰ مسیح ایک حقیقی شخص تھے۔ پھر جلد ہی انہیں یقین ہو گیا کہ آپ ایک تاریخی شخصیت سے کہیں بڑھ کر تھے۔ پھر جنرل والس نے اپنی پچاس سالہ زندگی میں پہلی مرتبہ دُعا کے لئے گھٹنے ٹیکے اور حضُور یسوع مسیح سے

التجا کی کہ آپ اُس کے نجات دہندہ بن جائیں۔

جنرل والس کی یہ وسیع تحقیق بیکار نہ گئی۔ انہوں نے پہلے چار ابواب دوبارہ لکھے اور پھر پوری کتاب ختم کی جس نے ساری دُنیا میں تہلکہ مچا دیا۔ اُس کتاب کا نام ہے "بن حور"۔

دینِ عیسوی اِس قسم کی تحقیق میں رکاوٹ نہیں ڈالتا بلکہ تنقیدی مطالعہ کی ہمت افزائی کرتا ہے۔

اکثر مذاہب کسی شخص اور اُس کے ہم عصر پیرو کاروں کے تجربات پر مبنی ہوتے ہیں۔ ثبوت کے طور پر کوئی رویا یا معجزہ اُس کی پشت پر ہوتا ہے۔ لیکن مسیحیت کے اثبات ایک رسی کی مانند ہیں جس کی کئی لڑیاں ہوں۔ یہ لڑیاں بڑی مضبوطی سے بٹی ہوتی ہیں اور رسی کو ناقابلِ شکست بنا دیتی ہیں۔ انبیاء نے مسیحت کی رسی کی ان لڑیوں کو صدہا سال میں بٹا ہے۔ عہدِ عتیق جو کہ اس سارے عرصہ کا احاطہ کئے ہوئے ہے حضور یسوع مسیح کی بابت پیشین گوئیوں سے بھرا پڑا ہے۔ اور اب صدیوں بعد دُنیا میں ہزارہا لوگ اپنے تجربات سے اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ آپ ایک زندہ حقیقت ہیں۔

مسیحیت کی اساس بائبل مُقدس ہے، جو دعویٰ کرتی ہے کہ صرف وہی خُدا کا تحریری مکاشفہ ہے۔ مزید برآں، مسیحی، بائبل کی اس تعلیم پر ایمان رکھتے ہیں کہ خُدا تک رسائی کا صرف ایک راستہ ہے۔

لیکن خدا اپنے آپ کو انسان پر ٹھونستا نہیں۔ وہ اُسے اپنے پاس آنے کے لئے مجبور نہیں کرتا البتہ وہ یہ ضرور چاہتا ہے کہ لوگ خود بخود اُس کے پاس آئیں اور اُس سے محبت رکھیں۔ ایک حقیقی متلاشی کے لئے بے شمار ثبوت پائے جاتے ہیں لیکن جو شخص سنجیدہ نہیں وہ تحقیق کرنے سے انکار کر دیگا۔

پاسکال اپنی مشہور کتاب "افکار" میں یوں رقم طراز تھے:

"اگر حق تعالیٰ کی یہ مرضی ہوتی کہ انتہائی سخت دل آدمیوں کی ضد پر بھی غالب آئے تو وہ انہیں اپنی ذات کی سچائی پر شک کرنے کے قابل ہی نہ رہنے دیتا۔ وہ اپنے آپ کو اس طور پر ظاہر کرتا جیسے کہ قیامت کے روز وہ اپنے آپ کو بادلوں کی گرج اور بجلیوں کی چمک میں ظاہر کرے گا۔ مگر خُدا تعالیٰ کی مرضی یہ نہ تھی کہ وہ اپنی خاکسارانہ آمد کو یہ شکل دے۔ چونکہ بہت سے لوگ اپنے آپ کو اُس کی رحمت کے قابل نہیں بناتے، اِس لئے اُس کی یہ مرضی ہوئی کہ وہ اُنہیں جو اُس کے رحم کا انکار کر دیتے ہیں اُس سے محروم رکھے۔ اگر اُس وقت اُس کا اظہار اِس طور پر ہوتا کہ دُنیا قائل ہوئے بغیر نہ رہ سکتی تو یہ انصاف نہ ہوتا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی انصاف نہیں تھا کہ وہ ایسے پوشیدہ طریقہ سے ظاہر ہو کہ اُس کے مخلص متلاشی بھی اُسے پہچان نہ سکیں۔ وہ اپنے آپ کو اِن حقیقی متلاشیوں پر ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ (وہ اُن پر جو اُسے سچے دل سے تلاش کرتے ہیں ظاہری طور پر ظاہر ہوتا ہے)۔ چنانچہ اُس نے اپنے علم کا اظہار اُن لوگوں پر جو اُسے تلاش کرتے ہیں ظاہرہ نشانات کے وسیلہ سے کیا لیکن جو اُسے تلاش نہیں کرتے اُن سے پوشیدہ رکھا۔"

وہ لوگ جو سچے دل سے دیدارِ الٰہی کے طالب ہیں اُن کے لئے کافی روشنی پائی جاتی ہے لیکن مخالفین کے لئے تاریکی ہی تاریکی ہے۔

دوسرا باب

دینِ عیسوی کا مرکز المسیح ہیں

حضور المسیح کون تھے؟

"ایک دیوانہ جو اُلوہیت کا مدعی تھا" کسی نے کہا۔

بعض سنجیدہ لوگوں کے خیال میں "وہ ایک نبی تھے جن کی تعلیمات پر ہمیں عمل کرنا چاہیئے"۔

کسی صاحب دانش کی رائے میں "وہ ایک فلسفی تھے، جن کی تعلیمات دُنیا میں انقلاب پیدا کردیں گی"۔

آپ کون تھے؟

ایک ممتاز مؤرخ مگر منکرِ مذہب ڈبلیو۔ ای۔ ایچ لکی نے کہا:

"یسوع مسیح کا کردار نہ صرف عملِ صالح کا بلند ترین نمونہ ہے بلکہ اُس کی تعلیمات پر عمل کرنے کے لئے ایک زبردست محرک بھی۔ اُس کے کردار نے اتنا گہرا اثر ڈالا ہے کہ بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ اس کی تین سالہ سادہ عملی زندگی نے فلسفیوں کی مباحث اور معلمینِ اخلاق کی ناصحانہ ہدایات سے کہیں زیادہ بنی نوع اِنسان کو ایک نئی زندگی بخشنے اور اُسے حلیم بنانے کا کام کیا ہے"۔

جان اسٹورٹ مل کو، جو عصرِ جدید کے پُرجوش غیر مسیحی فلسفیوں میں سے ایک تھا، یسوع مسیح کے مُتعلق یہ کہنا پڑا:

"یسوع مسیح کی زندگی اور اقوال پر بصیرت کی گہرائی اور ذاتی لاثانیت کی مُہر ہے۔ یہ ناصرت کے نبی کو یقیناً اُن لوگوں کی نگاہ میں

بھی جو اُس کے الہام پر یقین وایمان نہیں رکھتے، اُن بلند اور اعلیٰ ذہانت کے لوگوں میں جن پر نسلِ انسانی فخر کرتی ہے اوّلین درجہ عطا کرتی ہے۔ جب یہ ممتاز ذہانت، دُنیا کے غالباً سب سے بڑے اخلاقی مُصلح اور اپنے مشن پر قُربان ہونے والے شہید کی صفات سے ملائی جاتی ہے، تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ مذہب نے اِس اِنسان (یسوع مسیح) کو انسانیت کا مثالی نمائندہ اور راہنما منتخب کرنے میں کوئی غلطی نہیں کی۔ یہاں تک کہ ایک مُنکرِ دین کے لئے بھی یہ آسان نہ ہوگا کہ وُہ اخلاقیات کے اصولوں کو تصوّر سے عملی سطح پر لانے کیلئے ایک بہتر اور متبادل طریقہ دریافت کرلے، ماسوا ایسے طریقۂ حیات کے جو یسوع مسیح کو پسند آئے"۔

یہاں تک کہ رُوسو کو بھی جو یقیناً یسوع مسیح کا پیرو نہ تھا یہ کہنا پڑا:

"سُقراط کی موت، جو مرتے وقت بڑے سکون کے ساتھ اپنے احباب کے درمیان فلسفیانہ مسائل بیان کر رہا تھا بڑی خوشگوار معلوم ہوتی ہے۔۔۔ لیکن اس کے برعکس یسوع کی موت توہین، بدسلوکی اور جسمانی اذیت کے درمیان اُس وقت واقع ہوئی جب پوری قوم اُس کو مُجرم ٹھہرا رہی تھی۔ یہ کتنی خوفناک موت تھی۔ بیشک آبدیدہ جلاد سے زہر کا پیالہ لیتے وقت سُقراط نے اُسے دُعا دی، لیکن یسوع نے انتہائی اذیت میں بے رحم ظالموں کے لئے دُعا کی۔ اگر سُقراط کی زندگی اور موت ایک صاحبِ دانش کی تھی تو یسوع مسیح کی ایک الٰہی ذات کی تھی"۔

یسوع مسیح کون تھے؟

ایک مسیحی فوراً جواب دیگا کہ "آپ ذاتِ الٰہی ہوتے ہوئے بشریت کے جامے سے ملبوس ہوئے"۔

بائبل مُقدّس اِسے یُوں بیان کرتی ہَے:

"اُس نے اگرچہ خُدا کی صُورت پر تھا خُدا کے برابر ہونے کو قبضہ میں رکھنے کی چیز نہ سمجھا۔ بلکہ اپنے آپ کو خالی کر دیا اور خادم کی صُورت اختیار کی اور انسانوں کے مُشابہ ہوگیا۔ اور اِنسانی شکل میں ظاہر ہو کر اپنے آپ کو پست کر دیا اور یہاں تک فرمانبردار رہا کہ موت بلکہ صلیبی موت گوارا کی۔ اِسی واسطے خُدا نے بھی اُسے بہت سربلند کیا اور اُسے وُہ نام بخشا جو سب ناموں سے اعلیٰ ہَے تاکہ یسوؔع کے نام پر ہر ایک گھٹنا ٹکے۔ خواہ آسمانیوں کا ہو، خواہ زمینیوں کا، خواہ اُن کا جو زمین کے نیچے ہیں۔ اور خُدا باپ کے جلال کیلئے ہر ایک زبان اِقرار کرے کہ یسوؔع مسیح خُداوند ہَے"

(اِنجیلِ منوّرہ، فِلپّیوں ۲: ۶-۱۱)۔

حضُور یسوؔع مسیح الٰہی ذات ہیں اور ازلی ہیں لیکن انسانی تاریخ کے ایک خاص وقت آپ نے جسم اختیار کیا اور خُدا تعالیٰ کی قدرت سے کنواری مریمؔ سے پیدا ہُوئے۔ آپ نے بے گُناہ زندگی بسر کی لیکن یہ زندگی اچانک ختم ہو گئی جب کہ آپ کے دُشمنوں نے آپ کو مصلوُب کر دیا۔ اپنی تدفین کے تین روز بعد آپ دوبارہ زِندہ ہُوئے اور چالیسؔ دِن بعد آسمان پر صعُود فرما گئے۔ یہ ہیں حضُور المسیح سے مُتعلق بُنیادی حقائق۔ کیا یہ تواریخی اعتبار سے درُست ہیں؟ اِس حقیقت کی تصدیق کہ حضور المسیح درحقیقت اِس دُنیا میں موجود تھے اور آپ کی موت رُومی گورنر پیلاطُسؔ کے ہاتھوں ہوئی، نہ صرف بائبل ہی کرتی ہَے بلکہ دُنیاوی ذرائع سے بھی ثابت ہَے۔

چنانچہ ایک غیر مسیحی مورخ یُوسیفسؔ بیان کرتا ہَے:

"اُس زمانہ میں ایک صاحبِ حکمت انسان بنام یسوؔع تھا، بشرطیکہ اُسے انسان کہنا جائز ہو کیونکہ وہ عجیب و غریب کام کیا کرتا تھا۔ وُہ اُن لوگوں کا

مُعلّم تھا جو سچّائی کو خُوشی سے قبول کرتے تھے۔ وہ المسیح تھا۔ جب ہمارے حاکموں کی تجویز پر پیلاطُسؔ نے اُسے مصلُوب کرنے کا حُکم دیا تو جو اُسے پیار کرتے تھے اُنہوں نے اُسے چھوڑا نہیں، کیونکہ وُہ تیسرے دن اُن پر زِندہ ظاہر ہُوا۔ خُدا کے انبیاءؑ نے اِس کی اور اُس کے متعلق دیگر دس ہزار عجیب و غریب باتوں کی پہلے ہی سے خبر دے دی تھی۔ مسیحیوں کی جماعت جو اُس کے نام سے نامزد ہَے آج تک موجُود ہے"۔

تستُسؔ، ایک مشہور لاطینی مورّخ تھا جو دُوسری صدی کے ابتدائی زمانہ میں گزرا ہَے۔ وُہ اُن افواہوں کے متعلق جو شہنشاہ نیروؔ کو ۶۴ءؔ میں رومؔہ کو تباہ کرنے والی آتش زدگی کا ذمّہ دار ٹھہراتی تھیں یہ بیان کرتا ہَے:

"نیروؔ کو رومؔہ کی اُس عظیم آتشزدگی کی بدنامی سے بچانے کے لئے کُل امداد جو انسان دے سکتا ہَے، کُل مال و دولت جو ایک بادشاہ صرف کر سکتا ہَے اور کُل کفّارہ جو دیوتاؤں کے حضُور پیش کیا جاسکتا ہَے بیکار تھا۔ چُنانچہ اِس افواہ کو دبانے کے لئے اُن لوگوں کو جو مسیحی کہلاتے تھے اور جن سے عوام اُس کی عظیم شرارت کے باعث نفرت کرتے تھے، جھُوٹا الزام لگا کر سخت ترین ایذا پہنچائی۔ شہنشاہِ تبریاسؔ کے عہدِ حکومت میں اِس مذہب کے بانی خرستسؔ کو یہودیہؔ کے رُومی گورنر پیلاطُسؔ نے موت کے گھاٹ اُتار دیا تھا۔ لیکن یہ مہلک بدعّت جو کچھ عرصہ کے لئے دَبّ گئی تھی، نہ صِرف یہودیہؔ میں بلکہ رومؔہ میں بھی پھُوٹ پڑی"۔

تراجانؔ کے نامہ نگار پلینیؔ نے مسیحیوں کے مُتعلق لِکھا:

"لیکن اُنہوں نے اپنے جرُم کا اقبال کیا۔ اُن کا جُرم یہ تھا کہ وُہ اپنے دستُور کے مُطابق ایک خاص دن صُبح سویرے باہم جمع ہوتے اور مسیح کو دیوتا

کا درجہ دیتے ہوئے اُس کی حمد و تعریف کے گیت گایا کرتے تھے۔ اُنہوں نے حلف اُٹھا رکھا تھا، بُرائی کا نہیں بلکہ یہ کہ وہ جعلسازی، چوری، حرامکاری اور وعدہ خلافی نہ کریں گے اور نہ کسی امانت میں خیانت کریں گے"۔

دوسری صدی کے ہجو گو لُوقیان نے مسیح کے متعلق کہا:

"یہ وُہ شخص ہے جسے فلسطین میں اس لئے صلیب دیا گیا کیونکہ اُس نے دُنیا میں ایک نئی تعلیم کو رواج دیا تھا۔ علاوہ ازیں، مسیحیوں کے اِس اوّل شریعت دہندہ نے اُنہیں اِس بات پر مائل کیا تھا کہ وُہ یُونانی دیوتاؤں کا انکار کرنے کے بعد اُس مصلُوب معلّم کی پرستش اور اُس کے قوانین پر عمل کر کے سب آپس میں بھائی ہوں گے"۔

ایک اور مورّخ تھیالس نے جو ۵۲ء میں تھا، یسوع مسیح کی وفات کے چند سال بعد آپ کے مُتعلق کچھ بیان کیا تھا جس کا ذکر جولیس افریقانُس نے جو کہ تیسری صدی کے ابتدائی زمانہ کا مسیحی مورخ تھا کیا ہے۔ افریقانُس دوپہر کی اُس پُراسرار تاریکی کا ذکر کرتا ہے جو یسوع مسیح کے صلیب دِئے جانے کے وقت ظاہر ہوئی۔ وُہ کہتا ہے کہ "تھیالس اپنی تاریخ کی تیسری کتاب میں اس تاریکی کی تشریح یوں کرتا ہے کہ یہ تاریکی سُورج گرہن کی وجہ سے تھی۔ لیکن میری نظر میں یہ ایک غیر معقول بات ہے"۔ اِس کا مطلب یہ ہُوا کہ تصلیب کا واقعہ چند ہی سالوں میں سارے رومؔ کے غیر مسیحیوں میں پھیل گیا تھا۔

سِوتونیس اپنی کتاب کلودیس کی سوانح حیات (۱۲۰ء) میں یُوں رقمطراز ہے:

"چونکہ یہودی خرستُس کے ورغلانے پر مُسلسل ہنگامہ کرتے رہتے تھے، کلودیس نے اُنہیں رومہ سے شہر بدر کر دیا"۔ (یہی واقعہ مسیحی نکتۂ نظر سے یُوں

بیان کیا گیا ہے)۔ "اِن باتوں کے بعد پولس اتھینے سے روانہ ہو کر کُرنتھس میں آیا اور وہاں اُس کو اکوِلہ نام ایک یہُودی ملا جو پنطس کی پیدائش تھا اور اپنی بیوی پرسکلہ سمیت اطالیہ سے نیا نیا آیا تھا کیونکہ کلودیس نے حکم دیا تھا کہ سب یہُودی رومہ سے نکل جائیں۔ پس وُہ اُن کے پاس گیا" (انجیلِ منوّرہ، اعمال ۱۸: ۱-۲)۔

اِس طرح سے غیر مسیحی مؤرخین جو مسیحیّت کے مُخالف تھے حضُور المسیح کی دُنیا میں آمد اور شہادت کی تصدیق کرتے ہیں۔

حضُور یسوع مسیح کا کِردار اور دعویٰ

حضُور المسیح نے اپنے آپ کو ہر موقع اور ہر حالت میں مُختارِ کُل ظاہر کیا۔ جب لوگ آپ کی تحقیر کرتے، مذاق اڑاتے اور اِیذا پہنچاتے، تو اُس وقت بھی آپ کی زبان سے کوئی ایسا کلمہ نہ نکلا جس میں نفرت پائی جاتی ہو۔ مُقدّمہ کے موقعہ پر جج یہ دیکھ کر بڑا حیران ہُوا تھا کہ جب ایک غضب ناک مجمع آپ پر الزام لگا رہا تھا، یہاں تک کہ آپ کو موت کی دھمکی بھی دی جا رہی تھی تو آپ کتنے صبر و سکون کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ آپ ضبطِ نفس کا لاثانی مُجسّمہ تھے تاہم تارکُ الدُّنیا نہ تھے۔

لیکن حضرت عیسیٰ مسیح کی صفاتِ حسنہ میں سب سے حیرت انگیز بات آپ کی ہر طرح کی آلُودگی سے پاک زندگی تھی۔ آپ کا دعویٰ تھا کہ آپ نے جو کچھ بھی کیا وُہ آپ کے آسمانی باپ کی نظر میں پسندیدہ تھا۔ آپ نے اپنے دشمنوں سے جو آپ پر الزام لگاتے تھے سوال کیا "تم میں کون مُجھ پر گُناہ ثابت کرتا ہے؟" (یُوحنّا ۸: ۴۶)۔ مُقدّمہ میں آپ کے مُخالف آپ پر الزام لگاتے

کی لاحاصل کوشش کرتے رہے، یہاں تک کہ جج کو یہ کہنا پڑا کہ "میں اِس کا کچھ جُرم نہیں پاتا" (یوحنّا ۱۹: ۶)۔ تین سال تک آپ کے حواری متواتر آپ کے ساتھ رہے۔ وُہ آپ کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے اور کھاتے پیتے رہے۔ نیز اُنہوں نے بچپن ہی سے یہ سیکھا تھا کہ ہر شخص گنہگار ہے تو بھی اُنہوں نے مسیح کی بے گناہی کی شہادت دی۔

کیا کوئی اِنسان ایسی زندگی بسر کر سکتا ہے؟ بڑے سے بڑے مذہبی راہ نماؤں نے بھی یہ اقرار کیا ہے کہ اُن کی زندگی کامل نہیں۔ ایک متقّی اور پرہیزگار شخص کو اپنے روزمرّہ کے تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جتنا وُہ خُدا کی قربت حاصل کرتا جاتا ہے اُتنا ہی اُسے خُدا تعالیٰ کی پاکیزگی کی روشنی میں اپنے گناہوں کا احساس زیادہ ہوتا جاتا ہے۔

بحیثیت اِنسان، حضُور المسیح نے اپنی زندگی سے راستبازی کا اعلیٰ ترین نمُونہ پیش کیا۔ گو آپ نے اپنے بارے میں بڑے بڑے دعوے کئے لیکن اُن میں شیخی کی جھلک قطعاً نہیں پائی جاتی۔ ایک ناقابلِ یقین حلیمی و فروتنی آپ کی زندگی کا اِمتیازی نشان تھا۔ آپ اختیارِ کُل اور غیر مُتزلزل اعتماد کے ساتھ کلام کرتے تھے، لیکن اِس کے باوجود بھی آپ میں اِسقدر فروتنی تھی کہ آپ نے اپنے حواریوں کے پاؤں تک دھوئے اور اپنے آپ کو اُن کا خادم قرار دیا۔ آپ ایمان میں اِس قدر غیرت مند تھے کہ آپ نے اُن کو جو عبادت خانہ کی بے حُرمتی کر رہے تھے بڑی سختی سے ڈانٹ کر باہر نکال دیا لیکن ساتھ ہی اِس قدر نرم مزاج بھی تھے کہ چھوٹے بچوں کو اپنی آغوشِ مُبارک میں لے کر پیار کرتے تھے۔ آپ کی عظیم مُحبّت جذباتی اور سطحی نہیں تھی۔ گو آپ کی زندگی بالکل پاک تھی تو بھی آپ ناپاک انسانوں کے ساتھ بے بیاں مُحبّت رکھتے تھے۔ آپ کا جوش ہوش کی حد میں رہتا تھا۔

مُنجّیِ جہان حضُور المسیح نے نہ صرف اپنی بے گناہی کا بلکہ گناہ مُعاف کرنے کا بھی اختیار رکھنے کا دعوےٰ کیا۔ اور یہ ایسا اختیار ہے جو صرف خُدائے واحد کا ہی ہے۔

ایک دن ایک چھوٹے سے گھر میں لوگ جمع تھے اور بصد شوق اُس معلّمِ اعظم کی تعلیم کو سُن رہے تھے۔ اِس مجمع میں دینی راہنما، وُکلا اور مزدُور سبھی شامل تھے۔ ہر شخص اِس عجیب مُعلّم کی باتیں سُننے میں محو تھا۔ دریں اثنا چار آدمی ایک مفلُوج کو اُٹھائے ہُوئے شافعِ عصیاں حضرت عیسےٰ تک پہنچانے کے لئے مجمع میں سے گزرنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔ اچانک اُن کے ذہن میں چھت کا خیال آیا کہ کیوں نہ چھت پر سے کوشش کی جائے۔ وُہ فوراً چھت پر چڑھ گئے اور چھت کو کھول کر مریض کو حضور المسیح کے قدموں میں اُتار دیا۔ جب جناب یسوعؔ مسیح نے اُن لوگوں کا ایمان دیکھا تو اُس بیمار آدمی پر غور سے نظر کی اور کہا "اے آدمی! تیرے گناہ مُعاف ہوئے"۔

علیمِ کُل حضرت عیسیٰ مسیح فوراً بھانپ گئے کہ مُخالفین کے ذہن میں یہ خیال گردش کر رہا ہے کہ یہ کون ہے جو ایسا کہتا ہے؟ "خُدا تعالیٰ کے سوا کون گناہ مُعاف کر سکتا ہے"؟ آپ تھوڑی دیر خاموش رہے اور پھر فرمایا "تم اپنے دلوں میں کیا سوچتے ہو؟ آسان کیا ہے؟ یہ کہنا کہ تیرے گناہ مُعاف ہُوئے یا یہ کہنا کہ اُٹھ چل پھر؟ لیکن اِس لئے کہ تُم جانو کہ ابنِ آدم (حضور المسیح) کو زمین پر گناہ مُعاف کرنے کا اختیار ہے (اُس نے مفلوج سے کہا) میں تجھ سے کہتا ہُوں اُٹھ اور اپنا کھٹولا اُٹھا کر اپنے گھر جا" (انجیلِ جلیل لُوقا ۵: ۱۷-۲۶)۔

وُہ مفلوج فوراً ہی اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا اور اپنا بستر اُٹھا کر خُدا تعالیٰ کی حمد و تعریف کرتا ہُوا اپنے گھر روانہ ہُوا۔ اِس طرح جناب مسیح نے گناہ مُعاف

کرنے کے اپنے اختیار کو بڑے عجیب اور پُراثر طریقہ سے ثابت کردیا۔

یہی نہیں بلکہ آپ نے اِس کی مانند اور اختیارات کا بھی دعوے کیا جو صرف خُدائے رحیم و رحمان سے ہی منسُوب ہو سکتے ہیں۔ آپ نے زندگی کا سرچشمہ ہونے کا بھی دعویٰ کیا۔ "جس طرح باپ مُردوں کو اُٹھاتا اور زندہ کرتا ہے اُسی طرح بیٹا بھی جنہیں چاہتا ہے زندہ کرتا ہے" (انجیل شریف، یُوحنّا ۵: ۲۱)۔ ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا "زندگی کی روٹی میں ہوں" (یُوحنّا ۶: ۳۵)۔ اور "قیامت اور زندگی تو میں ہُوں۔ جو مجھ پر ایمان لاتا ہے گو وُہ مر جائے تو بھی زندہ رہے گا" (یوحنّا ۱۱: ۲۵)۔

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ آپ دُنیا کی عدالت کریں گے "باپ کسی کی عدالت بھی نہیں کرتا بلکہ اُس نے عدالت کا سارا کام بیٹے کے سپُرد کیا ہے تاکہ سب لوگ بیٹے کی عزّت کریں جس طرح باپ کی عزّت کرتے ہیں۔ جو بیٹے کی عزّت نہیں کرتا وُہ باپ کی جس نے اُسے بھیجا عزّت نہیں کرتا۔ میں تم سے سچ سچ کہتا ہُوں کہ جو میرا کلام سُنتا اور میرے بھیجنے والے کا یقین کرتا ہے ہمیشہ کی زندگی اُس کی ہے اور اُس پر سزا کا حُکم نہیں ہوتا بلکہ وُہ موت سے نکل کر زندگی میں داخل ہو گیا ہے" (یوحنّا ۵: ۲۲-۲۴)۔ "خُدا کا کام یہ ہے" حضور مسیح نے فرمایا "کہ جسے اُس نے بھیجا ہے اس پر ایمان لاؤ" (یوحنّا ۶: ۲۹)۔ ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا کہ خُدا تعالیٰ کا پاک رُوح "دُنیا کو گُناہ اور راستبازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا۔ گُناہ کے بارے میں اِس لئے کہ وُہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے" (یُوحنّا ۱۶: ۸-۹)۔

اپنے جی اُٹھنے کے تھوڑے دن بعد آپ اپنے حواریوں پر ظاہر ہُوئے۔ اُس وقت آپ کا ایک شاگرد بنام تُوما وہاں حاضر نہ تھا۔ لہٰذا اُسے یقین نہ آیا کہ آپ زندہ ہو گئے اور دُوسرے شاگردوں پر ظاہر ہُوئے ہیں۔ چند دنوں بعد

آپ پھر اپنے حواریوں پر ظاہر ہُوئے اور اُس وقت تُوما بھی اُن میں موجُود تھا۔ جب اُس نے اپنے آقا کے جی اُٹھنے کا زندہ ثبوت بچشمِ خود دیکھا تو چِلّا اُٹھا "اے میرے خُداوند! اے میرے خُدا!" (یُوحنّا ۲۰: ۲۴-۲۹)۔ رحمتُ العالمین یسوعؑ مسیح نے تُوما کے اِس اِقرار کو قبُول کرلیا کیونکہ یہ عین آپ کی شان کے شایان تھا۔

جو شخص اِس قسم کا دعوے کرتا ہے وُہ کون ہو سکتا ہے؟

ایک مسیحی عالم فرماتے ہیں:

"میں یہاں اُن لوگوں کو روکنے کی کوشش کر رہا ہُوں جو مسیح کے بارے میں اِس قسم کی بیوقوفی کی باتیں کہتے ہیں کہ میں مسیح کو ایک عظیم اخلاقی اُستاد مانتا ہوں لیکن اِس دعوے کو قبُول نہیں کر سکتا کہ وُہ الٰہی ذات تھا۔ یہ ایک ایسی بات ہے جو ہمیں کبھی نہیں کہنی چاہیئے۔ اگر ایک آدمی جو محض اِنسان ہے ایسے دعوے کرے جو مسیح نے کِئے وُہ نعُوذ باللہ شیطان سے بھی بدتر ہو گا۔ آپ کو ضرور ہی فیصلہ کرنا ہے کہ یا تو یہ شخص خُدا کا بیٹا ہے یا پھر دیوانہ ہے اور اُس سے بھی بُرا۔ آپ اُسے بیوقوف کہہ سکتے ہیں۔ آپ اسے بدرُوح کہہ کر اُس کے مُنہ پر تھُوک سکتے ہیں یا پھر آپ اُس کے قدموں میں گِر جائیں اور اُسے خُداوند اور خُدا کہیں۔ لیکن آئیے ہم یہ بیہُودہ بات کہنے سے احتراز کریں کہ وُہ محض ایک عظیم اِنسانی اُستاد تھا۔" کیا آپ نعُوذ باللہ ایک چالاک قِسم کے فریب کار تھے؟ مسیحیت کے کٹّر مُخالف عُلماء بھی اِس قِسم کے خیال کی ہرگز تائید نہ کریں گے۔ جنابِ مسیح کی پاک زندگی، آپ کی تعلیم کی صداقت اور ریاکاری سے سخت نفرت، اِس قسم کے الزام کو غلط ثابت کرتی ہے، بلکہ آپ کی زندگی کا اعلیٰ معیار جو آپ نے پیروکاروں کو بخشا اِس الزام کو غیر مُمکن بنا دیتا ہے۔

کیا نعُوذ باللہ آپ دیوانہ تھے؟ چوٹی کے نقادوں نے صدیوں سے آپ کی راست زندگی کے اعلیٰ نمُونہ کی تعریف کی ہے۔ آپ نے اپنی پُوری زندگی میں کسی کو اِس

قسم کا الزام لگانے کا قطعی موقعہ نہیں دیا۔

پس کیا آپ وُہی تھے جس کا دعوے کرتے تھے یعنی الٰہی ذات، نجات دہندہ اور نوعِ انسانی کے مالک ؟

تیسرا باب

جناب المسیح کے مُعجزات

بائبل مُقدّس پر جو اعتراضات کئے جاتے ہیں اُن کا تعلق عموماً مُعجزات سے ہوتا ہے۔ ایک عالمانہ ذہن مرّوجہ قوانینِ فطرت میں مداخلت کو بہ آسانی قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتا۔

فلسفی ڈیوڈ ہیوم، جو مسیحیّت کا بڑا مشہور مخُالف تھا دعوے کرتا ہے کہ مُعجزات کا کوئی وجُود نہیں۔ اِس قسم کی رائے قائم کر لینے کے باعث اُس نے مُعجزات کے مُتعلق کسی مُمکنہ شہادت پر غور کرنے ہی سے اِنکار کر دیا۔ اِس قسم کا رویّہ ممکن ہے کہ عام لوگ پسند کریں، لیکن ایک سائنسدان ایسا رویّہ بمشکل اختیار کریگا۔ سائنسی شہادت کا محض اِس بنا پر اِنکار کہ یہ ایسی بات کی طرف اشارہ کرتی ہے جو تجربہ سے نہیں گزری، ایک فاش غلطی کا باعث بن سکتا ہے۔ سائنس یہ کہتی ہے کہ اگر کوئی نئی حقیقت ہمارے تجربہ میں خلل انداز ہوتی ہے تو اِس سے ہمارے تجربہ کا دائرہ اور بھی وسیع ہو جاتا ہے۔

مسئلہ یہ ہے کہ آیا اِنسان مافوق الفطرت حقائق کو ماننے کے لئے تیار ہے یا نہیں! اگر فی الحقیقت خُدا ہے تو از رُوئے منطق ہم اس نتیجہ پر پُہنچتے ہیں کہ اگر خُدا تعالیٰ چاہے تو وُہ کسی بھی قانُون کو مُعطّل کر سکتا ہے اور اگر حضورِ مسیح الٰہی ذات تھے تو آپ کو یہ اختیار ضرُور حاصل تھا۔

اِنجیلِ مُقدّس میں ایسے مُتعدّد مُعجزات موجُود ہیں جو آپ نے کئے۔ آپ نے اندھوں کو بینائی بخشی، لنگڑوں کو چلنے کی طاقت عطا کی، لاتعداد اقسام کے مریضوں کو

شفادی، یہاں تک کہ مُردوں کو زندہ کیا۔ لیکن آپ کے اختیارات محض شفا دینے تک ہی محدود نہ تھے بلکہ آپ نے فطرت پر بھی اپنا اختیار ثابت کیا۔ آپ کے حکم سے طوفان تھم گیا، موجیں ساکن ہوگئیں، پانی مے میں تبدیل ہوگیا اور آپ کے دستِ مبارک میں روٹیاں اور مچھلیاں کثرت سے بڑھ گئیں۔

بُت پرستوں کی دیو مالا کہانیاں معجزات سے بھری پڑی ہیں۔ لیکن تواریخِ عالم میں حضرت عیسیٰ مسیح کے معجزات بے نظیر ہیں۔ مافوق الفطرت باتوں کے متعلق بُت پرستوں کی خیالی داستانوں کا خاصہ یہ ہے کہ وُہ اپنی شان و شوکت بڑھانے، اپنے مخالفین سے بدلہ لینے اور غیر اخلاقی فائدہ اُٹھانے کے لئے ہیں۔ لیکن منجیِ جہان حضورِ یسوع مسیح کے معجزات کا بیان سادہ اور پُر وقار انداز میں کیا گیا ہے۔ گو ان بیانات سے آپ کی فوق الفطرت قدرت کا اظہار ہوتا ہے لیکن ان کا مقصد دُنیاوی عزت و شہرت حاصل کرنا نہیں تھا بلکہ یہ کہ ان سے حاجتمندوں کی امداد ہو اور آپ کی تعلیمات کی تصدیق کی جائے۔ آپ کے تمام معجزات میں آپ کی لاثانی محبت جوش مارتی ہوئی نظر آتی ہے۔ آپ کے معجزات آپ کے اخلاق و کردار کے عین مطابق تھے۔ یہ تجسّس کی تسکین کے لئے نہیں کئے گئے بلکہ اس لئے کہ انسان کیلئے آپ کے الٰہی ذات ہونے کے ثبوت میں جائز مطالبات پورے کئے جائیں۔

ممکن ہے کوئی یہ اعتراض اُٹھائے کہ حضورِ یسوع مسیح ہی واحد صاحبِ معجزات نہ تھے۔ بائبل مقدس میں بھی مرقوم ہے کہ فرعون کے جادوگر بھی مافوق الفطرت کام کر سکتے تھے۔ لیکن جنابِ مسیح کے صاحبِ معجزات ہونے کا دعویٰ صرف اس بات پر مبنی نہیں کہ آپ قانونِ فطرت کے خلاف کام کر سکتے تھے بلکہ اس پر کہ آپ کے معجزات آپ کی سیرت اور تعلیمات کے عین مطابق تھے۔

پُرانا عہد نامہ جو جنابِ مسیح کی آمد سے سینکڑوں سال پیشتر لکھا گیا، اُس میں

المسیح یا نجات دہندہ کی آمد کے متعلق بہت سی پیشین گوئیاں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً، مسیح کے اِس زمانہ میں بڑے بڑے معجزے دکھائے جائیں گے۔ یسعیاہ (اشعیاہ) نبی نے حضورِ مسیح کے زمانے کا خاص نشان "شفا" بتایا ہے۔

اگر کوئی آپ کے معجزات کو غلط ثابت کرنا چاہے تو اُسے اِس سوال کا جواب دینا ہوگا کہ انجیلِ مقدس میں یہ معجزات کیوں درج کئے گئے ہیں؟ اس کے جواب یہ ہو سکتے ہیں: (۱) ناظرین وہم کا شکار تھے (۲) انجیل نویسوں نے جان بُوجھ کر دھوکا دینے کی کوشش کی ہے (۳) معجزات بیانِ متن کو بگاڑنے کا نتیجہ ہیں۔ یہ دراصل قصے کہانیاں تھے جنہیں بعد میں متن میں داخل کر لیا گیا (۴) معجزات وقوع میں آئے لیکن یہ حقیقی معنوں میں معجزات نہ تھے ان کی قانونِ فطرت کے مطابق تشریح کی جاسکتی ہے (۵) یہ معجزات فی الحقیقت وقوع میں آئے۔

(۱) ناظرین وہم کا شکار تھے: کوئی بھی ماہرِ نفسیات اس خیال کی حمائت نہیں کرے گا کہ ہزاروں لوگ جن کا ماحول اور نظریات قطعاً مختلف تھے اِسی ایک وہم میں مبتلا ہو جائیں۔ یاد رہے کہ خداوند یسوع مسیح کے معجزات نہ صرف آپ کے پیروؤں نے دیکھے بلکہ آپ کے مخالفین نے بھی۔

(۲) انجیل نویسوں نے جان بُوجھ کر دھوکا دینے کی کوشش کی: یعنی آپ کے حواریوں نے معجزوں کو اِس غرض سے بیان کیا کہ عوام کو دھوکا دے کر آپ کے پیرو بنائیں۔ یہ بات آپ کے حوارئین کے بُلند اخلاق کے عین خلاف ہے۔ وُہ نیک زندگی بسر کرنے کی تلقین کرتے تھے۔ وہ اپنے ایمان و عقیدہ کی خاطر جان قربان کرنے کو بھی تیار تھے۔ آپ کے تقریباً تمام حواری شہیدوں کی موت مرے۔ لیکن کون اپنی جان خیالی باتوں کی خاطر دیگا جن کی اساس وہم یا دیدہ دانستہ دھوکا دہی پر ہو!

مزید برآں، کہیں بھی یہ ذکر نہیں ملتا کہ موقع پر کسی نے اُن معجزوں کا انکار کیا ہو۔ تالمود (یہودی حدیث کی کتاب) میں یہودی ربیّوں نے جنابِ مسیح کے معجزات کو شیطان سے منسوب کر کے آپ کی اہمیّت گھٹاتے اور آپ کا نام مٹانے کی ہر امکانی کوشش کی۔ قیلسوس نے جو مسیح کا مخالف اور دُوسری صدی کا فلسفی تھا آپ کے معجزات کو جادُو سے منسوب کیا۔ اس کے برعکس یُوسطین شہید کا بیان ہے کہ یہ معجزات پیلاطُس کے عہدِ حکومت کی سرکاری دستاویزات میں درج ہیں۔

(۳) معجزات کا بیان متن کو بگاڑنے کا نتیجہ ہے۔ یہ اعتراض یہ ظاہر کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ مسیح کے معجزات کو کچھ عرصہ بعد فریب کار لوگوں نے متن میں شامل کیا یا یہ کہ جب آپ کے متعلق بہت سی داستانیں مشہور ہو گئیں تو اُس وقت یہ معجزات متن میں شامل کئے گئے۔

متعدد مسلم حضرات اس نظریہ کے حامی ہیں۔ لیکن سر سیّد احمد خان جو علیگڑھ یونیورسٹی کے بانی تھے، اُنہوں نے ۱۸۶۲ء میں مسلمانوں کو یہ بتانے کے لئے ایک مضمون لکھا کہ قرآن شریف کہیں بھی یہودیوں اور عیسائیوں پر بائبل کے متن میں تحریف کرنے کا الزام نہیں لگاتا۔

لیکن اُن کی اس شہادت سے بہت عرصہ پیشتر امام رازی (۱۱۵۰ء تا ۱۲۱۰ء) آنحضرت کے بھتیجے ابنِ عباس کے قول کی سند سے بیان کرتے ہیں: "یہودیوں[1] اور ابتدائی مسیحیوں پر توریت اور انجیل میں تحریف کرنے کا الزام لگایا جاتا تھا۔ لیکن جیّد علمائے کے خیال میں متن میں تحریف کرنا عملی طور پر قطعی ناممکن تھا کیونکہ یہ کتابیں بہت مشہور تھیں اور دُنیا میں پھیلی ہوئی تھیں۔ اور نسل بعد نسل تواتر سے پہنچی تھیں۔ پس اِن میں تحریف کرنا ناممکن تھا، تاہم یہ ضرور مانا جاتا ہے

[1] Sayyid Ahmed, The Mohammadan Commentary on the Holy Bible, 7th discourse, page 81

کہ بعض لوگ ان کے اصل معنی کو چھپاتے اور تفسیر کرتے تھے"۔

زمانۂ قدیم کی دیگر کتابوں کی نسبت نئے عہدنامہ کا متن زیادہ مستند اور تصدیق شدہ ہے۔ افلاطون کی تحریرات، یُونانی حُزنیہ ڈرامے اور دیگر قدیم تصنیفات کی نہایت کم نقول ملتی ہیں اور یہ بھی اصل نسخوں سے بہت عرصہ بعد تیار کی گئی تھیں۔ اس کے برعکس انجیلِ جلیل کے متن کی نہ صرف قریباً تین ۳ ہزار قلمی نسخے تصدیق کرتے ہیں بلکہ ابتدائی مسیحی پیشواؤں کے کئی ابتدائی تراجم اور متعدد اقتباسات بھی اِس کے شاہد ہیں۔

اکثر علماء کی رائے میں انجیلِ جلیل کی تمام تحریرات ۱۰۰ء تک یعنی کلمۃ اللہ حضورِ مسیح کے زمانے کے ستّر سال کے اندر اندر ہی تکمیل پا چکی تھیں۔ اِن میں سے زیادہ تر کُتب ۵۰ اور ۷۰ عیسوی کے درمیان ہی مکمل ہو چکی تھیں جب کہ ہنوز بہت سے چشم دید گواہ زندہ تھے۔ ان میں سے ہر ایک کتاب یا تو کسی چشم دید گواہ نے یا ایسے شخص نے لکھی جو کسی چشم دید گواہ سے قریب کا تعلق رکھتا تھا۔ جب یہ کتابیں لکھی گئیں تو اُس وقت کلمۃ اللہ حضورِ المسیح کی زندگی کے متعلق متعدد زبانی روایات جو سینہ بہ سینہ چلی آتی تھیں اور مختصر تحریری بیانات سے لوگ واقف تھے (انجیلِ مقدس، لوقا ۱:۱)۔ اِس کا ثبوت اِس بات میں ملتا ہے کہ اکثر کُتب خیالات اور یہاں تک کہ الفاظ میں بھی آپس میں ملتی جلتی ہیں۔ ابتدائی مسیحیوں نے انجیلِ منورہ کی کُتب کی اکثریت کو فوراً ہی کلام اللہ تسلیم کر لیا تھا۔ ایسے بیانات موجود ہیں جو انجیلِ شریف کی اِن کُتب کی اشاعت کے پچاس سال بعد تحریر کئے گئے تھے۔ یہ بیانات اِن کُتب کو مستند تسلیم کرتے ہیں۔

علمائے نے سالہا سال بائبل مقدس کے اصل الفاظ معلوم کرنے میں صرف کر دیئے۔ یہ اُنہوں نے، اُن دستاویزات کا جواب ہمارے پاس موجود ہیں آپس میں مقابلہ و موازنہ کرنے سے کیا۔ اِن علمائے نے اصولِ تنقید کے مطابق بائبل مقدس کے الفاظ کا تین ہزار یُونانی نسخہ جات (یہ اصل کی نقل ہیں)، دُوسری صدی کے آخری زمانہ

کے تراجم اور آبائے کلیسیا کی تحریرات کے اِقتباسات سے مُقابلہ کیا۔ اور اِن میں سے کچھ یُونانی قلمی نسخوں کے بارے ۱۷۵ء یا ۲۰۰ء سے تعلق رکھتے ہیں۔ چیسٹر بیٹی نامی نسخوں میں پیرس کے عجائب خانہ میں پیپیرس پر لکھی ہوئی نئے عہد نامے کی تقریباً کُل کتابیں موجُود ہیں اور یہ ۲۲۰ء تا ۲۳۰ء کے درمیان لکھی گئیں۔ مانچسٹر جان رے لینڈ لائبریری میں پیپیرس کے ایک طُومار پر یُوحنّا کی انجیل کی آیات تحریر ہیں جنہیں ڈائس مین نے شہنشاہ ہدریان کے زمانہ (۱۱۷ء تا ۱۳۸ء) کی تحریر قرار دیا ہے۔ یہ نُسخہ مصر میں ملا تھا۔ اگر یہ وہاں تحریر ہُوا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس ابتدائی زمانہ میں بھی انجیلِ جلیل مِصر میں پُہنچ چکی تھی۔

ویسٹکٹ، ہارٹ اور کینن یہ تینوں اشخاص انجیلِ مُقدّس کے متن کے چوٹی کے نقّاد مانے جاتے ہیں۔ ویسٹکٹ اور ہارٹ کے قول کے مُطابق "اگر غیر ضروری مقابلہ کو وُقعت نہ دی جائے مثلاً ترتیب میں تبدیلی، اور اسمِ معرفہ کے ساتھ حرفِ تخصیص لگانا یا نہ لگانا اور ایسی ہی دیگر باتیں نظر انداز کردی جائیں تو ہمارے خیال میں مشکُوک الفاظ نئے عہد نامہ کا ہزارواں حصّہ بھی نہ ہونگے۔ یقیناً یہ مشکُوک حصّہ بہُت تھوڑا ہے۔ علاوہ ازیں، یہ مُتنازعہ فیہ حصّہ مسیحی ایمان کی بُنیادی تعلیم پر کسی طرح بھی اثر انداز نہیں ہوتا۔

انجیلِ شریف کی اصلی تحریرات اور اِن کی ابتدائی نقُول کی تاریخوں کے درمیان جو عرصہ ہے وُہ اتنا قلیل ہے کہ ہم اُسے نظر انداز کر سکتے ہیں۔ اِس طرح اِس بات کے مُتعلق کسی قِسم کے شک کی گُنجائش نہیں رہتی کہ یہ صحیفے جیسے لکھے گئے بِالکُل اُسی شکل میں ہمیں دستیاب ہیں۔ پس انجیلِ جلیل کی کتابوں کی صحت اور سالمیّت کے بارے میں کوئی شُبہ نہیں رہتا۔"

(۴)۔ یہ واقعات وقوُع میں ضرُور آئے لیکن یہ حقیقی معنوں میں مُعجزات نہ

تھے بلکہ اِن کی تشریح قوانینِ قُدرت کے مُطابق کی جاسکتی ہے۔ اس نظریہ کے ماننے والے خاص طور پر حضرت عیسیٰ مسیح کے شفا بخش مُعجزات کی طرف اِشارہ کرتے ہیں۔ وُہ کہتے ہیں کہ یہ محض چند قوانینِ نفسیات کے نتائج تھے۔ آج ہم جانتے ہیں کہ مُتعدد اِمراض ایسے ہیں جن کا تعلق نفسیات سے ہے۔ چُنانچہ یہ دلیل دی جاتی ہے کہ شفا کے بہُت سے واقعات اِن نفسیاتی اصُولوں کا نتیجہ ہوں گے۔

لیکن یہ نظریہ چند باتوں کی تشریح نہیں کر سکتا۔ مثلاً بائبل مُقدّس اکثر مقامات پر بیان کرتی ہے کہ جب بیمار خُداوند یسوع مسیح کے پاس لائے گئے تو آپ نے اُن سب کو شفا بخشی نہ کہ چند ایک کو جو جذباتی طور پر بیمار تھے۔ علاوہ ازیں، آپ کی قُدرت ماہرِ نفسیات سے کہیں بڑھ کر تھی۔ کونسا ماہرِ نفسیات ہے جو یہ دعویٰ کرے کہ اُس کے پاس مُردوں کو زندہ کرنے کی قُدرت ہے؟ چشمۂ حیات حضورِ مسیح نے تین مواقع پر ایسا ہی کیا۔ ایک دفعہ آپ نے ایک ایسے مُردہ کو زندہ کیا جو چار دِن سے قبر میں رکھا ہُوا تھا۔

چند لوگ جو اِن واقعات کو مُعجزات قبُول کرنے کو تیار نہیں، کہتے ہیں کہ اِن کی توجیہ سائنس کے اصُولوں کے مُطابق کی جاسکتی ہے بشرطیکہ ہم سائنس میں اتنی ترقی کرلیں کہ اِن اصُولوں کو عمل میں لا سکیں۔ پطرس رسُول کا پانی پر چلنا اور خُداوند یسوع کا مُردوں کو زندہ کرنا انہی سائنسی اصُولوں کا نتیجہ تھے۔ ایک دِن آئے گا جب ہمارے پاس اِتنا علم ہوگا کہ ہم بھی ایسے کام کر سکیں گے۔

اوّل تو یہ نظریہ محض قیاس آرائی پر مبنی ہے۔ سائنسدانوں کو ایسے کام کرنے کی بہُت کم اُمید ہے۔ خُدا تعالیٰ کی قُدرت کے مظاہر کی تشریح کو قیاس کی بنا پر ردّ کر دینا نہائت خطرناک ہے۔ مزید برآں اگر مُعجزات کے مُعترض یہ خیال کریں

کہ حضور یسوع مسیح سائنس کا مافوق الفطرت علم رکھتے تھے جو دنیا کے کسی اور شخص کو حاصل نہیں تو صرف یہی ایک حقیقت اِس بات کو ثابت کرنے کیلئے کافی ہوگی کہ آپ کا خداوند تعالیٰ کے ساتھ ایک لاثانی تعلق تھا۔

(۵)۔ معجزات فی الحقیقت وقوع میں آئے۔ چونکہ معجزات کے متعلق ہمیں کوئی اور تسلی بخش جواب نہیں ملتا کہ یہ کیوں قلمبند ہوئے، اِس لئے اِس بات کو قبول کرنا پڑتا ہے کہ یہ حقیقتاً وقوع میں آئے۔

لوگ اب تک ان معجزات کو رد کرنے کے لئے مختلف قسم کے دلائل پیش کرتے رہتے ہیں۔ لیکن اگر دو ایک معجزات کی فطری اصولوں پر تشریح ممکن ہو تو ہو، ایک معجزہ ایسا ہے جو سب پر فائق ہے اور یہ ہے چشمۂ حیات حضرت یسوع مسیح کا مُردوں میں سے زندہ ہو جانا۔

معجزات کا نقطۂ عروج

رات کی تاریکی اور خاموشی میں ایک شخص گھٹنوں کے بل گر کر دعا میں مشغول تھا۔ اُس کے لبوں پر آہ و زاری تھی۔ اُس نے انتہائی اذیّت میں اپنے ہاتھوں کو اپنی انگلیوں میں جکڑ لیا اور پسینہ، یہانتک کہ خون بھی اُس کے جسم سے بہنے لگا۔ لمحات گھنٹوں میں تبدیل ہوتے گئے لیکن وہ دو زانو دعا میں مشغول رہا۔ آخر کار وہ شخص اُٹھا اور آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتا ہوا اپنے ساتھیوں کی طرف چل دیا۔ اچانک قدموں کی چاپ اور بلند آوازوں کے شور سے رات کی خاموشی کا سکوت ٹوٹ گیا۔ رات کی تاریکی میں سے سپاہیوں کا ایک دستہ اپنے ہتھیار لہراتا اور شور مچاتا ہوا نمودار ہوا۔ وہ شخص بڑے سکون کے ساتھ اُنہیں ملنے کو آگے بڑھا۔ یہ شفیعِ جہاں حضور المسیح تھے۔

اُس رات کے واقعات کی آواز تاریخ میں اب تک گونج رہی ہے۔ مؤرخین نے اُسے قوانین کے غلط استعمال کی ایک شرمناک مثال قرار دیا ہے۔ حضرت عیسیٰ مسیح پر جھوٹے مقدمہ اور پیشیوں کے بعد لوگ آپ کو اُس مقام پر لے گئے جہاں آپ کو صلیب دی گئی۔ گو آپ کے جج نے آپ میں کچھ قصور نہ پایا تھا، اِس کے باوجود بھی آپ کو مجرم بنا کر موت کی سزا دی گئی۔ آپ دو ڈاکوؤں کے درمیان صلیب پر جکڑے ہوئے تھے۔ عوام آپ کا تمسخر اُڑا رہے تھے اور آپ کے تمام دوست دہشت کے مارے فرار ہو چکے تھے۔ آہ! آپ کی یہ صلیبی موت کتنی اذیّت ناک موت تھی! ایک تجربہ کار جلّاد جو آپکی صلیب کے نزدیک آیا فوراً جان گیا کہ آپ جان بحق ہو چکے ہیں۔ اِسی وجہ سے اُس نے مجرموں کی ٹانگیں توڑنے کے دستور پر عمل نہ کیا۔ اِس کے بجائے اُس نے آپ کے پہلوئے مبارک کو بھالے سے چھیدا۔ وہ شخص جس نے اِلٰہی ذات ہونے کا دعویٰ کیا تھا اب اذیّت کی موت مر چکا تھا۔

آخر میں آپ کی لاش آپ کے احباب کو دے دی گئی۔ اُنہوں نے ماتم کرتے ہوئے اور نہایت محبت اور عقیدت کے ساتھ آپکو ایک عُمدہ قبر میں دفن کر دیا۔ آپکے دشمن آپکی موت کے بعد بھی آپکی قدرت سے گھبراتے تھے۔ چنانچہ اُنہوں نے قبر پر مہر لگا کر اُس پر پہرہ بٹھا دیا۔ اُن کے نزدیک یہ نہایت اہم بات تھی کہ وہ آپکی قدرت کو ختم کر دیں۔

اتوار کے روز علی الصبح آپ کے غمگین پیرو خاموشی کے ساتھ آپ کی قبر پر آئے تاکہ اُن رسومات کو جو وہ سبت[1] کے باعث ہفتے کے روز ادا نہ کر سکے تھے پورا کریں۔ لیکن وہاں جو کچھ اُنہوں نے دیکھا، وہ اُس کے سبب سے گھبرا گئے۔ قبر کے مُنہ پر جو بڑا پتھر پڑا ہوا تھا وہ ہٹا ہوا تھا اور قبر خالی تھی۔ قبر میں کفن تو تھا لیکن اُس میں سے جسم غائب تھا۔

---

[1] سبت یہودیوں کا مقدس دن جس میں ہر قسم کے کام کرنے کی ممانعت تھی۔

بعد ازاں آپ کے پیروکاروں کو آپ کا دیدار نصیب ہُوا۔ اوّلاً مریم مگدلینی کو، پھر دُوسروں کو، اور آخر میں بیک وقت پانچسو۵ اشخاص کو۔ پہلے تو اُنہوں نے یقین نہ کیا کہ آپ یسوع مسیح ہی ہیں۔ ایک مُردہ شخص دوبارہ کیسے زندہ ہو سکتا ہے؟ لیکن بعد ازاں وُہ قائل ہو گئے کہ آپ ہی ہیں۔ اِس پر یہ لوگ آپ کے اس قدر مُعتقد ہو گئے کہ اُنہوں نے آپ کے پیغام کو ساری دُنیا میں پھیلا دیا۔

بائبل مُقدّس میں اِس واقعہ کو اِسی طرح بیان کیا گیا ہے۔ ہمیں اِس واقعہ کی اہمیت کو کسی صُورت میں بھی نظرانداز نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ یہی واقعہ مسیحی ایمان کی بُنیاد ہے۔ ایک مسیحی کے نزدیک قیامتِ مسیح اِس بات کا ثبوت ہے کہ آپ فی الحقیقت الٰہی ذات تھے، اور کہ آپ کی زندگی اور موت سے وُہ سب کچھ پُورا ہُوا جو خُدا کے اِرادے میں تھا۔ لیکن ایک شخص کو مُعجزات پر ایمان لانے کے لئے کِسی نہ کِسی بُنیاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اِس مُعجزہ کے لئے ہم کیا ثبوت بہم پہنچا سکتے ہیں؟

ایک مسیحی کی قیامتِ مسیح کے بارے میں سب سے بڑی دلیل یہ سادہ سوال ہے کہ "آپ کے جسدِ مبارک کا کیا ہُوا؟" یہ بات تاریخی طور پر ثابت ہے کہ آپ اِس دُنیا میں موجُود تھے۔ صدیوں سے لوگ اِس خالی قبر کے سوال پر پریشان ہیں اور کوئی تسلی بخش توجیہ پیش کرنے کی ناکام کوشش کرتے رہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ "شاگرد لاش چُرا لے گئے"۔ بعض خیال کرتے ہیں کہ "لاش کو کچھ بھی نہیں ہُوا۔ وُہ قبر ہی میں رہی"۔ چند ایک یہ خیال پیش کرتے ہیں کہ "آپ کے شاگردوں نے رویا دیکھی تھی۔ درحقیقت آپ اُن پر ظاہر نہیں ہُوئے تھے"۔ بعض کا خیال ہے کہ "آپ مرے نہیں بلکہ بے ہوش ہو گئے تھے"۔ یہ ہیں وُہ چند جوابات جو قیامتِ مسیح کے بارے میں پیش کئے جاتے ہیں۔ آئیے اب ہم ان غلط نظریات پر غور کریں۔

(۱) شاگرد لاش چُرا لے گئے! دینِ عیسوی کے اوّلین مخالفین کا یہی الزام تھا

(متی ۲۸: ۱۳) - قبر پر سپاہیوں کا پہرہ تھا۔ بائبل مُقدّس یہ بیان نہیں کرتی کہ آیا یہ سپاہی رومی تھے یا یہودی۔ ایک رومی سپاہی اِس امر سے آگاہ تھا کہ فرض سے غفلت کا نتیجہ یقیناً موت ہے۔ گو ایک یہودی سپاہی کے لئے سزا اتنی سخت تو نہیں تھی لیکن بھاری ضرور تھی۔ یہ بات بعید از عقل ہے کہ مُٹھی بھر غیر مُنظّم اور پریشان حال نہتّے حواری تجربہ کار سپاہیوں کو دھوکا دے کر قبر تک پہنچ گئے ہوں اور وُہ بھی کسی گڑبڑ کے بغیر۔

اِس نظریہ کی راہ میں ایک نفسیاتی دلیل سب سے بڑی رُکاوٹ ہے۔ شاگرد ایک اعلیٰ معیارِ اخلاقی زندگی بسر کرنے میں مشہور تھے۔ اس قسم کی دھوکا دہی اِن کے اخلاق کے قطعی خلاف تھی۔ مزید برآں، ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ شاگرد اپنے آقا کی موت سے اِس قدر خوف زدہ ہو گئے تھے کہ ڈر کے مارے بھاگ نکلے تھے۔ لیکن کچھ عرصہ بعد اِن خوف زدہ آدمیوں میں ایک مُکمل تبدیلی رُونما ہوئی۔ وُہ شدید مُخالفت کے باوجُود بڑی دلیری سے اپنے مالک کے جی اٹھنے کی مُنادی کرنے لگے۔ اُن سب نے اپنے ایمان کا اِنکار کرنے کے بجائے مُشکلات، دُکھ سہنے اور موت کو ترجیح دی۔ ہم جانتے ہیں کہ ہر زمانہ میں اور اب بھی لوگ اس سچّائی کی خاطر اپنی جان قربان کر دیتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کوئی شخص جو یہ جانتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے اور یہ نہ تو اُس کو اور نہ دُوسروں کو فائدہ پہنچائے گا، کیا وُہ اُس جھوٹ کی خاطر اپنی جان دے گا؟

(۲) لاش کوئی دوسرا شخص چُرا کر لے گیا خواہ اُس کا مطلب کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ موجودہ زمانہ کے تمام عُلما اس نظریہ کی تردید کرتے ہیں۔ ایسی حرکت کی کوئی معقُول وجہ نظر نہیں آتی۔

اِبتدائی مسیحیوں کے حضور المسیح کے مُردوں میں سے جی اٹھنے پر ایمان کی بُنیاد خالی قبر نہیں تھی۔ اُن کا دعویٰ یہ تھا کہ اُنہوں نے جی اُٹھے مسیح کو بچشم خود دیکھا۔ اُن میں سے چند ایک نے آپکے ساتھ کھانا کھایا اور آپکو چھُو کر بھی دیکھا۔ اُن میں سے ایک نے دیگر کی موجودگی میں آپ کے دستِ مُبارک پر میخوں اور پہلوئے مُبارک میں نیزے کے زخم کے نشانوں کا مُعائنہ بھی کیا۔ قدیم مسیحیوں کو، جنہوں نے خُود خُداوند کو نہیں دیکھا تھا، اُن مسیحیوں کی شہادت پر جنہوں نے مُردوں میں سے جی اُٹھے یسوعؑ کو دیکھا تھا بڑا اعتماد تھا۔

سنہ ۱۱۲ء میں جبکہ ایسے مسیحی جنکا رسُولوں سے تعلق رہا تھا ہنُوز زِندہ تھے تو بتونیہ کے گورنر پلینی نے شہنشاہ تراجان کو لکھا:

"مَیں نے اِن لوگوں کے بارے میں جن پر مسیحی ہونے کا اِلزام لگایا جاتا ہَے یہ طریقہ اختیار کیا ہَے۔ میں اُن سے اُن کے مسیحی ہونے کے مُتعلق دریافت کرتا ہُوں۔ اگر وُہ اِقرار کرتے ہیں تو میں یہی سوال مزید دو[۲] مرتبہ پوچھتا ہُوں اور اس کے ساتھ سخت سزا کی دھمکی بھی دیتا ہوں۔ اگر اب بھی وُہ اپنے اقرار پر قائم رہتے ہیں تو میں اُن کے قتل کا حُکم دیتا ہُوں...... بغیر دستخط کے ایک اِشتہار چھپا جس میں نام لے کر لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد پر الزام لگایا گیا کہ وُہ مسیحی ہیں۔ وُہ جنہوں نے اِنکار کیا کہ وُہ کبھی مسیحی تھے یا ہیں، وُہ جنہوں نے دیوتاؤں کے سامنے میرے ساتھ مُناجات دُہرائیں اور آپ کے بُت کے سامنے جسے میں نے اِسی مقصد کے لئے دوسرے دیوتاؤں کے بُتوں کے ساتھ منگوایا تھا، سجدہ کیا اور بخور جلایا (کہتے ہیں کہ حقیقی مسیحی کو اس قسم کے کام کرنے پر مجبُور نہیں کیا جاسکتا) میں نے انہیں رہا کرنا مُناسب سمجھا"۔

ہم اِس اعتراض پر کہ آپ کا ظاہر ہونا محض فریبِ نظر تھا اگلے نظریہ میں غور کریں گے۔

جس بات نے ڈرے اور سہمے ہُوئے شاگردوں کو جی اُٹھے مسیح کے دلیر اور پُر جوش مُبشّر بنا دیا، وُہ خالی قبر کی گواہی نہیں تھی بلکہ زندہ مسیح کا دیدار تھا۔ چونکہ حواریوں نے آپکو حقیقتاً زِندہ دیکھا تھا اِس لئے اُنہوں نے آپ کی موت اور جی اٹھنے کو اپنی تعلیم کا مرکز بنالیا۔ اگر ہم یہ کہیں کہ حواریوں نے جی اُٹھے مسیح کو نہیں دیکھا تھا تو ہم اُنہیں جھُوٹا ٹھہراتے ہیں۔ نیز اُنہیں بے وقُوف بھی قرار دیتے ہیں کہ اُنہوں نے اِس جھُوٹ کی خاطر اپنی جانیں گنوائیں۔

مزید یہ کہ اگر حضرت عیسیٰ مسیح مُردوں میں سے زِندہ نہیں ہُوئے تو وُہ خُود بھی نعُوذ بِاللہ یا تو جھوٹے تھے یا آپ نے اپنی قدُرت کا غلط اندازہ لگایا تھا کیونکہ آپ نے بارہا فرمایا تھا کہ آپ مُردوں میں سے جی اٹھیں گے۔

(۳) لاش کو کچھ بھی نہیں ہُوا۔ وُہ قبر ہی میں رہی۔ اِس نظریہ کی کئی صورتیں ہیں۔ پہلی یہ ہَے کہ آپ کے ساتھیوں نے آپ کو رویا میں زِندہ دیکھا۔ دوسری یہ کہ عورتیں صُبح کے دھُندلکے کی وجہ سے غلط قبر پر پہنچ گئیں۔ نیز یہ بھی بیان کیا جاتا ہَے کہ عورتوں کا قبر پر جانے کا واقعہ کچُھ عرصہ بعد گھڑا گیا۔

لیکن حضور المسیح کے جی اٹھنے سے مُتعلقہ واقعات رویا کے مُصدّقہ اصُولوں کی نفی کرتے ہیں۔ رویا قطعی طور پر ذاتی ہُوا کرتی ہَے، لیکن پانچسو[۵۰۰] اشخاص نے جو مختلف پسِ منظر سے تعلق رکھتے تھے یہ دعویٰ کیا کہ اُنہوں نے آپ کو روبرو زندہ دیکھا۔ یہ لوگ ایسے تھے جنہیں گمُان بھی نہ تھا کہ وُہ آپ کا دیدار کرینگے۔ آپ کی وفات کے تین[۳] ہی دن بعد، اِس سے پیشتر کہ روایات اور تصوّرات کو ترقی کا موقعہ ملتا آپ کے زِندہ ہونے کی خبریں پھیلنے لگیں۔ جس طرح جی اٹھنے کے فوراً بعد دفعتاً آپ لوگوں پر ظاہر ہونے لگے ویسے ہی چالیس[۴۰] دن کے بعد جب آپ آسمان پر صعُود فرما گئے تو دفعتاً یہ ظہُور ختم بھی ہو گئے۔ کسی بھی اور مثال میں

اِس طرح دُنیا کا تجربہ کبھی نہیں ہُوا۔

دُوسری صُورت کے حامی یہ کہتے ہیں کہ جب وُہ عورتیں بقیّہ رسُومات ادا کرنے کے لئے نکلیں تو ابھی صُبح نہیں ہُوئی تھی۔ اِس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ وُہ غلطی سے کسی دوسری قبر پر پہنچ گئیں۔ وُہ "فرشتہ" دراصل باغبان تھا جو اُنہیں اُن کی غلطی بتانے کی کوشش کر رہا تھا۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہَے کہ اگر اندھیرا زیادہ تھا کہ عورتیں قبر کو نہ پہچان سکیں تو ظاہر ہَے کہ اِس اندھیرے میں باغبان بھی کام نہیں کر رہا ہوگا اور اُس کی وہاں موجودگی غیر منطقی بات ہے۔ بعدازاں جب آپکے جی اُٹھنے کا شور و غُل مچا تو اُس کی تردید کے لئے سادہ دلیل یہ ہوتی کہ وُہ اُس باغبان کو گواہی کے لئے پیش کر دیتے۔ آخری بات یہ ہَے کہ یہ نظریہ یہُودی حاکموں کی خاموشی پر کوئی روشنی نہیں ڈالتا۔ یہ بات بعید از عقل ہَے کہ اگر لاش قبر میں موجُود تھی تو اُنہوں نے اِس کمزور کہانی کو کیوں مان لیا کہ شاگرد آپ کی لاش کو چُرا کر لے گئے ہیں؟

جن لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ عورتوں کے قبر پر جانے کی کہانی بعد میں گھڑی گئی تو اس میں کئی باتیں تفصیل طلب ہیں۔ جب جنابِ مسیح مصلوب ہُوئے تو آپ کے حواری خوفزدہ ہوکر فرار ہو گئے تھے۔ ان کے آقا و مولا کی موت نے اُن کی تمام خواہشات اور اُمیدوں پر پانی پھیر دیا تھا۔ تاہم آپ کی وفات کے تھوڑے ہی عرصہ بعد آپ کے اُنہی ساتھیوں میں اچانک ایک زبردست تبدیلی آئی۔ اب وہ دلیری، کامل یقین اور جوش سے بھر کر اپنے جی اُٹھے آقا کی علانیہ مُنادی کرنے لگے۔ تیس ۳۰ برس کے اندر اندر اُن میں سے بیشتر کو اِس تعلیم کی مُنادی کی پاداش میں سزائے موت برداشت کرنی پڑی۔ حواریوں میں اِس تبدیلی کی وجہ کیا تھی؟

حضُور مسیح نے بارہا فرمایا تھا کہ آپ مَوت کا مزہ چکھیں گے اور پھر تیسرے دن جی اُٹھیں گے۔ اِسی قول کی بنا پر یہُودی حاکموں نے رُومی حکام سے قبر کی

حفاظت کے لئے درخواست کی۔ فرض کریں کہ چند لوگ جنابِ مسیح کے پُرجوش پیروکار تھے۔ وُہ آپ سے محبّت رکھتے اور آپ کی تعلیمات پر عمل کرتے تھے۔ وُہ آپ کے دعووں پر یہانتک کہ آپ کے الٰہی ذات ہونے پر ایمان رکھتے تھے۔ آپ کے تمام فرمُودات درُست ثابت ہُوئے ماسِوا آپ کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے دعوے کے۔ تو کیا آپ کے اِن پیروکاروں کا یہ ایمان قائم رہ سکتا کہ آپ اِبنِ خُدا ہیں جبکہ آپ کی یہ پیشینگوئی غلط ثابت ہوئی؟ اب آپ کے پیروکاروں کے سامنے ایک ہی راستہ رہ جاتا کہ یا تو وُہ آپ کا انکار کر دیتے یا پھر اِس غلط بیان کی کوئی نہ کوئی تاویل پیش کرتے۔ ممکن ہَے وُہ یہ کہتے کہ یہ رُوحانی قیامت کی علامت ہَے، کیونکہ آپ کی تعلیمات لفظی ہونے کے بجائے عمُوماً تمثیلی تھیں۔ لیکن ابتدائی مسیحیوں نے آپ کے جی اُٹھنے کے دعوے کی ایسی تشریح کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی۔ اِس کے برعکس اُنہوں نے جسمانی قیامت کی مُنادی کرتے ہُوئے اپنی جانیں قربان کر دیں۔ آخر کیوں؟

بعض اوقات کسی واقعہ کی تاریخی حقیقت کی تصدیق اُن غیر اہم تفصیلات سے ہوتی ہَے جنہیں بعد کے لِکھنے والوں نے نظرانداز کر دیا ہوتا ہے۔ جنابِ مسیح کے جی اُٹھنے اور آپ کے رسُولوں کی دلیرانہ مُنادی کے درمیان جو سات ہفتوں کا وقفہ ہَے وُہ قیامتِ مسیح کی کہانی کی ایک ایسی دلچسپ تفصیل مُہیّا کرتا ہے۔ انجیلِ مُقدّس میں اِس عرصہ کے بارے میں کوئی خاص بیان نہیں مِلتا۔ اگر یہ کہانی کِسی کے اپنے دماغ کی اختراع ہوتی تو وُہ اِتنے لمبے عرصے کو بغیر کسی توجیہ کے نہ چھوڑ دیتا۔ بہت ممکن ہے کہ وُہ اِس وقفہ کو کسی ڈرامائی واقعہ میں تبدیل کر دیتا یا پھر وُہ انتظار کے اِن سات ہفتوں کا کوئی خاص مقصد بیان کرتا۔

لیکن مذکورہ بالا اعتراضات کا ٹھوس جواب یہ ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ مسیح

کی لاش قبر میں موجود تھی تو اُسے پیش کیوں نہیں کیا گیا؟

جنابِ مسیح کی وفات کے دو۲ ماہ کے اندر اندر ہی آپ کے حواری یروشلیم کی گلیوں میں کھڑے بہ آوازِ بلند اُس شخص کے جی اُٹھنے کی منادی کر رہے تھے جسے یہودی حاکموں نے قتل کروا دیا تھا۔ ذرا سوچئے کہ اس بات نے کیا حالات پیدا کر دیئے ہوں گے۔ سامعین کے سامنے اب صرف دو۲ ہی راستے تھے۔ اگر منادی درست تھی تو یہودی حاکم آپ کے ظالمانہ قتل کے ذمّہ دار اور مجرم تھے، اور اگر یہ غلط تھی تو اخلاقی اعتبار سے مسیحیت کو نیست و نابود کرنا ضروری تھا۔ اِس منادی کے باعث یہودی حاکموں کے لئے اپنی عزّت بچانا لازمی بن گیا۔ اِس کا منطقی جواب تو یہ تھا کہ چونکہ حضور المسیح کی قبر شہر کے نزدیک ہی تھی، لہٰذا وُہ لاش لا کر پیش کر دیتے۔ لیکن لاش کبھی پیش نہ کی گئی حالانکہ اُنہوں نے اِن جانثار مسیحیوں کی آواز دبانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ اُنہوں نے اُنکی علانیہ مذمّت کی، اُن کا مذاق اڑایا، اُنہیں مارا پیٹا اور ہر طرح کی اِیذا پہنچائی، یہاں تک کہ موت کے گھاٹ بھی اُتار دیا۔ اِس کے باوجود بھی بے شمار لوگ دینِ عیسوی کے اس نئے راستے کو اختیار کرنے لگے۔ اگر وُہ صرف لاش پیش کر دیتے تو یہ قیامتِ مسیح کے پیغام کے لئے زہرِ قاتل ثابت ہوتا۔

یہ بہت ہی اہم حقیقت ہے کہ دینِ عیسوی کی اِبتداء یروشلیم سے ہوئی جو فاتحِ اجل حضور المسیح کی قبر سے بہت قریب ہے۔ آپ کی وفات کے چند سال بعد ہی ہزارہا انسان آپ کی پیروی کرنے لگے۔ کسی نے یہاں تک کہا ہے کہ چھ۶ سال ہی میں مسیحیوں کی تعداد اُس علاقہ میں جہاں حضور المسیح نے زندگی بسر کی اور وفات پائی، غیر مسیحیوں سے بڑھ گئی۔ بتیس۲ سال بعد کلیسیا کے ایک بزرگ نے پولُس رسول سے کہا "ہزارہا یہودی ایمان لے آئے ہیں"۔ پروفیسر ریمزے کا بیان ہے کہ ابتداء میں مسیحیت غیر تعلیمیافتہ لوگوں کی نسبت تعلیمیافتہ طبقے میں جلد پھیلی۔ یہ کتنی تعجّب کی بات ہے کہ کسی نے بھی اُن مومنین کے سامنے قبر کی شہادت کو بطورِ دلیل پیش نہ کیا! اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور مسیح کے رسُولوں کا دعویٰ درست تھا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ قبر کے خالی ہوتے یا نہ ہونے کے بارے میں کبھی اِختلاف پیدا ہی نہیں ہُوا۔ اِس کے بارے میں نہ تو کوئی ذکر کرتا ہے اور نہ اُس کی زیارت کے لئے جاتا ہے۔ دُوسرے مذاہب کے بزرگوں کے مزاروں کے برعکس حضرت عیسیٰ مسیح کی قبر پر کوئی بھی اپنی عقیدت کے اِظہار کے لئے نہیں جاتا۔ عالمگیر تصوّر یہی ہے کہ قبر خالی تھی۔ (دیگر اِعتراضات کے مُتعلق نظریہ دو۲ کا مطالعہ کیجئے)۔

(۴) آپ مرے نہیں بلکہ بے ہوش ہو گئے تھے۔ رومیوں کے دستور کے مُطابق مصلُوب کی ٹانگیں توڑی جاتی تھیں۔ اِس کا مقصد یہ تھا کہ اگر مصلوب میں تھوڑی بہت جان باقی ہے تو وہ بھی نکل جائے۔ جب رومی کپتان حضور المسیح کی صلیب کے پاس آیا تو اُس نے دیکھا کہ آپ وفات پا چُکے ہیں۔ وہ ایک تجربہ کار شخص تھا اور اُس نے بہت سے ایسے واقعات دیکھے تھے۔ وُہ موت کی علامات کو صحیح طور پر جانتا تھا۔ اُسے آپ کی موت کا اِسقدر یقین تھا کہ آپ کے پائے مُبارک توڑنے کی پرواہ تک نہ کی۔ بلکہ اُس نے نیزہ اُٹھایا اور آپ کا پہلوئے مُبارک چھید ڈالا۔

جب آپ کا جسدِ مُبارک صلیب سے اُتارا گیا تو اُسے عبرانی رسمِ تدفین کے مُطابق تیار کیا گیا۔ یہودیوں میں لاش کو اس طرح کفنایا جاتا تھا کہ ایک لمبی پٹی لاش کے گرد لپیٹی جاتی تھی یہاں تک کہ لاش ریشم کے کیڑے کے کویا کی مانند نظر آنے لگتی تھی۔ پٹی کی ہر تہ میں مسالہ بھر دیا جاتا تھا۔ یہ مسالہ تقریباً ستو

یا دو سَو پونڈ ہُوا کرتا تھا۔ مُردے کے ہاتھ اُس کے پہلُو میں کس کر باندھ دِئے جاتے تھے۔ اگر وُہ زندہ بھی ہو جائے تو بھی اُس کے لئے ہاتھ ہلانا مُمکن نہیں ہو سکتا۔ اِس حالت میں فرار ہونا نامُمکن ہَے۔

اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ جناب مسیح اِس نامُمکن کام میں کامیاب ہو گئے تو بھی قبر کے مُنہ سے اُس بھاری پتھر کو ہٹانے کا مسٔلہ درپیش تھا، جسے تین عورتیں مل کر بھی سرکانے سے عاجز تھیں۔

آپ کی انتہائی کمزور حالت کے پیشِ نظر جو کہ تین چار دن متواتر دُکھ اُٹھانے اور کھانا اور پانی نہ ملنے کا نتیجہ تھی، یہ نامُمکن نظر آتا ہَے۔ اور اس کے بعد پھر پہریداروں کی نظر سے بچ نکلنا تو اور بھی ناقابلِ یقین بات ہَے۔ یہ پہریدار بڑے مُستعد تھے کیونکہ وُہ جانتے تھے کہ اُن کی ذرا سی بھول چُوک اُن کی موت کا باعث بن جائے گی۔ وُہ بڑے سخت جان اور تربیّت یافتہ سپاہی تھے۔

بفرضِ محال یہ مان بھی لیا جائے کہ آپ نے اس ناقابلِ یقین کارنامہ کو انجام دے لیا، تو اپنے آپ کو اپنے حواریوں پر ظاہر کرنا تھا، اور اِس اِنتہائی کمزور حالت میں اُنہیں یقین دلانا تھا کہ آپ نے موت پر فتح حاصل کر لی ہَے۔ آپ کا اُن پر ظاہر ہونا اتنا پُراثر ہونا لازمی تھا کہ وُہ قائل ہو جاتے اور اُن کی تعظیم و تکریم پرستش کی صورت اختیار کر لیتی! لیکن اِس کا مطلب یہ ہوتا کہ آپ فوق البشر ہونے کے باوجُود انتہائی کاذب اور فریبی نکلتے، اِس لئے کہ آپ نے اپنے جی اُٹھنے کے متعلق لوگوں کو فریب دینے کی کوشش کی۔ نیز آپ نعوذ باللہ خُدا کی بے حُرمتی کرنے والے بھی ٹھہرتے، کیونکہ آپ نے وُہ پرستش قبول کی جو صرف خُدا کا حق ہَے۔ یہ ایک نبی کے کردار سے کتنی گھٹیا بات ہَے! کیونکہ آپ کو نبی بھی کہا جاتا ہَے۔

اِس "نظریۂ غش" پر ایک مشہور جرمن متشکک مسٹر آؤس نے بڑا سخت اِعتراض کیا ہَے۔

"یہ نامُمکن ہَے کہ ایک ایسا شخص جو نیم مُردہ حالت میں قبر سے باہر نکلا ہو، کمزوری اور بیماری کے باعث لڑکھڑا رہا ہو، جسے تیمارداری، مرہم پٹی اور مقوّی ادویہ کی ضرورت ہو، اور جو ابھی تک اپنی مُصیبتوں میں گرفتار ہو اپنے حواریوں کو یہ یقین دلا سکے کہ وُہ موت اور قبر پر فتح پا کر زندگی کا شہزادہ ٹھہرا ہَے، ایک ایسا یقین جو آپ کے حواریوں کی مُستقبل کی خِدمات کے لئے بُنیاد بنتا۔ آپ کا اس طرح سے ہوش میں آنا حواریوں پر اُس اثر کو جو آپ نے اپنی زندگی اور موت کے وسیلے سے ڈالا تھا کمزور کر دیتا۔ یہ اُن کی نوحہ خوانی کا باعث تو بنتا، لیکن کسی صُورت میں بھی اُن کے غم کو جوش و خروش میں اور اُن کی تعظیم و تکریم کو پرستش میں کبھی نہ بدل سکتا تھا۔"

(۵) آپ کے جسدِ مُبارک کو رومی یا یہُودی حاکموں نے اُٹھوا دیا، غالباً اِس خیال سے کہ لوگ آپ کی قبر کو زیارت گاہ نہ بنا لیں۔ بائبل مُقدّس میں، نیز ابتدائی مسیحی بُزرگوں کی تحریرات میں بھی مرقُوم ہَے کہ یہُودی رومی حاکم کے پاس درخواست لے کر گئے تھے کہ وُہ قبر پر پہرہ لگا دے، تا ایسا نہ ہو کہ کوئی آپ کے جسدِ مُبارک کو وہاں سے غائب کر دے۔ جب حضُور المسیح کے جی اُٹھنے کی خبر پھیلنے لگی تو یہُودی حُکام نے اس خبر کو روکنے کے لئے مجبُوراً جواب نشر کیا۔ یہ لوگ بڑے ذہین اور تربیّت یافتہ شخص تھے۔ اُنہوں نے اپنا جواب نہائت اِحتیاط سے تیار کیا ہو گا۔ تاہم اُن کا یہ جواب کہ حواری چُرا کر لے گئے کِتنا کمزور ہَے۔ اور یہ جواب تو اور بھی بودا اور کمزور ہوتا اگر کہتے کہ حُکام نے خُود آپ کے جسدِ مُبارک کو وہاں سے اُٹھوایا ہَے۔ اگر یہ حقیقت تھی تو وُہ لاش پیش کر سکتے تھے اور یہ خبر

غلط ثابت ہو جاتی۔

غالباً یہودیوں نے آپ کے ساتھیوں کے خوف زدہ ہونے سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ وہ جانتے تھے کہ جب اُن کی جان کو خطرہ لاحق ہُوا تو وہ اپنے سردار کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ ایسے بزدِل اِنسان یہ ہمّت ہر گز نہیں کر سکتے کہ وہ اِس اِلزام کی علانیہ تردید کریں۔ یہ خیال بظاہر دُرست ثابت ہو رہا تھا کیونکہ کئی ہفتوں تک شاگردوں نے خاموشی اختیار کئے رکھی تھی۔ لیکن یہودی حُکّام کو یہ معلوم نہیں تھا کہ ہادیٔ برحق حضورِ مسیح نے خود حواریوں کو خاموش رہنے کو کہا ہے تا وقتیکہ اُنہیں خُدا تعالیٰ کی طرف سے پاک رُوح نہ ملے۔ پھر اچانک چالیس دِن کے بعد پینتیکوست کے دن رُوحِ پاک نازِل ہو گیا اور اُن بُزدل اور خاموش آدمیوں کو ایسا دلیر بنا دیا کہ وہ اپنے جی اُٹھے آقا و خُداوند کی مُنادی کرنے کیلئے اپنی شہرت اور دوست و احباب یہاں تک کہ اپنی زندگیوں کو بھی خطرہ میں ڈال دینے کو تیار ہو گئے۔

یہودی حُکّام کے اِس نظریہ کو پیش کرنے کی وجہ کہ حواری لاش چرا کر لے گئے ہیں، خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہو، لیکن حواریوں کی اِس دلیرانہ مُنادی نے ان کیلئے ایک نئی اُلجھن پیدا کر دی تھی۔ اب زیادہ تعداد میں لوگ حواریوں کے ہمدرد بن گئے۔

حُکّام لوگوں کو مسیحیت اختیار کرنے سے روکنے میں ناکام ہو چکے تھے، ایسی حالت میں اُن پر لازم تھا کہ وہ اُس ناقابلِ تردید ثبوت یعنی لاش کو پیش کر دیتے! (نظریہ ۲ بھی دیکھئے)۔

(۶) آپ کی لاش کو ارمتیہ کے یُوسف نے کسی دُوسری جگہ مُنتقل کر دیا۔ آپ کے ایک امیر خُفیہ شاگرد نے آپ کی لاش کو دفنانے کی اِجازت حاصل کر لی۔

جب آپ کی موت واقع ہُوئی اور لاش صلیب پر سے اُتاری گئی تو سبت شروع ہونے ہی کو تھا۔ سبت کے دن یہُودیوں کو کام کرنا، یہاں تک کہ مُردے دفن کرنا بھی منع تھا۔ اِس نظریہ کے مُطابق، یُوسف نے جلدی سے لاش کو اپنی قبر میں رکھ دیا جو نزدیک ہی تھی۔ پھر جب سبت کا دِن گُزر گیا تو اُس نے لاش کو کسی دُوسری جگہ مُنتقل کر دیا۔

اگر یوسف نے ایسا کیا تو اُس نے یقیناً صبح سویرے عورتوں کے قبر پر آنے سے پیشتر اندھیرے میں کیا ہو گا، ورنہ عورتوں کی یوسف سے ضرور ملاقات ہوتی یا پھر لاش کو وہاں موجود پاتیں! ایسے کام رات کے وقت کرنا ناقابل تصوّر معلُوم ہوتا ہے۔

اگر یوسف لاش کو وہاں سے ہٹاتا تو یہ بات سب کو معلوم ہو جاتی کیونکہ اُسے لاش کو ہٹانے کیلئے حُکّام سے اجازت لینی پڑتی، ورنہ پہریدار اُسے قبر کے نزدیک جانے ہی نہ دیتے۔ اس کا مطلب یہ ہُوا کہ حُکّام کو معلُوم ہوتا کہ لاش کہاں ہے اور وہ اُسے ضرُورت کے وقت پیش کر سکتے تھے۔ پھر اُنہیں یہ کمزور جواب دینے کی ضرُورت ہی نہ پڑتی کہ حواری چُرا کر لے گئے ہیں۔ پھر لاش ہٹانے کے لئے یوسف کو مددگاروں کی بھی ضرُورت ہوتی کیونکہ قبر کے مُنہ پر ایک بھاری پتھر رکھا ہُوا تھا جسے تین عورتیں مل کر بھی ہلا نہ سکی تھیں۔ چنانچہ جب حضرت عیسیٰ مسیح کے جی اُٹھنے کی خبر پھیلی تو یہ مددگار حقیقت کو ظاہر کر سکتے تھے۔ اُس وقت لاش پیش کی جا سکتی تھی اور معاملہ ختم ہو جاتا۔ (نظریہ ۲ بھی دیکھئے)

(۷) حضور المسیح کو نہیں بلکہ کسی دوسرے آدمی کو صلیب دیا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اُنہوں نے ایک غلط شخص کو مصلوب کر دیا۔ ماسوا چند

مسلم علمائے کے اور کوئی اس نظریہ کا حامی نہیں۔ اکثر مسلم مصنّفین اِس نظریہ کی تائید میں "اِنجیل برنباس" کو لبطور سند پیش کرتے ہیں۔ اس جعلی اِنجیل میں یہ ذکر ہے کہ یہوداہ اسکریوتی حضورِ مسیح کا ہم شکل بن گیا اور اُسے آپ کی جگہ صلیب دے دیا گیا۔ مسیحی عُلمائ اور محقّقین نے نہائیت عرق ریزی اور اِحتیاط کیساتھ اس بیان کا تجزیہ کیا اور اِس جعلی اِنجیل کو پندرھویں یا سولھویں صدی عیسوی کی تحریر قرار دیا ہے یعنی اصل برنباس سے چودہ سو سال بعد کی تحریر۔ ہر قابلِ اِعتماد عالم جس نے اس تحریر کا مُطالعہ کیا ہے اُسے جعلی انجیل قرار دیا ہے۔

یہودی دینی راہنما حضورِ المسیح سے سخت مُتنفّر تھے۔ وہ ہر روز آپکی جاسوسی کرتے رہتے تھے۔ جب آپ لوگوں میں علانیہ تعلیم دیتے تھے تو وہ آپ کو پھانسنے کی کوشش کرتے تھے۔ وہ آپ کے حُلیہ سے اِسقدر واقف تھے کہ وہ فوق الفطرت مداخلت کے بغیر آپ کی پہچان میں ہرگز غلطی نہ کر سکتے تھے۔ بعض کا خیال ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے راستباز بندے کو بچانے کیلئے لوگوں کو دھوکا دیا، حالانکہ دُوسرے راستباز اس قسم کی مداخلت کے بغیر شہید کر دیئے گئے۔ ایسا دعوےٰ کرنا جناب عیسےٰ مسیح کو اور آپ کے حواریوں کو جھوٹا ٹھہرانے کے مُترادف ہے کیونکہ آپ اور آپ کے حواریوں کی تعلیمات کا زور زیادہ تر آپ کی موت اور جی اُٹھنے پر تھا۔ اِس کا مطلب یہ بھی ہے کہ بہت سے انبیائے سلف مثلاً حضرت موسیٰ، حضرت داؤد، حضرت یسعیاہ وغیرہ بھی غلطی پر تھے جنہوں نے آپ کی موت اور آپ کے جی اُٹھنے کی پیشینگوئیاں کی تھیں۔

علاوہ ازیں، فرضاً غلط پہچان کے باعث آپ موت سے بچ جاتے، تو بھی

آپ کو اپنے حواریوں کو فریب دے کر قائل کرنا پڑتا کہ میں مرگیا تھا اب جی اٹھا ہوں۔ ورنہ اس کا مطلب یہ ہوتا کہ حواریوں نے دیدہ دانستہ جھوٹ کا پرچار کرتے ہوئے اپنی جانیں دیں۔ آپ اپنی وفات کے بعد اپنے حواریوں اور دیگر پیروکاروں پر ظاہر ہوئے اور انہیں اپنے دستِ مبارک میں میخوں اور پہلوئے مُبارک میں نیزے کے نشان دکھائے۔ کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ خدائے پاک نے حواریوں کو دھوکا دینے کے لئے یہ نشانات حضورِ المسیح کے جسم پر لگائے؟ کوئی بھی صحیح الذہن اِس بات کا یقین نہیں کر سکتا۔

آخر الامر، اگر کوئی دُوسرا شخص مصلوب ہوا تو اُس کی لاش کہاں گئی؟

تمام شہادتیں اِس حقیقت کی طرف اِشارہ کرتی ہیں کہ حضورِ المسیح فی الحقیقت مُردوں میں سے زندہ ہوئے۔ صدہا سال سے لوگ مسیح کے جی اُٹھنے کا اِنکار کرتے آئے ہیں لیکن کسی نے بھی آپ کے جی اُٹھنے کی تردید میں کوئی پُختہ دلیل پیش نہیں کی۔ لوگ جناب المسیح کے جی اُٹھنے کا محض اِس لئے اِنکار کرتے ہیں کہ وہ آپ کے اَخلاقی اور رُوحانی تقاضوں کو قبُول کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتے۔ اگر آپ اپنے فرمان کے مُطابق حقیقتاً جی اُٹھے تو آپ فوق البشر ہیں جن کے فرمُوداتِ مُبارکہ پر یقین کیا جا سکتا ہے۔ آپ نے اُلوہیّت کا اور نجات دہندہ ہونے کا دعویٰ کیا، اِس لئے مُناسب یہی ہے کہ ہر مُتنفّس آپ کی فرمانبرداری کا دم بھرے۔

چوتھا باب

مسیحی ایمان کی سند

مسیحیوں کے نزدیک بائبل مُقدّس کی اہمیت بہت زیادہ ہے، کیونکہ وُہ اِسے خُدا کا کلام اور اپنے ایمان کی واحِد سند سمجھتے ہیں۔ وُہ اِسمیں دیکھتے ہیں کہ خُدا نے اِنسان پر اپنی مُحبّت کا اِظہار کیسے کیا اور کہ پاک خُدا تک پہُنچنے کا ذریعہ کیا ہے۔ حضُور یسوُع مسیح کی زِندگی اور تعلیمات کے مُتعلق معلُومات حاصل کرنے کے لئے ہمارا سب سے بڑا ذریعہ نیا عہد نامہ ہے۔ مسیح نے پُرانے عہد نامہ کو بھی خُدا کا کلام بتایا ہے۔ اس لئے اگر یہ ثابت کیا جا سکے کہ پرانا یا نیا عہد نامہ غلط ہے تو پھر مسیح کی ذاتِ مُبارکہ بھی مُتنازع بن جاتی ہے۔

ایک بے نظیر کتاب

مُخالفینِ مسیحیت نے بائبل مُقدّس کو نیست و نابُود کرنے کی لاحاصل کوشش کی ہے۔ بعض ممالک میں تو بائبل مُقدّس کو اپنے پاس رکھنا بھی سنگین جُرم ہے۔ لیکن ہزار ہا اِنسانوں نے اپنی جانوں کو قربان کرنا منظور کر لیا لیکن اپنی محبُوب کتاب کو ترک کرنا گوارا نہ کیا۔ بہت سے ظالِم حُکّام نے بائبل مُقدّس کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی خاطر اس کی لاتعداد جلدوں کو جمع کر کے نظرِ آتش کر دیا۔

ایک رومی شہنشاہ دیوقلیطیان نے مسیحیت کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے فرمان جاری کیا کہ "جس کسی کے پاس بائبل کی ایک جلد بھی پائی گئی

وُہ موت کا مُستحق ہوگا۔ اور اگر اُس کے خاندان کے افراد اُسکے بارے میں اِطلاع نہ دیں گے تو وُہ بھی موت کی سزا پائیں گے"۔ دو سال بعد شہنشاہ نے بڑے فخر سے دعویٰ کیا کہ "میں نے مسیحیوں کے نوشتوں کو رُوئے زمین سے نیست و نابُود کر دیا"۔ لیکن بعد ازاں جب شہنشاہ قسطنطین نے بائبل مُقدّس کی ایک جلد کے لئے معقُول انعام دینے کا اعلان کیا تو صرف چوبیس ۲۴ گھنٹوں کے اندر اندر اُس کے سامنے پچاس ۵۰ جلدیں پیش کر دی گئیں۔

فی زمانہ بائبل مُقدّس وُہ کتاب ہے جس کا سب سے زیادہ مُطالعہ کیا جاتا ہے۔ ایک مشہُور فرانسیسی دہریہ اور فلسفی والٹیر نے بائبل مقدّس کا تمسخُر اڑاتے ہوئے پیشینگوئی کی کہ "مسیحیت ایک صدی کے اندر اندر فنا ہو جائے گی" مگر ظرافتِ زمانہ تو دیکھئے کہ آج اُس کا اپنا گھر ہی بائبل ڈپو بنا ہُوا ہے، یعنی ایک ایسی جگہ جہاں سے بائبل مُقدّس کی ہزار ہا جلدیں دُنیا کے ہر گوشہ میں بھیجی جاتی ہیں۔

ہر وُہ شخص جس نے بائبل مُقدّس کا مُطالعہ کیا ہے یا اُس کے مُتعلق جانتا ہے فوراً اِس بات کو قبُول کر لے گا کہ وُہ ایک لاثانی کِتاب ہے۔ اِس کا قدیم ترین حصّہ تقریباً تین ۳ ہزار سال پُرانا ہے، تو بھی وُہ اب تک بجنسہٖ محفُوظ ہے جبکہ اُس زمانہ کی دیگر تصنیفات زمانہ کی دست بُرد سے نہ بچ سکیں۔ اِس کی اَخلاقی تعلیمات پر دُنیا کی کوئی کِتاب سبقت نہیں لے جاسکتی۔ ہر زمانہ میں اِس کا اثر زندگیوں پر انفرادی اور مجمُوعی طور پر ہُوا ہے۔ یہ جہاں کہیں پہُنچی، اِس کا نتیجہ روشنی اور ترقی کی صُورت میں نکلا۔

بائبل مُقدّس نہ صرف اِس لِحاظ سے غیر معمُولی کِتاب ہے کہ اِس میں بڑی قدرت ہے اور یہ کہ یہ نا قابلِ فنا ہے بلکہ اپنی تصنیفی حیثیت میں بھی عدیمُ المثال ہے۔ دیگر کتابوں کے مُصنّفین محض اِنسان تھے۔ بے شک اُن میں سے کئی ایک

بڑے عالم بھی تھے، لیکن بائبل مُقدّس کا دعوٰے ہے کہ گو اِسے آدمیوں نے لکھا لیکن خُدا تعالیٰ نے خُود اُسے اپنی راہنمائی میں لکھوایا۔ اِس ضِمن میں بائبل مُقدّس میں یُوں مَرقُوم ہے:

"داؤد نے خُود رُوحُ القُدس کی ہدایت سے کہا ..." (مرقس ۱۲ : ۳۶)۔

"ہر ایک صحیفہ جو خُدا کے اِلہام سے ہے تعلیم اور اِلزام اور اِصلاح اور راستبازی میں تربیت کرنے کے لئے فائدہ مند بھی ہے" (۲ تیمُتھیس ۳:۱۶)۔

"اور پہلے یہ جان لو کہ کتابِ مُقدّس کی کِسی نُبوّت کی بات کی تاویل کِسی کے ذاتی اختیار پر موقوف نہیں کیونکہ نبُوّت کی کوئی بات آدمی کی خواہش سے کبھی نہیں ہُوئی بلکہ آدمی رُوحُ القدُس کی تحریک کے سبب سے خُدا کی طرف سے بولتے تھے" (۲۔پطرس ۱: ۲۰-۲۱)۔

"اِسی نجات کی بابت اُن نبیوں نے بڑی تلاش اور تحقیق کی جنہوں نے اُس فضل کے بارے میں جو تم پر ہونے کو تھا نبوّت کی۔ اُنہوں نے اس بات کی تحقیق کی کہ مسیح کا رُوح جو اُن میں تھا اور پیشتر سے مسیح کے دُکھوں کی اور اُن کے بعد کے جلال کی گواہی دیتا تھا وہ کونسے اور کیسے وقت کی طرف اِشارہ کرتا تھا" (اِنجیلِ مُقدّس ۱۔پطرس ۱:۱۰-۱۱)۔

انبیائے سابقین نے اِس نجات سے واقِف ہونے اور اُسے حاصِل کرنے کی حتیّ المقدُور کوشش کی، لیکن ناکام رہے۔ مگر اُنہوں نے خدا تعالیٰ کے اِس فضل کی پیشین گوئی کی جو آج ہمیں حاصل ہے۔ اُنہوں نے اِس بات کو جاننے کی انتہائی کوشش کی کہ اُن میں جو مسیح کا رُوح کام کرتا تھا وُہ فضل کے بارے میں کون سے اور کیسے وقت کی طرف اشارہ کرتا تھا۔ آدمیوں نے کلام کیا اور لکھا لیکن اُنہوں نے یہ سب کچھ خُدا کے

پاک رُوح کی ہدایت و راہنمائی میں کیا۔ بائبل مُقدّس کو چالیس[۴۰] اشخاص نے تین[۳] مختلف زبانوں میں رقم کیا۔ یہ لوگ مختلف طبقوں سے تعلق رکھتے تھے۔ اُن میں کوئی بادشاہ تھا، کوئی چرواہا، کوئی نبی، کوئی محصول لینے والا، کوئی طبیب اور کوئی ماہی گیر۔ یہ سولہ سَو[۱۶] سال کے عرصہ میں مکمل ہوئی۔ بادشاہتیں قائم ہوئیں اور مِٹ گئیں، لوگ آئے اور گئے اور تہذیب رفتہ رفتہ ترقی کرتی گئی، لیکن اِس کے باوجُود بھی اِس کتاب میں وحدت قائم رہی۔ کتاب کے ساتھ ساتھ خیالات بھی ترقی کرتے جاتے ہیں، لیکن خیالات اور واقعات میں کوئی تضاد نہیں پایا جاتا۔ یہ کِتنے تعجب کی بات ہے کہ اِن حالات میں بائبل مُقدّس جیسی تسلسل و وحدت رکھنے والی کتاب تحریر ہو! یہ محض اِس لئے مُمکن ہُوا کہ خُدا تعالیٰ خُود اپنی زیرِ نگرانی اِسے احاطۂ تحریر میں لایا۔

یہی وُہ کتاب ہے جو سچّے مسیحیوں کی ایمان کی بُنیاد ہے۔ رُومی کلیسیا بائبل مُقدّس اور روایات دونوں کو ایمان کا رہبر تسلیم کرتی ہے۔ اِس کے برعکس پروٹسٹنٹ کلیسیا صرف بائبل مُقدّس ہی کو ایمان کی واحد سند سمجھتی ہے۔ وُہ کِسی ایسی بات کو ماننے کیلئے تیار نہیں، جس کی کوئی تسلّی بخش شہادت نہ مِلتی ہو۔ بائبل مقدّس کے مُتعلق بے شمار شہادتیں مِلتی ہیں کہ یہ خُدا تعالیٰ کا کلام ہے، لہٰذا الٰہی سند ہے۔ زبانی اور تحریری روایات میں یہ شہادت مَفقُود ہے۔ حضرت یہوداہ جو بائبل مُقدّس کے مصنّفین میں سے ہیں اُس ایمان کے متعلق فرماتے ہیں جو مُقدّسین کو ایک مرتبہ سونپا گیا۔ "اُے پیارو! جس وقت میں تم کو اُس نجات کی بابت لکھنے میں کمال کوشش کر رہا تھا جس میں ہم سب شریک ہیں تو میں نے تمہیں یہ نصیحت لکھنا ضرور جانا کہ تم اُس ایمان کے واسطے جانفشانی کرو جو مُقدّسوں کو ایک ہی بار سونپا گیا تھا" (یہُوداہ آیت ۳)۔ بائبل مُقدّس

کے اکثر عُلماء اِس آیت کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ انجیل جلیل ہی اِنسان کے لئے خُدا کا حتمی کلام و الہام ہے چنانچہ بائبل مُقدّس کا اختتام بھی اِن الفاظ سے ہوتا ہے:-

"مَیں ہر ایک آدمی کے آگے جو اِس کِتاب کی نبوّت کی باتیں سُنتا ہے گواہی دیتا ہُوں کہ اگر کوئی آدمی اُن میں کچھ بڑھائے تو خُدا اِس کتاب میں لکھی ہُوئی آفتیں اُس پر نازل کرے گا۔ اور اگر کوئی اِس نُبوّت کی کتاب کی باتوں میں سے کچھ نکال ڈالے تو خُدا اُس زندگی کے درخت اور مُقدّس شہر میں سے جن کا اِس کتاب میں ذکر ہے اُس کا حِصہ نکال ڈالے گا"۔

(انجیل منوّرہ۔ مکاشفہ ۲۲ : ۱۸-۱۹)

ایک مسیحی کیلئے بائبل مُقدّس بُہت ہی اہم کتاب ہے کیونکہ وُہ اُسے خُدا تعالیٰ کا کلام قبول کرنا اور اپنے ایمان کیلئے واحد سند سمجھتا ہے۔ وُہ اِس میں نوعِ انسان کیلئے خُدا تعالیٰ کی مُحبّت پاتا ہے۔ اُسے اس میں خُدا تعالیٰ تک رسائی کی راہ اور تسلّی بخش زندگی حاصل کرنے کا طریقہ مِلتا ہے

اِس سے پیشتر کہ کوئی شخص اس کتاب کو جو اِسقدر بُلند دعویٰ کرتی ہے قبول کرے، اُسے حق حاصل ہے کہ وُہ اِس کتاب کی صداقت کے اثبات طلب کرے۔ ذیل میں بائبل مُقدّس کی صداقت کے چند ثبوت دِئے جاتے ہیں جن سے وہ کلامُ اللہ ثابت ہوتی ہے۔

بائبل مُقدّس کا قابلِ اعتماد متن

اُن قدیم لاطینی اور یُونانی ادبیات کی نسبت جن کی صداقت کو ہم بلا چُون و چرا

تسلیم کر لیتے ہیں انجیلِ جلیل کے متن کے قابلِ اعتماد ہونے کی بابت بکثرت شہادتیں مِلتی ہیں۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ عُلمائے اِلٰہیات کی نسبت مُورخین انجیلِ مُقدّس کی صداقت کو ماننے کیلئے جلد تیار ہو جاتے ہیں۔

اِنجیلِ شریف کے متن میں فتوُر کے مُتعلق ہم اِس کتاب کے تیسرے باب میں بحث کر چُکے ہیں۔ مسیحی اور غیر مسیحی نقّادِ متن اس بات پر متفق ہیں کہ انجیلِ جلیل کا یُونانی متن وُہی ہے جو اس کے اصل نسخوں کا تھا مشکوک حِصّے اتنے خفیف ہیں کہ اُن سے بُنیادی تعلیم پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

عہدِ عتیق بھی اُتنا ہی قابلِ اعتماد ہے جتنی کہ انجیل شریف۔ سر فریڈرک کینین جیسے مشہور و معروف نقّاد کو یقین تھا کہ عہدِ عتیق میں وہی کچھ درج ہے جو اُس کے مُصنفین نے لکھا تھا۔ اُس کا یہ یقین زمانۂ حال میں دریافت کئے گئے قلمی نسخوں سے دُرست ثابت ہوتا ہے۔ یہ قلمی نسخے نتاعہ کے ہیں اور اِن میں عہدِ عتیق کا ایک بڑا حِصّہ پایا جاتا ہے۔

عبرانی، بڑی مذہب پرست قوم تھی۔ وُہ دینی تعلیم میں خفیف سی غلطی کرنا بھی بڑا سنگین جُرم سمجھتے تھے۔ جھُوٹ بولنے کی سزا موت تھی خواہ وُہ خُدا تعالیٰ پر ایمان بڑھانے کیلئے کیوں نہ بولا جائے۔ لہٰذا وُہ پاک نوِشتوں کو قلمبند اور نقل کرنے میں بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے۔ چونکہ وُہ قدامت پسند تھے اور کسی نئے خیال کو قبول کرنے کے لئے بمشکل تیار ہوتے تھے، اِس لئے عہدِ عتیق کی تحریرات کو قبُول کرنے کے لئے بڑی مضبُوط دلائل کی ضرُورت تھی۔ تخلیقِ عالم اور انسان کی پیدائش کی تاریخ کے سوا، باقی تمام بیانات واقعات وقُوع میں آنے کے تھوڑے عرصہ بعد ہی قلمبند کر لئے گئے تھے لہٰذا اُس زمانے کے لوگ جھوٹے بیانات کو فوراً بے نقاب کر دیتے۔ تاہم عبرانی قوم نے عہدِ عتیق

کو خدا کا بے خطا کلام مان لیا۔

آثارِ قدیمہ کی تحقیقات بائبل مُقدّس کے متن کی صحت کی تصدیق کرتی ہیں۔

متشککین تمسخر سے کہتے ہیں کہ بائبل مُقدّس میں ناقابلِ یقین واقعات درج ہیں۔ لیکن بائبل مُقدّس کے بارے میں آثارِ قدیمہ کے نئے نئے انکشافات نے اِن کے تمسخر کا دندان شکن جواب دیا ہے۔

مُتشککین کی نظر میں بائبل مُقدّس میں جو ایک ناقابلِ یقین کہانی بیان کی گئی ہے وہ سدُوم اور عمورہ کی تباہی کی کہانی ہے۔ بائبل مُقدّس فرماتی ہے کہ خُدا تعالیٰ نے حضرتِ لوط اور آپ کے خاندان کو باہر نکالا اور پھر ان شہروں پر آگ اور گندھک کی بارش برسائی۔ حضرتِ لوط کی بیوی نے جب پیچھے مُڑ کر دیکھا تو نمک کا ستون بن گئی۔ بعد ازاں جب حضرت لوط نے دیکھا تو شہر سے بھٹی کے دُھوئیں کی مانند دُھواں اُٹھ رہا تھا۔ (دیکھئے توریت شریف پیدائش باب ۱۹)۔

متشککین عرصہ دراز سے اِس واقعہ کو پریوں کی کہانی کہہ کر مذاق اُڑاتے رہے۔ لیکن ۱۹۲۸ء میں ڈاکٹر کائل کی سرکردگی میں سائنسدانوں کی ایک ٹیم نے اِن قدیم شہروں کے جائے وقوع پر پہنچ کر اُن کا مُعائنہ کیا۔ یہ وہ علاقہ ہے جہاں آج کل بحیرہ مُردار ہے۔ اِس جھیل کے نزدیک انہیں نمک کی چٹانوں کی تہیں ملیں۔ اِن میں ایک تہہ ڈیڑھ سو فُٹ موٹی اور چھ میل لمبی تھی۔ اِس نمک کے اوپر گندھک کی تہہ تھی۔ اِس علاقہ میں کافی مقدار میں تیل اور نارکول پایا جاتا تھا۔ بربادی کا کُل سامان موجود تھا بس گیس کو آگ لگنے کی دیر تھی۔

تمام شہادتیں اِشارہ کرتی ہیں کہ ایسا واقعہ ضرور وقوع میں آیا ہوگا کیونکہ چٹان کا ایک حصہ پھٹا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ حضرت لوط کی بیوی چوں کہ

پیچھے رہ گئی تھی اس لئے ممکن ہے کہ وہ نمک جو اُڑا ہوگا اُس سے لپٹ گیا ہوگا۔

حِتّی قوم جس کا عہدِ عتیق میں چھیالیس ۴۶ دفعہ ذکر آیا ہے، اِس کو بھی مذاق کا نشانہ بنایا گیا۔ اِس قوم کے مُتعلق اُس زمانہ کی تاریخ اور دیگر تحریرات میں کوئی ذکر نہیں ملتا۔ لہٰذا بعض عُلمائے نے اِس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ یہ بائبل کے مُصنّفین کی اپنی اختراع ہے۔ لیکن جدید تحقیق نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ حتّی قوم اپنے زمانہ کی ایک زبردست قوم تھی۔ موجودہ ترکی میں حتّیوں کے تراشے ہوئے مجسّمے، تختیاں اور کتبے فنِ مصوّری کے نمونے بڑی تعداد میں دریافت ہوئے ہیں۔

بائبل مُقدّس کا ایک اور واقعہ جو مُخالفین کے حملہ کا ہدف بنا ہے وہ شہر یریحو کی شکست ہے۔ جب حضرت یشوع اس شہر کے نزدیک پہنچے تو خُدا تعالیٰ نے اُنہیں غیر معمولی ہدایات دیں۔ اُنہیں کہا گیا کہ چھ دن تک وہ ہر روز شہر کے گرد چکر لگائیں لیکن ساتویں دن سات مرتبہ، اور پھر آخری چکر پر خوب زور سے للکاریں۔ جب اُنہوں نے ایسا کیا تو فصیل گر گئی۔ پھر حضرتِ یشوع اور اُن کا لشکر شہر میں داخل ہوگیا اور اُسے فتح کر لیا۔ اُنہوں نے خُدا تعالیٰ کی ہدایات کے مُطابق شہر کو لُوٹے بغیر جلا دیا۔ (یشوع باب ۶)۔

پروفیسر گارسٹنگ نے ۱۹۳۰ء ۔ ۱۹۳۷ء اِس جگہ کھدائی کی۔ انہیں یہ معلوم کر کے بڑی حیرت ہوئی کہ شہر کو لُوٹے بغیر جلا دیا گیا ہے۔ جلی ہوئی اشیاء سے معلوم ہوا کہ وہ گیہوں، دالوں اور گوندھے ہوئے آٹے کی راکھ ہے۔ اگر شہر پر باہر کی طرف سے حملہ ہوتا تو فصیل اندر کی طرف گری ہوتی، لیکن پروفیسر موصوف کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ فصیل جو پندرہ

فُٹ اونچی اور دس فُٹ چوڑی تھی باہر کی طرف گری ہُوئی ہے جس پر سے گزر کر حملہ آور آسانی سے شہر میں داخل ہو سکے۔

مُشتے نمونہ از خروارے کے مِصداق ہم نے بائبل مُقدّس کی صداقت کے ثبوت میں محض چند مثالیں پیش کی ہیں۔ جس کسی پہلو سے بھی بائبل مُقدّس کو جانچا اور پرکھا گیا وُہ قابلِ اعتماد ثابت ہُوئی ہے۔ مسٹر ڈبلیو۔ ایف۔ آل برائٹ جو ایک مشہور ماہر آثارِ قدیمہ ہیں عہدِ عتیق کے مُتعلق فرماتے ہیں کہ "بلا شُبہ علمِ آثارِ قدیمہ نے عہدِ عتیق کی تاریخی حقیقت کو ثابت کر دیا ہے"۔

سر ولیم ریمزے جو دُنیائے قدیم کے مستند ماہر مانے جاتے ہیں، اُن کا پہلے خیال تھا کہ بائبل مُقدّس اور خصُوصاً اعمال کی کِتاب جس کے مُصنّف حضرت لُوقا انجیل نویس ہیں قابلِ اعتماد نہیں ہے۔ آخر وُہ بذاتِ خُود قدیم فلسطین کے کھنڈرات کا معائنہ کرنے پہنچے۔ اُنہیں یقین تھا کہ بائبل مُقدّس کے مندرجات اور آثارِ قدیمہ کی دریافت میں بڑا فرق ہو گا۔ لیکن کئی سالوں کی تحقیق و تفتیش کے بعد اُنہیں اپنے خیالات تبدیل کرنے پڑے۔ ان کی تحقیق و تفتیش نے قدم قدم پر بائبل مُقدّس کے بیانات کی تصدیق کی۔ لہٰذا اُنہیں یقین ہو گیا کہ بائبل مُقدّس بلا شُبہ کلامُ اللہ ہے۔ اُنہوں نے اپنے خیالات کو دُنیا کے سامنے یُوں پیش کیا "میرا خیال ہے کہ حضرت لُوقا کے بیانات اب تک غلط ثابت نہیں ہُوئے۔ آپ دُوسرے مؤرخین کی نسبت اُنہیں خُوب چھان پھٹک کر دیکھیں۔ آپ جسقدر بھی گہرائی میں اُن کی تحقیق کریں گے اُنہیں اٹل پائیں گے"۔

ایک قدیم کتاب میں جدید سائنس

اگرچہ بائبل مُقدّس کا بُنیادی مَقصد سائنسی معلومات مُہیّا کرنا نہیں

ہے، تاہم جب وُہ سائنس کے کِسی موضُوع کو چھُوتی ہے تو نہایت صحت سے بیان کرتی ہے۔ نیز اِس کی ایک خُوبی اِس کا اِختصار ہے، خاص طور پر جب کہ ہم اِس کا مقابلہ قدیم کتُب سے کرتے ہیں جو اُوٹ پٹانگ باتوں سے بھری پڑی ہیں۔

بائبل مُقدّس کے جس بیان پر بہت زیادہ اِعتراضات کئے جاتے ہیں وُہ پیدائش کی کتاب کا پہلا باب ہے جس میں تخلیقِ عالم کا ذکر ہے۔ لوگوں نے تخلیق عالم کے مختلف نظریات پیش کئے ہیں۔ اِس ضمن میں بعض اوقات مسیحی بھی ایک دُوسرے سے مختلف نظریہ رکھتے ہیں۔ بائبل مُقدّس کا مَقصد تخلیقِ عالم کو مُفصّل طور پر بیان کرنا نہیں ہے۔ وُہ صرف اِس بات پر زور دیتی ہے کہ اُس کی تخلیق کا ذمّہ دار خُدا تعالےٰ ہے اور وُہی اُسے قائم رکھتا ہے۔

تخلیقِ عالم کے مُتعلق بائبل مُقدّس کے بیانات جدید سائنسی انکشافات کے عین مطابق ہیں۔ سائنسدانوں نے اپنی تحقیقاتِ تخلیق اور تخلیقِ عالم کے واقعات کا آپس میں موازنہ کر کے اُن میں حیرت انگیز مماثلت پائی۔

ہمارے عجائب گھروں اور لائبریریوں میں بائبل مُقدّس کے مصنّفین کے ہم عصر مصنّفین کی تحریرات ملتی ہیں جن میں تخلیق کے بارے میں محض افسانوی نظریات بیان کئے گئے ہیں۔ آثارِ قدیمہ کے کُل انکشافات میں آج تک کوئی ایسی تحریر نہیں مِلی جس کا بائبل کے تخلیقِ عالم کے بیانات سے مُقابلہ کیا جا سکے۔

سوال یہ ہے کہ بائبل مُقدّس کے مُصنّفین کو تخلیقِ عالم کا بُنیادی علم کیسے حاصل ہُوا، جس کے بیشتر حصّے کی تصدیق حال ہی میں سائنسدانوں نے

کی ہے؟ لیکن اس سے بھی زیادہ حیران کن بات یہ ہے کہ وہ تخلیق کی تفصیل کو ایسی درست ترتیب سے کیسے بیان کر سکے کہ سائنس اس میں کسی قسم کی غلطی نہ نکال سکی؟ یہ اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب کہ یہ بات براہِ راست خدا تعالیٰ کے الہام سے ہو۔

یہ تعجب کا مقام ہے کہ بائبل مقدس نہ صرف فطرت اور کائنات کے متعلق ہی مبینہ حقائق کو جدید سائنس کے مطابق بیان کرتی ہے بلکہ دیگر شعبوں میں بھی جدید سائنس سے متفق ہے۔ فی زمانہ انجینئرنگ نے بہت ترقی کی ہے۔ لیکن بائبل مقدس میں ایسی ہدایات ملتی ہیں جو جدید انجینئرنگ کے مطابق ہیں۔

ڈاکٹر ہیری ریمر نے ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے جو اس نکتہ کی مکمل تشریح کرتا ہے۔ وہ ایک مرتبہ بیابان میں حضرت موسیٰ کے خیمۂ اجتماع کے موضوع پر تقریر کر رہے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ نے ریت پر ایک مضبوط عمارت کھڑی کر کے اُن مسائل کو جو جدید انجینئرنگ کو ریگستان میں عمارت تعمیر کرنے کے سلسلہ میں پیش آتے ہیں حل کر دیا ہے۔ اس تقریر کے بعد ایک انجینئر اُٹھا اور کہنے لگا:

"میں مقرر کی خیمۂ اجتماع کی تقریر کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ میں اس بیان سے متفق ہوں کیونکہ حال ہی میں مجھے اس ضمن میں ایک تجربہ ہوا ہے۔ میرے ایک دوست کو ریگستان میں تعمیر کا کام کرنے والے مزدوروں کے رہنے کیلئے چھوٹے مکان بنانے پڑے۔ اُس نے یہی طریقہ استعمال کیا۔ اُس نے دیواروں کے لئے دو دو تختے استعمال کئے جنہیں آہنی سلاخوں اور پیچوں سے آپس میں جوڑ دیا۔ اُس نے اس طریقہ کے جملہ حقوق محفوظ کرانے کے لئے حکومت کو درخواست دی، لیکن اُس کی درخواست رد کر دی گئی۔ اُس نے عدالتِ عالیہ میں مقدمہ دائر کر دیا کہ عدالت محکمہ کو اس کے حق میں اس طریقہ کے جملہ حقوق محفوظ کرنے کے لئے مجبور کرے۔ لیکن وہاں بھی وہ مقدمہ ہار گیا۔ جج نے فیصلہ دیا کہ چونکہ ساڑھے تین ہزار سال پہلے اس طریقہ کو حضرت موسیٰ نے استعمال کیا تھا اس لئے یہ اس کے حق میں محفوظ نہیں کیا جا سکتا۔

وہ انجینئر اپنے دوستوں کے قہقہوں اور تالیوں کے شور میں بیٹھ گیا۔ اُس نے غیر شعوری طور پر اس قدیم کتاب کو جدید ثابت کر دیا۔ بائبل مقدس ایک قدیم کتاب ہے لیکن بیسویں صدی کے انجینئرنگ کے تجربات کے عین مطابق ہے۔

میدانِ طب میں بھی بائبل مقدس میں ایسے تصورات پائے جاتے ہیں جنہیں حال ہی میں موجودہ طبی سائنس نے قبول کیا ہے۔ اگر دنیا بائبل میں مرقوم طبی اصولوں پر غور اور عمل کرتی تو بہت سی مصیبتوں سے بچی رہتی۔ درجِ ذیل واقعہ اُن میں سے ایک ہے جو مندرجہ بالا بیان کی تشریح کرتے ہیں۔

ایک معزز شخص ایک شام تھکا ماندہ اپنے گھر آیا اور آرام کرنے کے لئے لیٹ گیا۔ وہ اپنی روزمرہ کی گھڑ سواری کے سبب سے بہت تھک گیا تھا۔ موسم کی خرابی کے باعث اُسے کھانسی کی بھی شکایت ہو گئی تھی۔ صبح اُسے بخار اور زکام بھی ہو گیا۔ اُس وقت کے طبی اصول کے مطابق اُس نے اپنے نوکر کو بلایا اور فصد کھولنے کو کہا۔ لیکن بیمار کی حالت بدتر ہوتی گئی لہٰذا ایک ڈاکٹر کو بلایا گیا۔ اُس کی رگوں سے اور خون نکالا گیا۔ یہ خون کا ضیاع اُس شخص کو بہت مہنگا پڑا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ یہ معزز شخص امریکہ کا پہلا صدر جارج واشنگٹن تھا۔

اس واقعہ کا المناک پہلو یہ ہے کہ اس عظیم فوجی اور سیاسی قائد کے نزدیک ہی ایک خوب استعمال شدہ کتاب پڑی تھی جس میں مرقوم تھا کہ "جسم کی جان خون میں ہے"۔ یہ وہ شخص تھا جس کا مقولہ تھا کہ "دنیا میں خدا تعالے

اور بائبل مُقدّس کے بغیر انصاف کے ساتھ حکومت کرنا ناممکن ہے"۔ یہ شخص اِس کتاب کے قریب ہی مرگیا جس کے مندرجات کو اُس وقت کے لوگ اگر آجکل کی طرح سمجھ گئے ہوتے تو اُس کی جان بچ جاتی۔

محکمۂ آثارِ قدیمہ کو ایک لمبی کتاب دستیاب ہوئی ہے جو ۱۶۰۰ ق م کی تصنیف ہے۔ اِس دلچسپ کتاب میں امراض کی وجہ فوق الفطرت قوتیں بیان کی گئی ہیں۔ اِس میں بیماریوں کا جو علاج بتایا گیا ہے اُس میں تعویز گنڈے اور جنتر منتر وغیرہ بھی شامل ہیں۔ دوسرے ذرائع بھی اِس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ قدیم زمانہ میں لوگ ایسے ہی علاج کیا کرتے تھے۔

بائبل مُقدّس اپنی طبّی تعلیمات کے اِعتبار سے حیرتناک کتاب ہے۔ حضرت مُوسےٰ نے حسبِ ذیل قوانین دئے۔ چوپایوں میں صرف وہی حلال ہیں جن کے کھُر چرے ہُوئے ہُوں اور جگالی کرتے ہوں (استثنا ۱۴ : ۶ – ۷)۔ طبِّ جدید اِس حُکم کی افادیت کی تصدیق کرتی ہے۔ بے شک کئی اقوام سُؤر اور خرگوش کا گوشت کھاتی ہیں لیکن کافی تحقیق کے بعد معلوم ہُوا ہے کہ اِن جانوروں میں اکثر طفیلی کیڑوں کی بیماری ہوتی ہے۔ ان کا گوشت اُس وقت ہی کھانے کے لائق ہوتا ہے جب کہ ان کی پرورش مُناسب طور پر ہوئی ہو اور گوشت اچھی طرح پکایا گیا ہو۔ بائبل مُقدّس میں فِطری موت مرے ہُوئے جانور کا گوشت کھانا بھی منع ہے (استثنا ۱۴ : ۲۱)۔ جدید طبّ نے ثابت کر دیا ہے کہ مُردار کا گوشت کھانے سے طفیلی کیڑوں کی بیماری پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔

موجُودہ دور ہی میں لوگوں کو معلُوم ہُوا ہے کہ گندا پانی خطرناک ہے، کیونکہ ہیضہ اور میعادی بُخار گندے پانی کے اِستعمال ہی سے پھیلتے ہیں۔ خُدا تعالےٰ نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ لوگ اُس پانی میں سے نہ پئیں جس

میں کوئی مُردہ جانور ہو۔ صرف بڑے تالاب کا اور بہتا ہُوا پانی ہی استعمال کریں (احبار ۱۱ : ۳۶)۔

قرنطینہ، ایک اور صحت کا قانون ہے۔ اُس زمانہ کی خطرناک بیماریاں آتشک (پوشیدہ بیماریاں) اور جذام تھیں۔ اِن بیماریوں کو روکنے کے لئے بائبل مُقدّس میں ایک پُورے باب میں ہدایات درج ہیں (احبار باب ۱۵)۔ کوڑھ جو ایک مکرُوہ اور لاعلاج بیماری تھی اِس کے مُتعلق اور بھی غیر معمُولی قوانین بیان کئے گئے ہیں۔ کوڑھی کو عوام سے علیحدہ رکھا جاتا تھا۔ ایسے گھر اور کپڑوں کو یہاں تک کہ مٹّی کے برتنوں کو بھی جو اُس کے استعمال میں رہے ہوں جلانا اور زمین میں دفن کرنا ضروری تھا (احبار باب ۱۳)۔

سائنس کی کتابوں میں اَغلاط پائی جاتی ہیں۔ لیکن یہ کتنے تعجّب کی بات ہے کہ بائبل مُقدّس جو سائنس کی کتاب نہیں ہے سائنس کے حقائق سے قطعی طور پر متفق ہو! اور مزید تعجّب کی بات یہ ہے کہ اُس میں ایسے سائنس کے حقائق بھی پائے جاتے ہیں جو زمانۂ جدید سے پہلے کسی کو معلوم نہ تھے۔ انسان اِن حقائق کو کیونکر تحریر کر سکتا تھا؟ بائبل مُقدّس کے مصنّفین ایسے لوگوں میں زندگی بسر کرتے تھے جن کے خیالات کائنات کے بارے میں بڑے عجیب و غریب تھے۔ لیکن اِس کے باوجود بھی اُن لوگوں نے سائنس کے ایسے حقائق بیان کئے ہیں جن سے اُس زمانہ کے لوگ قطعی ناآشنا تھے اور نہ اُن سے کوئی سائنسی غلطی ہی سرزد ہوئی۔ یہ صرف اُس وقت ہی ممکن ہو سکتا ہے جب کہ اُن کی تحریریں خُدا تعالیٰ کے الہام سے اور اُس کی ہدایت کے تحت لکھی گئی ہُوں۔

پانچواں باب

مستقبل کی خبر

دانا اشخاص مستقبل کے متعلق پیشینگوئی کرنے سے عموماً احتراز کرتے ہیں۔ بعض لوگ اندازاً کچھ کہتے ہیں لیکن مستقبل اور خاص طور پر مستقبل بعید کے متعلق کوئی شاذ ہی جرأت کے ساتھ پیشینگوئی کرے۔ یہاں تک کہ محکمہ موسمیات کی پیشینگوئی بھی جو کہ سائنس کے اصولوں کے مطابق ہوتی ہے اور صرف ایک دِن کے لئے ہوتی ہے کئی دفعہ غلط ثابت ہوتی ہے۔

لیکن بائبل مقدّس کی صداقت کے دعوے کی بنیاد پیشینگوئی پر ہے۔ اِسی سے ہم معلوم کرتے ہیں کہ وُہ کلام اللہ ہے۔

بائبل مقدّس میں صدہا پیشینگوئیاں پائی جاتی ہیں۔ اُن میں سے اب تک ایک بھی غلط ثابت نہیں ہوئی۔ اُن میں متعدد ایسی ہیں جو اب تک پوری نہیں ہوئیں لیکن آج تک کوئی ایسا واقعہ وقوع میں نہیں آیا جو اُن کے خِلاف ہو۔

بائبل مقدّس کی حزقی ایل کی کتاب میں جو ۵۹۰ق۔م میں تحریر ہوئی، اُسکے باب ۲۶ میں صور شہر کی بربادی کے متعلق مفصّل پیشینگوئی مِلتی ہے۔ صور جو فلسطین کے شمالی ساحل پر واقع تھا دولت سے مالا مال شہر اور تجارت کا مرکز تھا۔ خدا تعالیٰ نے اِس شہر کے متعلق فرمایا:

"دیکھ اے صور میں تیرا مخالف ہُوں اور بہت سی قوموں کو تجھ پر چڑھا لاؤں گا.....اور وُہ صور کی شہرپناہ کو توڑ ڈالیں گے اور اُس کے بُرجوں کو ڈھا دیں گے اور میں اُس کی مٹی تک کھرچ پھینکوں گا اور اُسے صاف

چٹان بنا دوں گا۔ وُہ سمندر میں جال پھیلانے کی جگہ ہو گا..... میں شاہِ بابل نبوکدنضر کو جو شہنشاہ ہے گھوڑوں اور رتھوں اور سواروں اور فوجوں اور بہت سے لوگوں کے انبوہ کے ساتھ شمال سے صور پر چڑھا لاؤں گا۔ وُہ ...تیرے پتھر اور لکڑی اور تیری مٹی سمندر میں ڈال دیں گے.....تب سمندر کے اُمراء اپنے تختوں پر سے اُتریں گے اور اپنے جُبّے اُتار ڈالیں گے اور اپنے زر دوز پیراہن اُتار پھینکیں گے۔ وُہ تھرتھراہٹ سے مُلبّس ہو کر خاک پر بیٹھیں گے۔ وُہ ہر دم کانپیں گے اور تیرے سبب سے حیرت زدہ ہونگے"۔

(حزقی ایل ۲۶: ۳-۴، ۷، ۱۲-۱۶)۔

۵۷۳ ق۔م شہنشاہ نبوکدنضر نے ۱۳ تیرہ سال کے محاصرہ کے بعد اُس شہر کو فتح کر لیا۔ وہاں کے باشندے ایک جزیرہ میں بھاگ گئے اور تمام قیمتی اشیاء اپنے ساتھ لے گئے۔ چونکہ نبوکدنضر اُن کا پیچھا نہ کر پایا اسلیے واپس بابل لوٹ گیا۔ دو سَو پچاس ۲۵۰ سال بعد سکندرِ اعظم نے کچھ اقوام کے ساتھ مِل کر اِس جزیرہ کا محاصرہ کر لیا۔ اِس کو فتح کرنے کے لئے سکندر نے خشکی سے اِس جزیرہ تک رستہ بنایا۔ اِس رستہ کو تیار کرنے کے لئے وُہ پُرانے شہر صور سے پتھر اور لکڑیاں لے آیا۔ چونکہ یہ کافی نہیں تھیں اِس لئے اس نے وہاں کی مٹی تک کھدوا کر منگوالی۔ اِرد گرد کی قومیں یہ دیکھ کر خوفزدہ ہو گئیں اور بغیر لڑے اطاعت قبول کر لی۔ آج بھی، قریباً ۲۵۰۰ سال بعد، وُہ زمین شہر آباد کرنے کے لئے نہایت عمدہ ہے، لیکن وہاں کوئی شہر آباد نہ ہُوا۔ وُہ ہموار اور بنجر زمین ہے جہاں مچھیرے اپنے جال سکھانے کے لئے پھیلاتے ہیں۔

مُلکِ بابل کے متعلق بھی ایک غیر معمولی پیشینگوئی کی گئی ہے:

(۱) "بابل ... ابد تک آباد نہ ہوگا اور پُشت در پُشت اُس میں کوئی نہ بسے گا۔
(۲) وہاں ہرگز عرب خیمے نہ لگائیں گے۔
(۳) اور وہاں گڈریئے گلوں کو نہ بٹھائیں گے۔
(۴) بریّن کے جنگلی درندے وہاں بیٹھیں گے ..." (بائبل مقدّس یسعیاہ ۱۳: ۱۹-۲۱)۔
یہ پیشینگوئی ۷۱۲ ق-م کی ہے۔
(۵) "نہ تجھ سے کونے کا پتھر اور نہ بنیاد کے لئے پتھر لیں گے بلکہ تو ہمیشہ تک ویران رہے گا، خُداوند فرماتا ہے" (یرمیاہ ۵۱: ۲۶)۔
یہ پیشینگوئی ۶۰۰ ق-م کی ہے۔

بابل ایک عظیم شہر تھا۔ اُس کی دو فصیلیں تھیں۔ اِس کے علاوہ اس کے گرداگرد ایک کھائی بھی تھی۔ شہر میں سے ایک دریا گزرتا تھا۔ جو تمام شہر کی پانی کی ضروریات پوری کرنے کے لئے کافی تھا۔ اِس شہر میں زراعت کے لئے بھی کافی زمین تھی۔ تاہم یہ عظیم شہر ۵۳۸ ق م میں برباد ہوگیا اور آج عرب اور دیگر لوگ اُس منظر سے خوفزدہ رہتے ہیں اور وہاں رات بسر کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ وہاں کوئی انسان نہیں رہتا اور نہ بھیڑوں کے باڑے ہیں۔ صرف گیدڑ اور جنگلی درندے بسیرا کرتے ہیں۔ اِس کے پتھر بھی کسی دُوسری جگہ استعمال نہیں کئے گئے۔ دیگر قدیم برباد شہروں کو دیکھنے کے لئے اکثر سیاح آتے رہتے ہیں لیکن شہر بابل اُن شہروں کی فہرست میں نہیں ہے۔ اگر کوئی بھولے بھٹکے وہاں پہنچ جائے تو اور بات ہے۔

یروشلیم کی بابت رحمتِ عالم حضور المسیح نے خُود کم از کم پچیس ۲۵ پیشینگوئیاں کی تھیں جو پُوری ہو چکی ہیں۔ بے شک آپ نے دُنیا کے خاتمہ کے متعلق جو پیشینگوئیاں کیں وہ ابھی تک پُوری نہیں ہوئی ہیں لیکن آپ نے اپنے پیروکاروں

کو ایک نشان دیا تھا تاکہ وُہ اُس بربادی سے بچ سکیں۔ آپ نے فرمایا "پھر جب تم یروشلیم کو فوجوں سے گھرا ہُوا دیکھو تو جان لینا کہ اُس کا اُجڑ جانا نزدیک ہے" (انجیلِ منوّرہ، لُوقا ۲۱: ۲۰)۔

سامعین کو یہ آگاہی بڑی عجیب معلوم ہوتی ہوگی کہ وُہ دُشمن کے محاصرے کے بعد شہر چھوڑ دیں! رُومی جنرل کارتیس نے بعد ازاں ایک بڑی فوج کے ساتھ شہر یروشلیم کا محاصرہ کر لیا۔ ایک غیر مسیحی موٴرخ یوسیفس کے بیان کے مُطابق پھر کارتیس نے بلا وجہ مُحاصرہ اُٹھا لیا اور وہاں سے چلا گیا۔ اُس وقت مسیحی جنہیں اپنے خُداوند کی آگاہی پر یقین تھا وہاں سے کسی دوسرے شہر کو بھاگ گئے۔ اِس کے بعد ۷۰ء میں رومی جنرل طِطُس نے ایک بڑی فوج کے ساتھ اس شہر کا مُحاصرہ کر لیا۔ اِس مرتبہ شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی اور یروشلیم بالکل برباد ہو گیا۔

اُسی زمانہ میں جنابِ یسوع مسیح کی دیگر پیشینگوئیاں بھی پُوری ہوئیں۔ ہیرودیس بادشاہ کی تعمیر کردہ عالی شان ہیکل کے مُتعلق آپ نے فرمایا تھا۔ "...... تو اِن بڑی بڑی عمارتوں کو دیکھتا ہے؟ یہاں کسی پتھر پر پتھر باقی نہ رہے گا جو گرایا نہ جائے" (انجیلِ منوّرہ مرقس ۱۳: ۲)۔ طِطُس کی سپاہ نے اُس کے حُکم کی خِلاف ورزی کرتے ہوئے اِس ہیکل کو بھی پیوندِ زمین کر دیا۔

"اور وہ تلوار کا لقمہ ہو جائیں گے اور اسیر ہو کر سب قوموں میں پہنچائے جائیں گے اور جب تک غیر قوموں کی میعاد پُوری نہ ہو یروشلیم غیر قوموں سے پامال ہوتی رہے گی" (انجیل شریف لُوقا ۲۱: ۲۴)۔ طِطُس کی فتح کے بعد یہ شہر ہمیشہ غیر قوموں (غیر یہودیوں) کے قبضہ میں رہا۔ ہر زمانہ میں یہودی یروشلیم

میں ہیکل کو تعمیر کرنے اور اُسے پھر اپنی پرستش کا مرکز بنانے کے خواب دیکھتے
رہے ہیں۔ لیکن یہ خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوئے۔ یہ شہر غیر قوموں کے ہاتھ ہی
ہی میں رہا۔ ایک مرتبہ یہودیوں کو اُمید ہو گئی تھی کہ اُن کا خواب پورا ہو جائیگا۔
روما کے شہنشاہ یولیان مُرتد کے دل میں مسیحیت کو نیست و نابود کرنے کی
آگ بھڑک رہی تھی۔ اُسے اِس پیشینگوئی میں ایک راستہ نظر آیا۔ اگر وہ اِس
پیشینگوئی کو غلط ثابت کر دے تو لوگوں کا چشمۂ حیات حضورِ المسیح کے الفاظ
پر سے اعتماد اٹھ جائے گا اور وہ مسیحیت کی طاقت کو توڑ سکے گا۔ پس اُس
نے ایک عظیم الشان ہیکل تعمیر کرنے کا اعلان کر دیا۔ یہودیوں نے بڑے جوش و
خروش سے اِس تجویز کا خیر مقدم کیا۔ لیکن ایک مشہور مؤرخ ایڈورڈ گبن کے بیان
کے مُطابق زلزلے، طوفان اور آتشی مادہ نکل پڑنے کے باعث اُس ہیکل کی ڈالی
ہوئی نیو تباہ ہو گئی اور وہاں تک پہنچنا ناممکن بن گیا، لہٰذا اِس تجویز کو ترک کرنا پڑا۔

یہاں بائبل مُقدس کی صدہا پیشینگوئیوں میں سے چند ایک بیان کی گئی ہیں۔
اِن سب کا پورا ہونا کیسے ممکن ہوا؟ کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ یہ وقوع میں
آنے کے بعد تحریر کی گئیں! اِن میں سے بہتوں کے مُتعلق یقینی گواہی موجود ہے
کہ یہ واقعات سے بہت پہلے لکھی گئی تھیں۔

لیکن اِن سے بھی زیادہ حیران کُن وہ پیشینگوئیاں ہیں جو کلمۃُ اللہ جناب
یسوع مسیح کے بارے میں ملتی ہیں۔ عہدِ عتیق (توریت، زبور، صحائف الانبیا)
میں آنے والے مسیح (ممسوح) کے مُتعلق تین سَو سے زیادہ حوالے پائے
جاتے ہیں۔ اِن میں سے بہت سی پیشینگوئیوں کے مُتعلق حضور یسوع مسیح
نے خاص طور پر بتایا ہے کہ یہ آپ کے بارے میں ہی ہیں۔ یہودی جو آپ
سے نفرت کرتے تھے ہر صورت سے آپ کے قول و فعل کو غلط ثابت

کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ لیکن کوئی ایسی شہادت نہیں ملتی کہ اُنہوں
نے کبھی آپ کے اِس دعوے کو یہ کہتے ہوئے جھٹلایا ہو کہ عہدِ عتیق کی یہ پیشینگوئیاں
آپ کے مُتعلق نہیں ہیں۔ آپ کے زمانہ میں تمام یہودیوں کو علم تھا کہ یہ
پیشینگوئیاں عہدِ عتیق میں پائی جاتی ہیں۔

اِس کے باوجود بھی بعض علماء نے اِن پر اعتراض کیا ہے۔ اُن کا کہنا تھا کہ یہ
پیشینگوئیاں آپ کی آمد کے بعد عہدِ عتیق میں داخل کر دی گئی ہوں گی۔ مُعترضینِ
بائبل مُقدس عام طور پر اِس خیال کو قبول کرتے رہے ہیں۔ لیکن حال ہی میں
بائبل مُقدس کے جو نسخہ جات برآمد ہوئے ہیں اُن سے یہ خیال قطعی طور پر ردّ
ہو جاتا ہے۔ اب مُعترضین اِس بات کو ماننے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ یہ نسخے جو برآمد
ہوئے ہیں حضور المسیح سے کم از کم سَو سال پیشتر کے ہیں۔ اِن میں سے بحرِ مُردار
کے طومار خاص طور پر مشہور ہیں جن میں حضرت دانی ایل کے صحیفے کے نبوتی حصے
اور حضرت یسعیاہ (اشعیاہ) کا مکمل صحیفہ شامل ہیں۔ یہ دونوں عہدِ عتیق
کے وہ صحیفے ہیں جن میں آپ کے متعلق مشہور پیشینگوئیاں پائی جاتی ہیں چونکہ
اِن نسخوں کی دستیابی سے لوگوں میں شک و شُبہ پیدا ہو گیا تھا، اِس لئے اِن کی
سخت ترین جانچ پڑتال ہوئی لیکن وہ بالکل صحیح ثابت ہوئے۔ مشہور و معروف
ماہرِ آثارِ قدیمہ ڈبلیو۔ ایف آل برائٹ، اِن نسخوں کی تاریخِ تحریر جناب یسوع
مسیح سے سَو سال پیشتر بتاتے ہیں۔ ڈاکٹر ایس۔ اے۔ برن بوم جو برطانیہ
کے سامی تحریر کے سب سے بڑے ماہر مانے جاتے ہیں اور جو لندن سکول
آف اورئنٹیل اینڈ افریکن اسٹیڈیز سے تعلق رکھتے ہیں، یسعیاہ نبی کے طومار
کی تاریخ تحریر ۱۷۵ اور ۱۵۰ ق م کے درمیان قرار دیتے ہیں۔ قدیم تحریرات
کے نقریباً تمام ماہرین اِن تاریخوں کو قبول کرتے ہیں بلکہ اِن میں سے بعض

توانہیں اس سے بھی قدیم بناتے ہیں۔

مُقابلہ کرنے میں آسانی کے لئے درج ذیل خاکہ میں عہدِ عتیق کی پیشینگوئیوں اور عہدِ جدید میں اُن کی تکمیل کو آمنے سامنے رکھا گیا ہے۔ پیشینگوئیوں کی تقریباً تاریخ کو حوالہ کے سامنے لکھ دیا گیا ہے۔ اِن کی تکمیل ۴ ق۔م سے لیکر ۲۹ء کے درمیان ہوئی۔ یہ وُہ زمانہ ہے جبکہ حضورِ مسیح اس زمین پر تھے۔

بعض یہ کہہ سکتے ہیں کہ جنابِ یسوع مسیح نے دیدہ دانستہ اِن پیشینگوئیوں کے مُطابق عمل کیا تاکہ مسیحِ موعُود ہونے کا دعویٰ کر سکیں۔ لیکن یاد رہے کہ یہ پیشینگوئیاں بہت سے ایسے واقعات کے بارے میں تھیں جن پر آپ کا اختیار صرف اُس صورت میں ہوتا اگر آپ اِلٰہی ذات ہوتے۔

مسیح موعود کی اپنی خدمت کے شرُوع ہونے سے پیشتر ایک نبی نے برپا ہونا تھا جس نے عوام کو آپ سے روشناس کرانا تھا۔

پیشینگوئی	تکمیل
(۱) ”دیکھو میں اپنے رسُول کو بھیجونگا اور وُہ میرے آگے راہ درُست کریگا اور خُداوند جس کے تم طالِب ہونا گہاں اپنی ہیکل میں آموجود ہوگا۔ ہاں عہد کا رسُول جس کے تم آرزُومند ہو آئے گا ربُّ الافواج فرماتا ہے“ (عہدِ عتیق ملاکی ۳:۱) قبل از مسیح ۴۰۰ سال۔	”یوحنّا آیا اور بیابان میں بپتسمہ دیتا اور گناہوں کی مُعافی کیلئے توبہ کے بپتسمہ کی مُنادی کرتا تھا“ (عہد جدید مرقس ۱:۴) ”جب لوگ مُنتظر تھے اور سب اپنے اپنے دل میں یوحنّا کی بابت سوچتے تھے کہ آیا وُہ مسیح ہے یا نہیں، تو یُوحنّا نے ان سب کے جواب میں کہا ”میں تو تمہیں پانی سے

پیشینگوئی	تکمیل
”پُکارنے والے کی آواز! بیابان میں خُداوند کی راہ درُست کرو۔ صحرا میں ہمارے خُدا کیلئے شاہراہ ہموار کرو“ (عہدِ عتیق یسعیاہ ۴۰:۳) قبل از مسیح ۷۰۰ سال	بپتِسمہ دیتا ہوں مگر جو مجُھ سے زور آور ہے وُہ آنے والا ہے میں اُس کی جُوتی کا تسمہ کھولنے کے لائق نہیں وُہ تمہیں رُوح القدُس اور آگ سے بپتِسمہ دیگا“ (عہدِ جدید لُوقا ۳:۱۵-۱۶)۔

۲۔ مسیحِ موعود جو تشریف لائیں گے کنواری سے تولّد ہونگے۔

پیشینگوئی	تکمیل
”لیکن خُداوند آپ تُم کو ایک نشان بخشیگا۔ دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا پیدا ہوگا اور وُہ اس کا نام عمانوایل رکھے گی“ (یسعیاہ ۷:۱۴) قبل از مسیح ۷۰۰ سال۔	چھٹے مہینہ میں جبرائیل فرِشتہ خُدا کی طرف سے گلیل کے ایک شہر میں جس کا نام ناصرۃ تھا ایک کنواری کے پاس بھیجا گیا جس کی منگنی داؤد کے گھرانے کے ایک مرد یوسف نام سے ہُوئی تھی اور اس کنواری کا نام مریم تھا اور فرِشتہ نے اُس کے پاس اندر آکر کہا سلام تجھ کو جس پر فضل ہُوا ہے۔ خُداوند تیرے ساتھ ہے۔ وُہ اس کلام سے بہت گھبرا گئی اور سوچنے لگی کہ یہ کیسا سلام ہے۔ فرِشتہ نے اُس سے کہا اے مریم خوف نہ کر کیونکہ خُدا کی طرف سے تجھ پر فضل ہُوا ہے اور دیکھ تو حاملہ ہوگی اور تیرے بیٹا ہوگا۔ اُس کا

پیشینگوئی	تکمیل
	نام یسوع رکھنا۔ وُہ بزرگ ہوگا اور خُداتعالیٰ کا بیٹا کہلائے گا اور خُداوند خُدا اُس کے باپ داؤد کا تخت اُسے دے گا اور وُہ یعقوب کے گھرانے پر ابدتک بادشاہی کرے گا اور اُس کی بادشاہی کا آخر نہ ہوگا۔ مریم نے فرشتہ سے کہا یہ کیونکر ہوگا جبکہ میں مرد کو نہیں جانتی؟ اور فرشتہ نے جواب میں اُس سے کہا کہ رُوح القدس تجھ پر نازل ہوگا اور خداتعالیٰ کی قدرت تجھ پر سایہ ڈالے گی اور اِس سبب سے وُہ مولُودِ مُقدّس خُدا کا بیٹا کہلائیگا" (لُوقا ۱:۲۶-۳۵)۔ "اور وُہ یعنی حضرت یوسف ؑ اپنی بیوی (یعنی مریم مُقدّسہ) کو اپنے ہاں لے آیا اور اُس کو نہ جانا جب تک اُس کے بیٹا نہ ہُوا اور اُس کا نام یسوع رکھا" (متّی ۱:۲۴-۲۵)۔

۳۔ مسیحِ موعود شاہ داؤد کی اولاد سے ہونگے اور آپ ہمیشہ بادشاہت کریں گے۔

پیشینگوئی	تکمیل
"اُس کی سلطنت کے اقبال اور سلامتی	فرشتہ نے اُس سے کہا اے مریم، خوف

پیشینگوئی	تکمیل
کی کچھ انتہا نہ ہوگی۔ وُہ داؤد کے تخت اور اُس کی مملکت پر آج سے ابدتک حُکمران رہیگا۔ اور عدالت اور صداقت سے اُسے قیام بخشے گا ربُّ الافواج کی غیوری یہ کریگی"۔ (یسعیاہ ۹:۷) قبل از مسیح ۷۰۰ سال۔ "تیرا گھر اور تیری سلطنت سدا بنی رہیگی۔ تیرا تخت ہمیشہ کیلئے قائم کیا جائیگا" (۲ سموئیل ۷:۱۶)۔ قبل از مسیح ۱۰۰۰ سال	نہ کر کیونکہ خُدا کی طرف سے تجھ پر فضل ہُوا ہے اور دیکھ تُو حاملہ ہوگی اور تیرے بیٹا ہوگا۔ اُس کا نام یسوع رکھنا۔ وُہ بزرگ ہوگا اور خُداتعالیٰ کا بیٹا کہلائیگا اور خُداوند خُدا اُس کے باپ داؤد کا تخت اُسے دیگا اور وُہ یعقوب کے گھرانے پر ابدتک بادشاہی کرے گا اور اُس کی بادشاہی کا آخر نہ ہوگا" (لُوقا ۱:۳۰-۳۳)۔

۴۔ مسیحِ موعود یہوداہ کے ایک چھوٹے شہر بیت لحم میں تولّد ہونگے۔

پیشینگوئی	تکمیل
"لیکن اے بیت لحم افراتاہ اگرچہ تو یہوداہ کے ہزاروں میں شامل ہونے کیلئے چھوٹا ہے۔ تو بھی تجھ میں سے ایک شخص نکلے گا اور میرے حضور اِسرائیل کا حاکم ہوگا۔ اور اُس کا مصدرِ زمانۂ سابق، ہاں قدیم الایّام سے ہے"۔ (میکاہ ۵:۲) قبل از مسیح ۷۰۰ سال	"اُن دنوں میں ایسا ہُوا کہ قیصر اوگوستُس کی طرف سے یہ حُکم جاری ہُوا کہ ساری دُنیا کے لوگوں کے نام لکھے جائیں .... اور سب لوگ نام لکھوانے کے لئے اپنے اپنے شہر کو گئے۔ پس یوسف بھی گلیل کے شہر ناصرۃ سے داؤد کے شہر بیت لحم کو گیا جو یہودیہ میں ہے اِس لئے کہ وُہ داؤد کے گھرانے اور اولاد

پیشنگوئی	تکمیل
	سے تھا تاکہ اپنی منگیتر مریمؔ کے ساتھ جو حاملہ تھی نام لکھوائے۔ جب وُہ وہاں تھے تو ایسا ہُوا کہ اُس کے وضعِ حمل کا وقت آ پہنچا اور اُس کا پہلوٹھا بیٹا پیدا ہُوا۔ اور اُس نے اُس کو کپڑے میں لپیٹ کر چرنی میں رکھا کیونکہ اُن کے واسطے سرائے میں جگہ نہ تھی" (لُوقا ۲: ۱-۷)۔

۵۔ ایک بادشاہ گدھے پر سوار یروشلیم میں داخل ہوگا۔

پیشنگوئی	تکمیل
"اے بنتِ صیُون تو نہایت شادمان ہو۔ اے دُخترِ یروشلیم خُوب للکار کیونکہ دیکھ تیرا بادشاہ تیرے پاس آتا ہے۔ وُہ صادق ہے اور نجات اُس کے ہاتھ میں ہے۔ وُہ حلیم ہے اور گدھے پر بلکہ جوان گدھے پر سوار ہے" (زکریاہ ۹: ۹) قبل از مسیح ۵۰۰ سال۔	"پس شاگردوں نے جا کر جیسا یسوؔع نے اِن کو حکم دیا تھا ویسا ہی کیا۔ اور گدھی اور بچے کو لا کر اپنے کپڑے ان پر ڈالے اور وُہ اُن پر بیٹھ گیا۔ اور بھیڑ میں کے اکثر لوگوں نے اپنے کپڑے راستہ میں بچھائے اور اَوروں نے درختوں سے ڈالیاں کاٹ کر راہ میں پھیلائیں اور

پیشنگوئی	تکمیل
	بھیڑ جو اُس کے آگے آگے جاتی اور پیچھے پیچھے چلی آتی تھی پُکار پُکار کر کہتی تھی ابنِ داؔؤد کو ہوشعنا۔ مُبارک ہے وُہ جو خداوند کے نام سے آتا ہے۔ عالمِ بالا پر ہوشعنا" (متّی ۲۱: ۶-۹)۔

۶۔ مسیحِ موعُود کا ایک رفیق چاندی کے تیس ۳۰ سکّوں میں آپ کو فروخت کریگا۔

پیشنگوئی	تکمیل
"میرے دلی دوست نے جس پر مجھے بھروسہ تھا اور جو میری روٹی کھاتا تھا مجھ پر لات اُٹھائی" (زبُور ۴۱: ۹)۔ قبل از مسیح ۱۰۰۰سال "اور میں نے اُن سے کہا کہ اگر تمہاری نظر میں ٹھیک ہو تو میری مزدُوری مجھے دو نہیں تو مت دو۔ اور اُنہوں نے میری مزدُوری کیلئے تیس ۳۰ روپے تول کر دِئے" (زکریاہ ۱۱: ۱۲)۔ قبل از مسیح ۵۰۰ سال	"اُس وقت اُن بارہ ۱۲ میں سے ایک نے جس کا نام یہوؔداہ اسکریوتی تھا سردار کاہنوں کے پاس جا کر کہا کہ اگر میں اُسے تمہارے حوالے کرا دوں تو مجھے کیا دو گے؟ اُنہوں نے اُسے تیس ۳۰ روپے تول کر دے دِئے" وُہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ یہوؔداہ جو اُن بارہ ۱۲ میں سے ایک تھا آیا اور اُس کیساتھ ایک بڑی بھیڑ تلواریں اور لاٹھیاں لِئے سردار کاہنوں اور قوم کے بزرگوں کی طرف سے آ پہنچی اور اُس کے پکڑوانے والے نے اُن کو یہ نشان دیا تھا کہ جس کا میں بوسہ

پیشنگوئی	تکمیل
	تُوں کُہی ہے، اُسے پکڑ لینا۔ اور فوراً اُس نے یسوع کے پاس آکر کہا اے ربّی سلام! اور اُس کے بوسے لئے۔ یسوع نے اُس سے کہا میاں! جس کام کو آیا ہے وُہ کرلے۔ اِس پر اُنہوں نے پاس آکر یسوع پر ہاتھ ڈالا اور اُسے پکڑ لیا" (متی ۲۶: ۱۴-۱۵، ۴۷-۵۰)۔

۷۔ مسیح موعود کے فروخت ہونے سے جو روپیہ حاصل ہوگا وُہ ایک کُمہار کو دیا جائیگا اور یہ سودا ہیکل میں ہوگا۔

پیشنگوئی	تکمیل
"اور خُداوند نے مجھے حکم دیا کہ اِسے کُمہار کے سامنے پھینک دے یعنی اس بڑی قیمت کو جو اُنہوں نے میرے لئے ٹھہرائی۔ اور میں نے یہ تیس ۳۰ روپے لے کر خُداوند کے گھر میں کمہار کے سامنے پھینک دئے" (زکریاہ ۱۱: ۱۳)۔ قبل از مسیح ۵۰۰ سال	"جب اُس کے پکڑوانے والے یہوداہ نے یہ دیکھا کہ وُہ مجرم ٹھہرایا گیا تو پچھتایا۔ اور وُہ تیس ۳۰ روپے سردار کاہنوں اور بزرگوں کے پاس واپس لاکر کہا میں نے گناہ کیا کہ بے قصور کو قتل کیلئے پکڑوایا۔ اُنہوں نے کہا، ہمیں کیا؟ تُو جان۔ اور وُہ روپوں کو مقدس میں پھینک کر چلا گیا اور جاکر اپنے آپ کو پھانسی دی۔ سردار کاہنوں نے روپے لے کر کہا اِن کو ہیکل کے خزانے

پیشنگوئی	تکمیل
	میں ڈالنا روا نہیں کیونکہ یہ خون کی قیمت ہے۔ پس اُنہوں نے مشورہ کرکے ان روپوں سے کمہار کا کھیت پردیسیوں کے دفن کرنے کیلئے خریدا۔ اِس سبب سے وُہ کھیت آج تک خون کا کھیت کہلاتا ہے" (متی ۲۷: ۳-۸)۔

۸۔ مسیح موعود مارے جائینگے اور آپ کے پیرو پراگندہ ہو جائینگے۔

پیشنگوئی	تکمیل
"ربّ الافواج فرماتا ہے اے تلوار تُو میرے چرواہے یعنی اُس انسان پر جو میرا رفیق ہے بیدار ہو۔ چرواہے کو مار کہ گلہ پراگندہ ہو جائے" (زکریاہ ۱۳: ۷)۔ قبل از مسیح ۵۰۰ سال	"اُسی گھڑی یسوع نے بھیڑ سے کہا کیا تم تلواریں اور لاٹھیاں لے کر مجھے ڈاکو کی طرح پکڑنے نکلے ہو؟ میں ہر روز ہیکل میں بیٹھ کر تعلیم دیتا تھا اور تم نے مجھے نہیں پکڑا۔ مگر یہ سب کچھ اس لئے ہُوا ہے کہ نبیوں کے نوشتے پورے ہوں۔ اِس پر سب شاگرد اُسے چھوڑ کر بھاگ گئے" (متی ۲۶: ۵۵-۵۶)۔

۹۔ مسیح موعود کے چہرے اور جسم کو اسقدر زخمی کر دیا جائیگا کہ آپ کی شناخت مشکل ہو جائے گی۔

پیشینگوئی	تکمیل
"......بہتیرے تجھ کو دیکھ کر دنگ ہو گئے (اُس کا چہرہ ہر ایک بشر سے زائد اور اُس کا جسم بنی آدم سے زیادہ بگڑ گیا تھا)"۔ (یسعیاہ ۵۲: ۱۴)۔ قبل از مسیح ۷۰۰ سال	اُس پر اُنہوں نے اُس کے مُنہ پر تھوکا اور اُس کے مُکے مارے اور بعض نے طمانچے مار کر..... اور کانٹوں کا تاج بنا کر اُس کے سر پر رکھا اور ایک سرکنڈا اُس کے دہنے ہاتھ میں دیا ...... اور اُس پر تھوکا اور وہی سرکنڈا لے کر اُس کے سر پر مارنے لگے" (متی ۲۶: ۶۷، ۲۷: ۲۹-۳۰)۔

۱۰- مسیحِ موعود کی عالمگیر شہرت ہوگی۔

پیشینگوئی	تکمیل
"وہ بہت سی قوموں کو پاک کرے گا۔ اور بادشاہ اُس کے سامنے خاموش ہونگے کیونکہ جو کچھ اُن سے کہا نہ گیا تھا وہ دیکھیں گے اور جو کچھ اُنہوں نے سُنا نہ تھا وہ سمجھیں گے" (یسعیاہ ۵۲: ۱۵)۔ قبل از مسیح ۷۰۰ سال	دُنیا کی ہر قوم میں ایسے لوگ ہیں جو حضور المسیح کے پیرو ہیں یہاں تک کہ بادشاہوں نے بھی آپ کو اپنا خُداوند مانا۔ لیکن شاید اِس پیشینگوئی کا تعلق زیادہ تر مستقبل کے اُس دن سے مُتعلق ہے جب آپ اپنے پُورے جاہ وجلال میں اِس زمین پر دوبارہ تشریف لائیں گے۔

۱۱- خُدا تعالیٰ کے مُبلّغ آپ کی بشارت دیں گے لیکن بہت تھوڑے لوگ ہوں گے جو آپ پر ایمان لائیں گے۔

پیشینگوئی	تکمیل
"ہمارے پیغام پر کون ایمان لایا؟ اور خُداوند کا بازو کِس پر ظاہر ہُوا؟" (یسعیاہ ۵۳: ۱)۔ قبل از مسیح ۷۰۰ سال	"اور اگرچہ اُس نے اُن کے سامنے اِتنے مُعجزے دکھائے تو بھی وہ اُس پر ایمان نہ لائے تاکہ یسعیاہ نبی کا کلام پُورا ہو" (یوحنا ۱۲: ۳۷-۳۸)۔

۱۲- آپ کی تحقیر کی جائے گی۔

پیشینگوئی	تکمیل
"پر وہ اُس کے آگے کونپل کی طرح اور خشک زمین سے جڑ کی مانند پھوٹ نکلا ہے۔ نہ اُس کی کوئی شکل وصُورت ہے نہ خوبصُورتی اور جب ہم اُس پر نگاہ کریں تو کچھ حُسن و جمال نہیں کہ ہم اُس کے مشتاق ہوں"۔ (یسعیاہ ۵۳: ۲)۔ قبل از مسیح ۷۰۰ سال	"نتن ایل نے اُس سے کہا کیا ناصرت سے کوئی اچھی چیز نکل سکتی ہے؟" (یوحنا ۱: ۴۶)۔ (یسوع مسیح ناصرۃ میں رہے) حضرت مسیح ناصرت کے باشندے تھے۔

۱۳- مسیح موعود اِنسان کی خاطر مُصیبت سہیں گے، تاہم لوگ آپ کا اِنکار کریں گے۔

پیشینگوئی	تکمیل
"وہ آدمیوں میں حقیر و مردود مردِ غمناک اور رنج کا آشنا تھا۔ لوگ اُس سے گویا رُوپوش تھے۔ اس کی تحقیر کی گئی اور ہم نے اُس کی کچھ قدر نہ جانی تو بھی اُس نے	"جب شام ہوئی تو اُس کے پاس بہت سے لوگوں کو لائے جن میں بدروحیں تھیں۔ اس نے رُوحوں کو زبان ہی سے کہہ کر نکال دیا اور سب بیماروں کو اچھا کر دیا تاکہ

تکمیل	پیشینگوئی
"جو یسعیاہ نبی کی معرفت کہا گیا تھا وُہ پُورا ہو کہ اس نے آپ ہماری کمزوریاں لے لیں اور بیماریاں اُٹھالیں"۔ (متی ۸: ۱۶-۱۷)۔	ہماری مشقتیں اُٹھالیں اور ہمارے غموں کو برداشت کیا۔ پر ہم نے اُسے خدا کا مارا کوٹا اور ستایا ہوا سمجھا"۔ (یسعیاہ ۵۳: ۳-۴)۔ (رنج و غم کے معنی بیماری اور کمزوری کے لئے جا سکتے ہیں)۔

۱۴۔ مسیحِ موعود اذیت سہنے کے ذریعہ انسان کے گناہوں کا معاوضہ ادا کریں گے۔

تکمیل	پیشینگوئی
"چنانچہ میں نے سب سے پہلے تم کو وُہی بات پہنچادی جو مجھے پہنچی تھی کہ مسیح کتابِ مقدس کے مطابق ہمارے گناہوں کیلئے مُوا"۔ (۱-کرنتھیوں ۱۵: ۳)۔ "وُہ آپ ہمارے گناہوں کو اپنے بدن پر لئے ہُوئے صلیب پر چڑھ گیا تاکہ ہم گناہوں کے اعتبار سے مرکر راستبازی	"وُہ ہماری خطاؤں کے سبب سے گھائل کیا گیا اور ہماری بدکرداری کے باعث کچلا گیا۔ ہماری ہی سلامتی کیلئے اُس پر سیاست ہوئی تاکہ اُس کے مار کھانے سے ہم شفا پائیں"۔ (یسعیاہ ۵۳: ۵)۔ قبل از مسیح ۷۰۰ سال

تکمیل	پیشینگوئی
کے اعتبار سے جئیں اور اسی کے مار کھانے سے تم نے شفا پائی کیونکہ پہلے تم بھیڑوں کی طرح بھٹکتے پھرتے تھے مگر اب اپنی رُوحوں کے گلہ بان اور نگہبان کے پاس پھر آ گئے ہو"۔ (۱-پطرس ۲: ۲۴-۲۵)۔	

۱۵۔ مسیحِ موعود اذیت برداشت کر کے آخرش شہید ہوں گے تاہم آپ اپنے کو بے گناہ ثابت کرنے کی کوشش کئے بغیر پُرسکون رہیں گے۔

تکمیل	پیشینگوئی
"اور دیکھو یسوع کے ساتھیوں میں سے ایک نے ہاتھ بڑھا کر اپنی تلوار کھینچی اور سردار کاہن کے نوکر پر چلا کر اس کا کان اُڑا دیا۔ یسوع نے اس سے کہا اپنی تلوار کو میان میں کر لے کیونکہ جو تلوار کھینچتے ہیں وُہ سب تلوار سے ہلاک کئے جائیں گے۔ کیا تو نہیں سمجھتا کہ میں اپنے باپ سے منت کر سکتا ہوں اور وُہ فرشتوں کے بارہ [۱۲] تمن سے زیادہ میرے پاس ابھی موجود	"وُہ ستایا گیا تو بھی اُس نے برداشت کی اور مُنہ نہ کھولا۔ جس طرح برّہ جسے ذبح کرنے کو لے جاتے ہیں اور جس طرح بھیڑ اپنے بال کترنے والوں کے سامنے بے زبان ہے اُسی طرح وُہ خاموش رہا۔ وُہ ظلم کر کے اور فتویٰ لگا کر اُسے لے گئے پر اُس کے زمانہ کے لوگوں میں سے کس نے خیال کیا کہ وُہ زندوں کی زمین سے کاٹ ڈالا گیا؟ میرے لوگوں

پیشینگوئی	تکمیل
کی خطاؤں کے سبب سے اس پر مار پڑی" (یسعیاہ ۵۳: ۷-۸)۔ قبل از مسیح ۷۰۰ سال	کر دے گا"۔ (متی ۲۶: ۵۱-۵۴)۔ "اور سردار کاہن نے کھڑے ہو کر اُس سے کہا تو جواب نہیں دیتا؟ یہ تیرے خلاف کیا گواہی دیتے ہیں؟ مگر یسوع خاموش ہی رہا۔ سردار کاہن نے اُس سے کہا میں تجھے زندہ خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اگر تو خدا کا بیٹا مسیح ہے تو ہم سے کہہ دے"۔ (متی ۲۶: ۶۲-۶۳)۔ "اور جب سردار کاہن اور بزرگ اُس پر الزام لگا رہے تھے، اُس نے کچھ جواب نہ دیا۔ اِس پر پیلاطس نے اُس سے کہا کیا تو نہیں سنتا یہ تیرے خلاف کتنی گواہیاں دیتے ہیں؟ اُس نے ایک بات کا بھی اُس کو جواب نہ دیا یہاں تک کہ حاکم نے بہت تعجب کیا"۔ (متی ۲۷: ۱۲-۱۴)۔

۱۶۔ مسیحِ موعود کو بوقتِ وفات کچھ بدکاروں اور ایک دولت مند کے ساتھ واسطہ پڑے گا لیکن آپ بے گناہ ہوں گے۔

پیشینگوئی	تکمیل
"اُس کی قبر بھی شریروں کے درمیان ٹھہرائی گئی اور وہ اپنی موت میں دولت مندوں کے ساتھ ہوا حالانکہ اُس نے کسی طرح کا ظلم نہ کیا اور اُس کے منہ میں ہرگز چھل نہ تھا" (یسعیاہ ۵۳: ۹) قبل از مسیح ۷۰۰ سال	"اُس وقت اُس کے ساتھ دو ڈاکو مصلوب ہوئے ایک دہنے اور ایک بائیں ... جب شام ہوئی تو یوسف نام ارمتیہ کا ایک دولت مند آدمی آیا جو خود بھی یسوع کا شاگرد تھا۔ اُس نے پیلاطس کے پاس جا کر یسوع کی لاش مانگی۔ اِس پر پیلاطس نے دے دینے کا حکم دیا۔ اور یوسف نے لاش کو لے کر صاف مہین چادر میں لپیٹا اور اپنی نئی قبر میں جو اُس نے چٹان میں کھدوائی تھی رکھا"۔ "نہ اُس نے گناہ کیا اور نہ اُس کے منہ سے کوئی مکر کی بات نکلی نہ وہ گالیاں کھا کر گالی دیتا تھا اور نہ دکھ پا کر کسی کو دھمکاتا تھا"۔ (متی ۲۷: ۳۸، ۵۷-۶۰؛ ۱-پطرس ۲: ۲۲)۔

۱۷۔ مسیحِ موعود کی اذیت اور وفات مقصدِ الٰہی کے ماتحت ہوگی۔

پیشینگوئی	تکمیل
"لیکن خُداوند کو پسند آیا کہ اُسے کُچلے۔ اس نے اُسے غمگین کیا۔ جب اُس کی جان گُناہ کی قربانی کیلئے گذرانی جائے گی تو وُہ اپنی نسل کو دیکھیگا۔ اُس کی عُمر دراز ہوگی اور خُداوند کی مرضی اُس کے ہاتھ کے وسیلہ سے پُوری ہوگی" (یسعیاہ ۵۳: ۱۰) - قبل از مسیح ۷۰۰ سال	"جب وُہ (خُداوند یسوؔع مسیح) خُدا کے مُقرّرہ اِنتظام اور علمِ سابق کے موافق پکڑوایا گیا تو تُم نے بے شرع لوگوں کے ہاتھ سے اُسے مصلُوب کرواکر مار ڈالا" (رسولوں کے اعمال ۲: ۲۳)۔

۱۸۔ حضرتِ مسیح کی اذیّت جو بنی نوعِ انسان کے لئے ہوگی، وہ انسانی گُناہوں کی سزا اور تقاضائے عدلِ الٰہی کی تکمیل ہوگی۔

پیشینگوئی	تکمیل
"اپنی جان ہی کا دُکھ اٹھا کر وُہ اُسے دیکھے گا اور سیر ہوگا۔ اپنے ہی عرفان سے میرا صادق خادم بہتوں کو راستباز ٹھہرائیگا کیونکہ وُہ ان کی بدکرداری خود اُٹھالیگا" (یسعیاہ ۵۳: ۱۱) قبل از مسیح ۷۰۰ سال	"پس اے بھائیو! تمہیں معلُوم ہو کہ اسی کے وسیلہ سے تم کو گناہوں کی مُعافی کی خبر دیجاتی ہے۔ اور موسےٰ کی شریعت کے باعث جن باتوں سے تم بری نہیں ہو سکتے تھے اُن سب سے ہر ایک

پیشینگوئی	تکمیل
	ایمان لانے والا اُس کے باعث بری ہوتا ہے"۔ (رسولوں کے اعمال ۱۳: ۳۸-۳۹)۔

۱۹۔ مسیح موعود کی وفات شریروں کے درمیان ہوگی۔ لیکن وُہ اُن کے گُناہوں کے لئے باعثِ شفا ہوگی۔

پیشینگوئی	تکمیل
"اِس لئے میں اُسے بزرگوں کے ساتھ حِصّہ دُوں گا اور وُہ لُوٹ کا مال زورآوروں کے ساتھ بانٹ لے گا۔ کیونکہ اُس نے اپنی جان موت کیلئے اُنڈیل دی اور وہ خطاکاروں کے ساتھ شمار کیا گیا۔ تو بھی اُس نے بُہتوں کے گُناہ اُٹھا لئے اور خطاکاروں کی شفاعت کی" (یسعیاہ ۵۳: ۱۲) - قبل از مسیح ۷۰۰ سال	"اُنہوں نے اُس کے ساتھ دو ڈاکو ایک اُس کی دہنی اور ایک اُس کی بائیں طرف مصلُوب کِئے"۔ "وُہ بدکاروں میں گِنا گیا"۔ یسوؔع نے کہا اے باپ! اِنہیں مُعاف کر کیونکہ یہ جانتے نہیں کہ کیا کرتے ہیں" (مرقس ۱۵: ۲۷، لُوقا ۲۲: ۳۷؛ ۲۳: ۳۴)۔

۲۰۔ جس وقت بنی نوعِ انسان کے گُناہ کا بوجھ مسیحِ موعُود پر رکھدیا جائیگا تو خُداتعالیٰ اپنی پاکیزگی کے اعتبار سے آپ سے اپنا مُنہ موڑ لے گا۔

پیشینگوئی	تکمیل
"اے میرے خُدا! اے میرے خُدا! تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟	"تیسرے پہر کے قریب یسوؔع نے بڑی آواز سے چلّا کر کہا۔ ایلی ایلی

پیشینگوئی	تکمیل
تو میری مدد اور میرے نالہ و فریاد سے کیوں دُور رہتا ہے؟ اے میرے خُدا! میں دِن کو پکارتا ہوں پر تو جواب نہیں دیتا اور رات کو بھی اور خاموش نہیں ہوتا۔ لیکن تو قدوس ہے" (زبور ۲۲: ۱-۳) قبل از مسیح ۱۰۰۰ سال	لَمَا شَبَقتَنِی؟ یعنی اے میرے خدا! اے میرے خُدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا" (متی ۲۷: ۴۶)

۲۱۔ لوگ مسیح موعود کا مضحکہ اڑائینگے۔

"میں تو کیڑا ہُوں۔ انسان نہیں۔ آدمیوں میں انگشت نما ہوں اور لوگوں میں حقیر۔ وہ سب جو مجھے دیکھتے ہیں میرا مضحکہ اُڑاتے ہیں وُہ مُنہ چڑاتے۔ وُہ سر ہلا ہلا کر کہتے ہیں۔ اپنے کو خُداوند کے سپُرد کر دے وُہی اُسے چھڑائے۔ جب کہ وُہ اُس سے خُوش ہے تو وُہی اُسے چھُڑائے" (زبور ۲۲: ۶-۸)۔ قبل از مسیح ۱۰۰۰ سال	"اور راہ چلنے والے سر ہلا ہلا کر اُس کو لعن طعن کرتے اور کہتے تھے۔ اے مَقدِس کے ڈھانے والے اور تین دن میں بنانے والے اپنے تئیں بچا۔ اگر تو خُدا کا بیٹا ہے تو صلیب پر سے اُتر آ۔ اِسی طرح سردار کاہن بھی فقیہوں اور بزرگوں کے ساتھ ملکر ٹھٹھے سے کہتے تھے اِس نے اوروں کو بچایا اپنے تئیں نہیں بچا سکتا۔ یہ تو اسرائیل کا بادشاہ ہے، اب صلیب پر سے اُتر آئے تو ہم اس پر ایمان

پیشینگوئی	تکمیل
	لائیں۔ اِس نے خُدا پر بھروسہ کیا ہے اگر وُہ اِسے چاہتا ہے تو اَب اِس کو چُھڑا لے کیونکہ اِس نے کہا تھا میں خُدا کا بیٹا ہُوں۔ اِسی طرح ڈاکو بھی جو اُس کے ساتھ مصلوب ہُوئے تھے اُس پر لعن طعن کرتے تھے"۔ (متی ۲۷: ۳۹-۴۴)۔

۲۲۔ مسیح موعود کو مصلوب کر دیا جائیگا۔ آپ کے قاتِل آپ کی قبا کے لئے قرعہ ڈالیں گے۔

"میں پانی کی طرح بہہ گیا۔ میری سب ہڈیاں اُکھڑ گئیں۔ میرا دِل موم کی مانِند ہوگیا۔ وُہ میرے سینہ میں پگھل گیا۔ میری قوّت ٹھیکرے کی مانِند خشک ہوگئی اور میری زبان میرے تالُو سے چپک گئی اور تُو نے مجھے موت کی خاک میں ملا دِیا۔ کیونکہ کُتوں نے مجھے گھیر لیا ہے بدکاروں	اِن آیات میں آپ کی تصلیب کا خاکہ بخُوبی کھینچا گیا ہے۔ آپ کی ہڈیاں اپنے جوڑوں سے علیحدہ ہوگئی ہیں۔ آپ پسینہ سے شرابور ہیں۔ رفتارِ قلب سُست پڑ گئی ہے۔ جسمانی طاقت قریبُ الختم ہے۔ بشدّت پیاس ہے۔ دست و پا چھدے ہوئے ہیں۔ مجرم دیکھنے والوں کیلئے تماشہ بنا ہوا ہے۔

پیشینگوئی	تکمیل
کی گروہ مجھے گھیرے ہُوئے ہے۔ وہ میرے ہاتھ اور میرے پاؤں چھیدتے ہیں۔ میں اپنی سب ہڈیاں گِن سکتا ہُوں۔ وُہ مجھے تاکتے اور گھُورتے ہیں۔ وُہ میرے کپڑے آپس میں بانٹتے ہیں اور میری پوشاک پر قُرعہ ڈالتے ہیں" (زبور ۲۲: ۱۴-۱۸) قبل از مسیح ۱۰۰۰ سال	یہ ایک عجیب و غریب بیان ہے۔ کیونکہ اِس پیشینگوئی کے زمانہ میں کسی کو صلیبی مَوت کا قطعی کوئی علم نہ تھا۔ یہ طریقۂ سزا رومیوں نے کئی صدیوں بعد میں اختیار کیا۔ "جب سپاہی یسوؔع کو مصلوُب کر چُکے تو اُس کے کپڑے لیکر چار حِصّے کئے۔ ہر سپاہی کے لئے ایک حصّہ اور اُس کا کرتہ بھی لیا۔ یہ کُرتہ بن سِلا سراسر بُنا ہُوا تھا۔ اِس لِئے اُنہوں نے آپس میں کہا کہ اِسے پھاڑیں نہیں بلکہ اس پر قُرعہ ڈالیں تاکہ معلُوم ہو کہ کس کا نکلتا ہے" (یوحنّا ۱۹: ۲۳-۲۴)۔

۲۳-آپ کی ہڈیاں توڑی نہ جائینگی لیکن آپکو چھیدا جائیگا-

پیشینگوئی	تکمیل
"وُہ اُس کی سب ہڈیوں کو محفوظ رکھتا ہے۔ اُن میں سے ایک بھی توڑی نہیں جاتی" (زبُور ۳۴: ۲۰)۔ قبل از مسیح ۱۰۰۰ سال	"جب اُنہوں نے یسوؔع کے پاس آکر دیکھا کہ وُہ مر چُکا ہے تو اُس کی ٹانگیں نہ توڑیں۔ مگر اُن میں سے ایک سپاہی نے بھالے سے اُسکی

پیشینگوئی	تکمیل
"وُہ اُس پر جس کو اُنہوں نے چھیدا ہے نظر کریں گے اور اُس کیلئے ماتم کرینگے جیسا کوئی اپنے اکلوتے کیلئے کرتا ہے۔ اور اُس کیلئے تلخ کام ہوں گے جیسے کوئی اپنے پہلوٹھے کیلئے ہوتا ہے" (زکریاہ ۱۲: ۱۰) قبل از مسیح ۵۰۰ سال	پسلی چھیدی اور فی الفور اُس سے خوُن اور پانی بہہ نکلا...... یہ باتیں اِس لئے ہُوئیں کہ یہ نوِشتہ پُورا ہو...." (یُوحنّا ۱۹: ۳۳-۳۶)۔

۲۴-آپ کو پینے کے لئے سِرکہ دیا جائے گا-

پیشینگوئی	تکمیل
"اُنہوں نے مُجھے کھانے کو اِندرائن بھی دیا اور میری پیاس بجُھانے کو اُنہوں نے مجُھے سرکہ پلایا" (زبُور ۶۹: ۲۱)۔ قبل از مسیح ۱۰۰۰ سال	"پِت مِلی ہوئی مے اُسے پینے کو دی مگر اُس نے چکھ کر پینا نہ چاہا" (متّی ۲۷: ۳۴)۔

۲۵-مسیحِ موعُود مُردوں میں سے جی اُٹھیں گے اور بھائیوں پر ظاہر ہوں گے

پیشینگوئی	تکمیل
"میں اپنے بھائیوں سے تیرے نام کا	مُقدّس پطرؔس رسُول سولھویں زبُور

پیشینگوئی	تکمیل
اِظہار کروں گا۔ جماعت میں تیری ستائش کرُوں گا‘‘ (زبور ۲۲: ۲۲) قبل از مسیح ۱۰۰۰ سال حضُور المسیح مومنین کی جماعت میں خُداوند تعالیٰ کی حمد و ستائش کریں گے۔ اِس زبُور کی ابتدائی آیات کے مُطابق اِن آیات میں پائے جانے والے حقائق کو آپ کی وفات کے بعد تکمیل پانا چاہئیے تھا۔ یہ آپ کے مُردوں میں سے جی اٹھنے پر ہی ممکن تھا۔ اِسی سبب سے میرا دِل خُوش اور میری رُوح شادمان ہے۔ میرا جسم بھی امن و امان میں رہے گا۔ کیونکہ تُو نہ میری جان کو پاتال میں رہنے دیگا نہ اپنے مُقدّس کو سڑنے دیگا۔ تو مجھے زندگی کی راہ دکھائیگا۔ تیرے حضور میں کامل شادمانی ہے۔ تیرے دہنے ہاتھ میں	میں لکھی ہُوئی حضرت داؤدؑ کی پیشینگوئی کی تشریح فرماتے ہیں ’’اے بھائیو! میں قوم کے بُزرگ داؤدؑ کے حق میں تم سے دلیری کے ساتھ کہہ سکتا ہُوں کہ وُہ مُوا اور دفن بھی ہُوا اور اُس کی قبر آج تک ہم میں موجُود ہے۔ پس نبی ہوکر اور یہ جان کر کہ خُدا نے مجھ سے قسم کھائی ہے کہ تیری نسل سے ایک شخص کو تیرے تخت پر بیٹھاؤنگا۔ اس نے پیشینگوئی کے طور پر مسیح کے جی اٹھنے کا ذکر کیا کہ نہ وُہ عالمِ ارواح میں چھوڑا گیا نہ اُس کے جسم کے سڑنے کی نوبت پہنچی۔ اِسی یسُوعؑ کو خُدا نے جِلایا جس کے ہم سب گواہ ہیں۔ پس خُدا کے دہنے ہاتھ سے سربُلند ہوکر اور باپ سے وُہ رُوح القُدس حاصل کر کے جس کا وعدہ کیا گیا تھا اُس نے یہ نازل کیا جو تم دیکھتے اور سُنتے ہو‘‘ (رسُولوں کے اعمال ۲: ۲۹-۳۳)۔

پیشینگوئی	تکمیل
دائمی خُوشی ہے‘‘ (زبور ۱۶: ۹-۱۱) قبل از مسیح ۱۰۰۰ سال لفظ۔ مُقدّس، خُدا تعالیٰ سے منسُوب ہے کیونکہ خُدا تعالیٰ کے سِوا کوئی دوسرا مُقدّس ہو نہیں سکتا۔ مُقدّس عالمِ ارواح میں اُترا۔ لیکن وُہ وہاں اتنے عرصہ تک پڑا نہیں رہا کہ اُس کا جسم سڑنے لگتا۔ یا بہ الفاظ دیگر آپ لمبے عرصہ تک مُردہ حالت میں نہیں رہے۔ آپ دوبارہ زندہ ہوئے اور آپکو خُدا تعالیٰ کے دہنی طرف بیٹھنے کا شرف حاصل ہُوا۔	

حضرت دانی ایلؑ نبی کے صحیفہ میں حضرت مسیح کے مُتعلق ذیل کی ایک حیرت انگیز پیشینگوئی پائی جاتی ہے۔ ’’تیرے لوگوں اور تیرے مُقدّس شہر کیلئے ستّر ہفتے مُقرّر کِئے گئے کہ خطا کاری اور گُناہ کا خاتمہ ہو جائے۔ بدکرداری کا کفّارہ دیا جائے۔ ابدی راستبازی قائم ہو۔ رؤیا و نبُوّت پر مُہر ہو اور پاکترین مقام ممسُوح

کیا جائے ۔ پس تو معلوم کر اور سمجھ لے کہ یروشلیم کی بحالی اور تعمیر کا حکم صادر ہونے سے ممسوح فرمانروا تک سات ہفتے اور باسٹھ ہفتے ہونگے ۔ تب پھر بازار تعمیر کئے جائیں گے اور فصیل بنائی جائے گی مگر مصیبت کے ایام میں ۔ اور باسٹھ ہفتوں کے بعد وہ ممسوح قتل کیا جائیگا اور اُس کا کچھ نہ رہیگا اور ایک بادشاہ آئے گا جس کے لوگ شہر اور مقدس کو مسمار کریں گے اور اس کا انجام گویا طوفان کے ساتھ ہوگا اور آخر تک لڑائی رہے گی ۔ بربادی مقرر ہو چکی ہے ۔ اور وہ ایک ہفتے کیلئے بہتوں سے عہد قائم کریگا اور نصف ہفتہ میں ذبیحہ اور ہدیہ موقوف کرے گا اور فصیلوں پر اُجاڑنے والی مکروہات رکھی جائیں گی یہانتک کہ بربادی کمال کو پہنچ جائیگی اور وہ بلا جو مقرر کی گئی ہے اُس اجاڑنے والے پر واقع ہوگی ۔" (دانی ایل ۹ : ۲۴ - ۲۷) ۔ قبل از مسیح ۵۰۰ سال ۔

عبرانی زبان میں ہفتہ کے معنی سات کے ہیں ۔ اکثر مفسرین کا خیال ہے کہ یہاں اس کے معنی سات سال کے ہیں ۔ حضرت حزقی ایل نبی کے صحیفہ کے چوتھے باب کی چھٹی آیت میں جو کچھ حضرت دانی ایل نبی کے صحیفہ سے پہلے لکھا گیا، ایک ہفتہ سے مراد سات سال ہوتے ہیں ۔ اس اعتبار سے حضرت دانی ایل نبی بیان کرتے ہیں کہ سات ہفتے اور باسٹھ ہفتے جو کہ چار سو تراسی (۴۸۳) سال کے مساوی ہوتے ہیں حضور یسوع مسیح تشریف لا کر گناہوں کا فدیہ دیں گے ۔ سر رابرٹ انڈرسن اپنی کتاب میں اس پیشینگوئی کے متعلق یوں فرماتے ہیں کہ یہ اقتباس اس خاص دن کے متعلق ہے جب کہ خداوند یسوع مسیح گدھے پر سوار ہو کر یروشلیم میں داخل ہونگے ۔ اس کے متعلق بعض علمائے کی رائے کہ کس دن کیا ہوگا مختلف ہے ۔

لیکن تواریخ سے ہمیں کافی شہادت ملتی ہے کہ اس خاص عرصہ میں یسوع مسیح چار سو سال سے بھی آگے کی ہوئی حضرت دانی ایل نبی کی پیشینگوئی کی تکمیل فرما رہے تھے ۔

یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی انسان کو صدہا سال پہلے کسی شخص کے متعلق اسقدر مفصل حالات کا علم ہو ۔ یہ اُسی وقت ممکن ہے جب کہ خدا تعالیٰ اُنہیں اُس کا مفصل علم بخشے ۔

خداوند یسوع مسیح کے متعلق جو تعلیمات ہیں وہ پیشینگوئیوں میں اس طرح پیوست ہیں کہ وہ اُن کا اہم جزو بن گئی ہیں ۔ اکثر اوقات انبیا کو یہ بھی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ وہ کس چیز کے متعلق پیشینگوئی فرما رہے ہیں ۔ اُنہوں نے محض وہ لکھا جو خدا تعالیٰ نے اُنہیں فرمایا ۔

پوری بائبل مقدس میں جناب یسوع مسیح کی جو تصویر کھینچی گئی ہے یا آپ کے متعلق جو پیشینگوئیاں یا بشارتیں ہوئیں، وہ مختلف طبیعتوں اور مختلف ماحول اور مختلف زبانوں کے لوگوں کی معرفت ہوئی ہیں، تاہم اس تصویر کشی میں سب باہم متفق ہیں ۔ کسی مصنف کو دوسرے مصنف سے اختلاف نہیں ہے اور نہ ہی کسی تواریخی حقیقت سے ۔

اس صورت میں ایک وسیع الذہن شخص اسی ایک نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ یہ پیشین گوئیاں خدا تعالیٰ کا الہام ہیں ، لہٰذا انبیوں نے جو کچھ فرمایا یقیناً برحق ہوگا ۔ یہ پیشینگوئیاں یہ بتاتی ہیں کہ آنے والا شخص ذاتِ الٰہی ہوگا ۔ "لیکن خداوند آپ تم کو ایک نشان بخشے گا ۔ دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا پیدا ہوگا اور وہ اُس کا نام عمانوایل رکھے گی ۔" (یسعیاہ ۷ : ۱۴) ۔

"ہمارے لئے ایک لڑکا تولد ہوا اور ہم کو ایک بیٹا بخشا گیا اور سلطنت اُس

کے کندھے پر ہوگی اور اُس کا نام عجیب مُشیر، خُدائے قادر، ابدیّت کا باپ، سلامتی کا شہزادہ ہوگا" (یسعیاہ ۶:۹)۔ "لیکن اے بیت لحم افراتاہ اگرچہ تُو یہوداہ کے ہزاروں میں شامل ہونے کیلئے چھوٹا ہے تو بھی تجھ میں سے ایک شخص نکلے گا اور میرے حضور اسرائیل کا حاکم ہوگا اور اُس کا مصدر زمانۂ سابق ہاں قدیم الایام سے ہے" (میکاہ ۵:۲)۔ قبل از مسیح ۷۰۰ سال۔

چھٹا باب

بائبل مُقدّس پر اعتراضات

بائبل مُقدّس کے کلامُ اللہ ہونے کے بارے میں کافی شہادتیں ملتی ہیں۔ لہٰذا یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو اشخاص بائبل مُقدّس کا مطالعہ کرتے ہیں وُہ سب اُسے کلامُ اللہ کیوں تسلیم نہیں کرتے؟ اِس کا ایک جواب یہ ہے کہ بعض لوگ اُسے خُدا کا کلام ماننا ہی نہیں چاہتے۔ دراصل اِس کا انحصار عقل پر نہیں بلکہ مرضی پر ہے۔ جناب یسُوعؔ مسیح نے ایک موقعہ پر فرمایا "اگر کوئی اُس کی (خُدا تعالیٰ کی) مرضی پر چلنا چاہے تو وُہ اِس تعلیم کی بابت جان جائے گا کہ خُدا کی طرف سے ہے یا میں اپنی طرف سے کہتا ہُوں" (انجیلِ منوّرہ یوحنّا ۷:۱۷)۔

تاہم، اکثر لوگ دُنیاوی زندگی میں محو رہتے ہیں یعنی اِس کی عیش و عشرت، سماجی قبولیّت یا محض زندہ رہنے کی جدّوجہد۔ اِس قسم کے لوگوں کے نزدیک دینِ عیسوی قابلِ قبول نہیں کیونکہ یہ صاف طور پر شاگردی کی قیمت ادا کرنے اور نتائج کی پرواہ کیے بغیر حق پر قائم رہنے کا مطالبہ کرتا ہے۔ لوگ زیادہ تر تن آسانی، خودغرضی اور ناموری کی طرف راغب رہتے ہیں۔ ہادیِ برحق جناب یسُوعؔ مسیح نے اپنے آپ کو راست باز سمجھنے والے فریسیوں کو ملامت کی اور فرمایا "تم جو ایک دوسرے سے عزّت چاہتے ہو اور وُہ عزّت جو خُدائے واحد کی طرف سے ہوتی ہے نہیں چاہتے کیونکر ایمان لا سکتے ہو؟" (یُوحنّا ۵:۴۴)۔

وُہ لوگ جو بائبل مُقدّس کو خُدا کا کلام تسلیم نہیں کرنا چاہتے، اپنے فیصلے کی تائید میں دلائل پیش کر سکتے ہیں۔ لیکن ہم انہیں دلائل نہیں کہہ سکتے کیونکہ انہیں قطعی طور پر دُرست ثابت نہیں کیا جا سکتا اِس لئے کہ اُن کا انحصار دُوسروں کی رائے پر ہوتا ہے۔

ذیل میں ہم اُن کے اعتراضات کے چند نمونے پیش کرتے ہیں:

۱۔ بائبل مُقدّس میں تاریخی اَغلاط پائی جاتی ھیں: صدیوں سے لوگ یہ کہتے آ رہے ہیں کہ بائبل مُقدّس میں بعض تفصیلات اور واقعات غلط درج ہیں۔ مثلاً بائبل مُقدّس میں ایسے نام پائے جاتے ہیں جو تواریخ میں نہیں ملتے۔ بعض اوقات بائبل مُقدّس کے بیان اور تاریخی ریکارڈ میں حقیقتاً تضاد پایا جاتا ہے۔ لیکن جُوں جُوں آثارِ قدیمہ کے نئے نئے انکشافات سے بائبل مُقدّس کی تائید ہوتی جا رہی ہے اِن اختلافات کی تعداد بھی کم ہوتی جا رہی ہے۔ دانی ایل باب ۵ میں مندرج سلسلۂ واقعات، اُس کی ایک دلچسپ مثال ہے۔ مختصر واقعات یُوں ہیں:

بابل کے بادشاہ بیلشضر بن نبوکدنضر نے ایک بڑی ضیافت تیار کی۔ جب بادشاہ اور مہمان کھانے پینے میں مشغول تھے تو ایک ہاتھ دیوار پر کچھ لکھتا ہُوا دکھائی دیا جس سے بادشاہ نہایت خوفزدہ ہو گیا۔ اُس نے حضرت دانی ایل کو اُس کی تشریح کرنے کیلئے بُلوایا۔ اُنہوں نے بتایا کہ یہ اُس کی بادشاہی کی تباہی کی آگاہی ہے۔ بادشاہ نے اِنعام کے طور پر حضرت دانی ایل کو اپنی سلطنت میں تیسرے درجے کا حاکم مقرر کر دیا۔ اُسی رات وُہ پیشینگوئی پُوری ہوئی۔ بادشاہ قتل ہُوا، دُشمن نے شہر پر قبضہ کر لیا اور دارا مادی نے اُس کے تخت پر قبضہ کر لیا۔

اِس واقعہ پر مُعترضین کے اعتراضات حسبِ ذیل ہیں۔

(۱) غیر مذہبی تاریخ میں بیلشضر نام کا کوئی بادشاہ نہیں گزرا۔

(۲) بابل کا بادشاہ نبُونیدس تھا۔ وُہ نبوکدنضر کے خاندان سے نہیں تھا۔ اُسے قید تو کر لیا گیا مگر قتل نہیں ہُوا۔

(۳) غیر مذہبی تاریخ میں بابل کے محاصرہ اور بادشاہ کے قتل کا ذکر نہیں ہے۔

(۴) غیر مذہبی تاریخ میں دارا مادی کا نام نہیں ملتا۔

سنہ ۱۸۸۰ء میں شاہِ فارس خورس کا تواریخی کتبہ دریافت ہُوا ہے۔ اِس کتبہ میں بادشاہ بیلشضر کا نام درج ہے اِس میں ذکر ہے کہ کس طرح بیلشضر کا باپ نبونیدس بغیر لڑائی کے قید کر لیا گیا۔ جب تین ماہ بعد بادشاہ خورس شہر میں داخل ہُوا تو وہاں کی حکومت اپنے جنرل گبریاس کے سپرد کر دی۔ اُسی رات حملہ ہُوا اور بادشاہ کا بیٹا قتل کر دیا گیا۔ (چونکہ کتبہ ٹوٹا ہُوا تھا اِس لئے چند الفاظ پڑھے نہیں جاتے)۔ تجارتی معاہدے کی تختیاں جو حال ہی میں دستیاب ہُوئی ہیں، اُن میں شہزادے کے قتل کے دِن تک بھی نبونیدس کو بادشاہ بتایا گیا ہے حالانکہ وہ قید میں تھا۔

آثارِ قدیمہ کی کھدائی سے صاف صاف پتہ چلتا ہے کہ شہر بابل کو دریائے فرات نے دو حصّوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ظاہر ہے کہ دُشمن پہلے مغربی حصّہ پر قابض ہُوا اور نبونیدس کو قید کر لیا۔ لیکن شہزادہ مشرقی حصّہ پر اُس وقت تک سلطنت کرتا رہا جب تک اُس پر حملہ نہ ہُوا۔ یہ حملہ تین ماہ بعد ہُوا۔ پس بیلشضر حضرت دانی ایل کو تیسرا حاکم ہی مُقرر کر سکتا تھا۔ بیلشضر کو نبوکدنضر کا بیٹا بھی کہا جاتا ہے۔ غالباً وُہ اپنی ماں کی طرف سے اُس کا نواسا تھا۔ بابل

کے سقوط کے بعد جس شخص کو بھی وہاں کا گورنر مقرر کیا گیا خواہ وہ گبریاس تھا یا کوئی اور، وہ یقیناً دارا مادی تھا۔

دیگر فرضی تضادات جن کا دعوےٰ کیا جاتا ہے، اُن میں سے ایک یہ ہے کہ بائبل مقدس کے نسب ناموں کے مطابق انسان کی تخلیق اور سائنس کی تعیّن کردہ میعاد میں اختلاف ہے۔ اس کا آسان جواب یہ ہے کہ علماء نے دریافت کیا ہے کہ نسب ناموں کے درمیان لمبے وقفے ہیں۔

۲۔ بائبل مقدس میں سائنسی اغلاط پائی جاتی ہیں۔

ہم سائنس کے اعتبار سے بائبل مقدس کی صحت کا ذکر پہلے ہی کر چکے ہیں۔ کوئی شخص بھی یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ اُس میں اور سائنس میں تضاد ہے۔ بائبل مقدس میں بہ اعتبار سائنس جو اغلاط بتائی جاتی ہیں اُن کی تحقیق کے وقت اس بات کو مدِ نظر رکھنا چاہیئے کہ بائبل عام لوگوں اور سائنسدانوں دونوں کیلئے لکھی گئی ہے۔ چنانچہ یہ سائنس کے عجیب و غریب واقعات کا ذکر روزمرّہ کی بول چال میں کرے گی۔ مثلاً ہم کہتے ہیں کہ سورج ہر صبح طلوع ہوتا ہے۔ مگر ہم جانتے ہیں کہ سورج طلوع نہیں ہوتا، بلکہ یہ زمین ہے جو اُس کے گرد گھومتی ہے۔ لیکن ہم اُسے اپنے زمانہ کی روزمرّہ بول چال میں بیان کرتے ہیں۔ اگر ہم بڑی آزادی کے ساتھ اِس قسم کی زبان استعمال کرتے ہیں تو ہمیں اِس بات کے لئے بائبل مقدس پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں، خاص طور پر اُسوقت جبکہ اُس کا مقصد سائنس کی تعلیم دینا نہیں ہے۔

اِس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بائبل مقدس کے متن پر کوئی سائنسی مسئلہ نہیں اُٹھتا۔ لیکن ساتھ ہی سائنس کا اپنا علم بھی ابھی نامکمل ہے۔ سائنس

بائبل مقدس کی تعلیم کے خلاف کوئی بات ثابت نہیں کر سکتی۔ دوسری طرف یہ بات بھی ہے کہ سائنس کے انکشافات ہنوز اِس قدر تسلی بخش حد تک نہیں پہنچے کہ وہ بائبل مقدس کی ہر بات کو درست ثابت کر سکیں۔ لیکن ایک دانا شخص نہ صرف وہ بات قبول کرتا ہے جو قطعی طور پر ثابت ہو چکی ہو بلکہ وہ ایسی حالت کو بھی قبول کرنے کو تیار رہتا ہے جس میں ابھی تک کچھ غیر اہم مشکلات بھی پائی جاتی ہیں۔

۳۔ بائبل مقدس اپنی تصدیق آپ کرتی ہے۔

بائبل مقدس کے عام مضامین میں یا بعض خاص تفصیلات میں بظاہر تضاد پایا جاتا ہے۔ مثلاً پولُس رسول کے خطوط میں بار بار اِس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ رُوحانی زندگی خدا تعالیٰ کی بخشش ہے۔ اُسے اعمالِ حسنہ یا اخلاقی زندگی سے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ اِس کے برعکس مُقدّس یعقوب کے خط میں اعمالِ حسنہ پر زور دیا گیا ہے۔ کچھ لوگ اِسے بائبل مقدس میں تضاد سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ تضاد نہیں بلکہ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مسیحی تعلیم کتنی وسیع اور گہری ہے۔ بیشک یہ درست ہے کہ رُوحانی زندگی کا دارومدار صرف ایمان پر ہے، لیکن حقیقی ایمان ایک نئی زندگی پیدا کرتا ہے جس کی شناخت پاک زندگی بسر کرنے اور نیک کاموں سے ہوتی ہے۔ اگر نیک کام ظاہر نہیں ہوتے، تو ظاہر ہے کہ وہ ایمان حقیقی ایمان نہیں ہے۔

جو اشخاص خاص تفصیلات میں تضاد بیان کرتے ہیں، وہ اِس قسم کی مثالیں دیتے ہیں۔ مثلاً عہدِ عتیق کی تعلیم یہ ہے کہ آنکھ کے

بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت" (توریت شریف خروج ۲۱: ۲۴)۔ لیکن یہ بات حضور یسوع مسیح کی اِس تعلیم کے خِلاف ہے کہ "مَیں تم سے یہ کہتا ہُوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو کوئی تیرے دہنے گال پر طمانچہ مارے دُوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے" (اِنجیلِ مُنوّرہ متّی ۵: ۳۹)۔ بائبل مُقدّس کا اِلہام تدریجاً واقع ہُوا ہے جو تقریباً سولہ سَو ۱۶۰۰ سال کے عرصہ میں قلمبند کیا گیا۔ اِس میں ہر زمانہ کے لوگوں کو اُن کی سمجھ کے مُطابق تعلیم دی گئی ہے۔

عہدِ عتیق کی بدیہی تعلیم کہ "آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت" عین انصاف پر مبنی ہے اور معاشرتی طور پر بُہت اہم ہے۔ حضور المسیح کی تعلیم اس کی ضِد نہیں ہے بلکہ وسیع تر معنوں میں اس کی حمایت ہے۔ آپ نے یہ تعلیم نہیں دی کہ اِنصاف کے مُطابق سزا دینا غلط ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تربیّت کا ایک بہتر طریقہ بھی ہے اور وُہ ہے مُحبّت۔ جھگڑے کے عوض جھگڑا نہ کرو کیونکہ اِس سے نفرت پیدا ہوتی ہے بلکہ مُحبّت سے پیش آؤ۔

اِنجیلِ جلیل میں اور بُہت سی ایسی تعلیمات پائی جاتی ہیں جن کی بُنیاد عہدِ عتیق کی تعلیم ہے تو بھی انجیل اُن سے اعلیٰ وارفع راہ کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

(۴) بائبل میں غیر اَخلاقی تعلیم پائی جاتی ہے۔

اِس اعتراض کی تائید میں سب سے بڑی شہادت لُوقا ۱۴: ۲۶ سے پیش کی جاتی ہے۔ "اگر کوئی میرے پاس آئے اور اپنے باپ اور ماں اور بیوی اور بچوں اور بھائیوں اور بہنوں بلکہ اپنی جان سے بھی دشمنی نہ کرے تو میرا شاگرد نہیں ہو سکتا"۔ بائبل مُقدّس میں بُہت سی باتیں ہیں جن کے لفظی معنی نہیں لینے چاہئیں۔

بُہت سے بیانات ایسے ہیں جو علامتی ہیں۔ یہ خاص آیت بھی معنوی لحاظ سے مجازی ہے۔ یہودی عام طور پر اِس قسم کے بیانات سے لفظی معنوں کے بجائے نسبتی مُعانی نکالا کرتے تھے۔ جن لوگوں نے اِس بیان کو سُنا تھا وُہ بخوبی سمجھ گئے کہ عرش آشیانی جناب یسوّع مسیح کا مطلب یہ ہے کہ خُدا تعالیٰ سے مُحبّت اِس قدر بُلند و بالا ہونی چاہیئے جس کے مُقابلہ میں عزیز و اقارب سے مُحبّت ہیچ نظر آئے۔ اِسی طرح کا ایک بیان متّی ۱۰: ۳۷ میں ملتا ہے جو اِس کی وضاحت کر دیتا ہے۔ "جو کوئی باپ یا ماں کو مُجھ سے زیادہ عزیز رکھتا ہے وُہ میرے لائق نہیں اور جو کوئی بیٹے یا بیٹی کو مُجھ سے زیادہ عزیز رکھتا ہے وہ میرے لائق نہیں"۔

(۵) بائبل مُقدّس تثلیث فی التوحید کی تعلیم دیتی ہے جو کہ غیر منطقی ہے۔

یہ اعتراض بائبل مُقدّس کی اصل تعلیمات سے لاعلمی کے باعث پیدا ہوتا ہے۔ کتابِ مقدّس بتکرار بیان کرتی ہے کہ خُدا تعالیٰ واحد ہے، تو بھی باپ، یسوّع مسیح اور رُوح القدُس کو خُدا تعالیٰ ہی سمجھا جاتا ہے۔ اِس سے یہ مُراد نہیں ہے کہ تین خُدا ہیں بلکہ یہ کہ خُدا واحد ہے اور اُس الٰہی جوہر میں شعور کے تین ۳ مرکز ہیں۔ اگر خُدا تعالیٰ کے سامنے مستقبل کے لاکھوں سال روشن ہیں اور وُہ گذشتہ لاکھوں سالوں کے مُتعلق بتا سکتا ہے تو کیا اُس کے شعور کے تین ۳ مرکز نہیں ہو سکتے؟ اگر چراغ کی لَو سے ہمیں بیک وقت گرمی، روشنی اور قوّت حاصل ہو سکتی ہے تو کیا خُدا تعالیٰ کے شعور کے تین ۳ مرکز نہیں ہو سکتے؟

ڈاکٹر جیمس اور آس کی تشریح یُوں کرتے ہیں "تثلیث فی التوحید ایک ایسے انسانی ذہن کی مانند ہے جو اپنے آپ سے سوال کرتا ہو۔

اُس وقت ذہن تین حصّوں میں تقسیم ہوتا ہے ۔ ایک حصّہ سوال کرتا ہے ، دُوسرا جواب دیتا ہے اور تیسرا دونوں کے دلائل کو جانچتا اور فیصلہ کرتا ہے۔"

تثلیث فی التوحید پر اعتراض کا ایک خاص سبب یہ بھی ہے کہ وُہ اپنے آپ ہی خُدا تعالیٰ کے مُتعلق یہ تصوّر کر بیٹھتے ہیں کہ اُس کے شعور کا مرکز ایک ہے۔

درحقیقت انسان کے لئے یہ ناممکن ہے کہ وُہ عقل کے وسیلہ سے یہ معلُوم کرے کہ خُدا تعالیٰ کے شعُور کے مرکز کتنے ہیں۔ مُمکن ہے کوئی ایک مرکز بتائے اور دوسرا لاکھوں۔

ڈاکٹر ناتھن وڈ اپنی دلچسپ کتاب میں اِس مادی دُنیا سے ایسی مثالیں پیش کرتے ہیں جو تثلیث فی التوحید سے مُماثلت رکھتی ہیں۔ سب سے پہلے اُنہوں نے بائبل مُقدّس تثلیث فی التوحید کے بارے میں جو تعلیم دیتی ہے اُس کی فہرست بنائی ہے جو ذیل میں دی جاتی ہے۔

(ا) **مُکمل تین ہونا** : تثلیث فی التوحید کا ہر اقنُوم دوسرے سے الگ ہے ، لہٰذا دو اقنوم ایک نہیں ہو سکتے۔ اور نہ ایک دوسرے کے بغیر قائم ہی رہ سکتا ہے۔

(ب) **مُکمل وحدت** : بائبل مُقدّس میں تثلیث فی التوحید کے بارے میں کوئی براہِ راست بیان نہیں پایا جاتا ، لیکن وُہ ہر اقنُوم کو الٰہی تشخص پیش کرتی ہے۔

(ج) **وُجُود کی تین صُورتیں** : تثلیث کا ہر اقنوم اپنی جگہ خُدا کی ذات کی عکاسی کرتا ہے۔

(د) ۔ **باپ غیر مرئی مخرج ہے** ۔ بیٹا ، باپ اور الٰہی ذات کا مرئی تجسّم اور عامل ہے ۔ غیر مرئی رُوح بیٹے کی معرفت باپ سے صادر ہوتا ہے اور باپ کو ظاہر کرتا ہے ۔

(ہ) ۔ **واحد شخصیت میں شعُور کے تین مرکز ہیں۔**

اب وُہ اُن مماثل مثالوں میں سے فضا کی مثال پیش کر کے تثلیث فی التوحید کے ساتھ مُطابقت دکھاتے ہیں۔

(ا) ۔ **مُکمل تین ہونا** : فضا میں تین باتیں پائی جاتی ہیں یعنی اُونچائی ، لمبائی اور چوڑائی ۔ یہ ایک دُوسرے سے الگ الگ ہیں لیکن ان تینوں کا وجود لازمی ہے ۔ (ہموار سطح محض ایک تصوّری شے ہے) ۔

(ب) **مُکمل وحدت** : فضا ایک مکمل اکائی ہے ۔ ہر وُہ شے جس میں یہ تینوں خوبیاں ہوں ، ایک اکائی ہے ۔

(ج) **شخصیت کی تین صورتیں** : اونچائی ، لمبائی اور چوڑائی فضا سے علیحدہ نہیں بلکہ فضا بذات خُود یہ تینوں چیزیں ہے ۔

وقت میں بھی اِسی طرح کی مشابہت پائی جاتی ہے ۔

(ا) **مکمل تین ہونا** : وقت کی تین صورتیں ہیں یعنی ماضی ، حال اور مُستقبل ۔ یہ تینوں ایک دوسرے کے بغیر قائم نہیں رہ سکتیں اور وقت بھی ان کے بغیر بے معنی بن جاتا ہے ۔ اگر ماضی نہیں تو وقت اِس لمحہ تک قائم نہ رہ سکتا اور جلد ہی یہ لمحہ بھی گزر جائے گا ۔ اگر مستقبل نہیں ہے تو زمانہ حال بھی موجود نہ ہوتا اور زمانہ حال کے بغیر

وقت کی تمیز ناممکن ہے۔

(ب) مکمل وحدت: وقت مستقبل تھا یا ہے۔ وقت زمانہ حال تھا یا ہوگا۔ وقت ماضی ہے یا ہوگا۔ پس ہر زمانہ وقت میں شامل ہے۔

(ج)۔ شخصیت کی تین صورتیں: ماضی، حال اور مستقبل وقت کی لازمی صفات ہیں لیکن وقت اِن سے علیحدہ نہیں۔

(د)۔ وقت مستقبل سے نکلتا ہے اور ماضی میں گم ہو جاتا ہے۔ مستقبل ایک غیر مرئی مخرج ہے جو لگاتار زمانہ حال کی شکل اختیار کرتا رہتا ہے اور زمانہ حال کے ذریعہ کام کرتا ہے۔ وقت زمانہ حال کے ذریعہ سے انسانی زندگی میں داخل ہوتا ہے۔ ماضی زمانہ حال سے نکلتا ہے لیکن زمانہ حال کی شکل اختیار نہیں کرتا۔ گو غیر مرئی ہے لیکن زمانہ حال پر اثر انداز ہوتا ہے۔

اگر کوئی شخص یہ دعوٰے کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے شعور کے تین مرکز نہیں ہو سکتے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اُس کے پاس اِس امر کے خلاف کافی شہادتیں موجود ہیں۔ چونکہ خدا تعالیٰ لامحدود ہونے کے باعث اِنسان کے تجربہ میں نہیں آسکتا، اِس لئے اِنسان محض اندازہ لگانے کی جسارت ہی کر سکتا ہے یا پھر اُسے خدا تعالیٰ کے بخشے ہوئے الہام کا یقین کرنا پڑتا ہے۔

چند سال پیشتر اگر کوئی سَو میل دُور کسی سے براہِ راست گفتگو کرنے کا خیال پیش کرتا تو دیوانہ سمجھا جاتا۔ کیونکہ اس قسم کا واقعہ انسانی تجربہ میں نہیں آیا تھا۔ اکثر لوگ اِسے بعید از عقل خیال کرتے تھے جب تک کہ سائنسدانوں

نے ایسا آلہ ایجاد نہ کر لیا جس نے اس حقیقت کو اُن کی روز مرّہ کی زندگی کا تجربہ نہ بنا دیا۔

مشہور سائنسدان ایڈیسن نے ایک مرتبہ فرمایا "ہم کسی شئے کے ایک فیصد کے لاکھویں حصّہ کے بارے میں بھی نہیں جانتے۔ کسی پودے کے سُورج کے عمل سے بڑھنے سے لیکر دِل کی دھڑکن تک فِطرت ایک حیران کُن بھید ہے"۔ اگر سائنس یہ جانتی ہے کہ الیکٹرون جو تمام فِطرت کی بُنیاد ہے ایک پیچیدہ مسئلہ ہے تو پھر تثلیث فی التوحید کے بارے میں جو کہ الیکٹرون کا خالق ہے کیا رائے ہو سکتی ہے؟

... کُل حقیقت ہم سے پوشیدہ ہے۔ بائبل مُقدّس میں اِسرار کی موجودگی میں اِس حقیقت کا بدیہی ثبوت ہے کہ وہ اِن کو نظر انداز کرنے کے بجائے انہیں حل کرتی ہے۔

(۶) بائبل مُقدّس اِنسان کو ایمان کی کمی کے باعث مجرم ٹھہراتی ہے۔ چونکہ مذہب عقلی مسئلہ کے بجائے اَخلاقی مسئلہ ہے، اِس لئے ایک شخص کو جو اچھی زندگی بسر کرتا ہے لیکن مسیحیت کے بارے میں شک وشبہ کا اِظہار کرتا ہے، یُوں بے رحمی سے مجرم ٹھہرانا خلافِ عقل ہے۔

اِس اعتراض کا پہلا جواب یہ ہے کہ ایک شخص ایسی نیک زندگی بسر

کرہی نہیں سکتا کہ جنّت کا حقدار بن جائے ۔ یہ ایک نیک ترین انسان کے لئے بھی ناممکن ہے کہ وہ خدائے پاک کی کامل راستبازی کے معیار تک پہنچ سکے۔

ہادیٔ برحق حضور المسیح کے پاس اُس شخص کے لئے جو یہ دعوٰے کرتا ہے کہ وہ کچھ عقلی مشکلات کے باعث ایمان نہیں لاسکتا، جواب یہ ہے ۔ آپ نے یہودی علماء سے فرمایا "اگر کوئی اُس کی مرضی پر چلنا چاہے تو وہ اِس تعلیم کی بابت جان جائیگا کہ خدا کی طرف سے ہے یا میں اپنی طرف سے کہتا ہوں" (یوحنا ۷: ۱۷)۔

آپ نے اِس مشکل کا حل یہ پیش کیا کہ اِسے عقل کے دائرہ سے نکال کر خواہش اور ارادہ کے ماتحت کردیا۔ بعض لوگ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اُن کے سامنے کچھ عقلی مشکلات ہیں، لیکن یہ محض اپنی خواہش کو ترک اور خدا تعالیٰ کو سچائی کے ساتھ تلاش نہ کرنے کا عذرِ لنگ ہے ۔ ممکن ہے یہ لوگ شہادتوں کی تحقیق کریں، لیکن کریں گے متعصب ذہن کے ساتھ۔ اِس قسم کے لوگ سچائی کو نہیں پا سکتے۔

ایک مشہور ماہرِ نفسیات فرائڈ کا قول ہے کہ "یہ فیصلہ کرنے میں کہ کس بات پر ایمان لایا جائے، مرضی بڑا اہم کردار ادا کرتی ہے"۔

انسانی فطرت کے عالم اور فلاسفر عرصۂ دراز سے ہمیں آگاہ کرتے آرہے ہیں کہ ہماری عقل آزاد نہیں ہے بلکہ اس کا انحصار ہماری جذباتی زندگی پر ہے ۔ ہماری عقل صرف اُس وقت ہی صحیح طور پر کام کر سکے گی اگر ہم اُسے جذبات کے زبردست اثر سے آزاد کرلیں، ورنہ یہ محض مرضی کی آلۂ کار بن کر رہ جاتی ہے اور اُس کے زیرِ اثر فیصلہ کرتی ہے ۔ لہذا اُن کے خیال کے

مطابق، منطقی دلائل ہماری مرضی اور متعینہ مقصد کے مقابلہ میں کمزور پڑ جاتی ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ دلائل خواہ لاتعداد کیوں نہ ہوں ہماری مرضی کے مقابلہ میں بہت کم کامیاب ہوتی ہیں۔

(۷)۔ بائبل مقدس میں معجزات درج ہیں لیکن معجزات ناممکن ہیں: اِس مسئلہ پر ہم اِس کتاب کے تیسرے باب میں روشنی ڈال چکے ہیں۔ ایک صاحبِ عقل شخص معجزات کا انکار محض اِس لئے نہیں کرے گا کہ وہ اُس کے مشاہدہ میں نہیں آئے یا وہ اُنہیں سمجھ نہیں سکتا۔ اگر کوئی واقعہ کسی کے تجربہ میں نہیں آیا تو وہ اس کا محض اِس بناء پر انکار نہیں کرسکتا، ورنہ اِس اصول کے تحت سائنس کا خاتمہ ہو جائے گا۔

مزید برآں، اگر کوئی شخص خدا تعالیٰ کی ہستی کا اقرار کرتا ہے تو اُسے معجزات کے امکان کو بھی تسلیم کرنا چاہئے۔ اگر خدا تعالیٰ ہے تو وہ قوانینِ فطرت کو معطل کر کے اِن کی جگہ دیگر قوانین لاسکتا ہے ۔ آیا وہ ایسے کریگا یا نہیں، یہ ایک الگ بات ہے، لیکن خدا تعالیٰ کی ہستی کے نظریہ میں اِس کا امکان ضرور موجود ہے۔

(۸) کوئی شخص بھی یقین سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ بائبل مقدس کی ہر کتاب اُسی کا جزو ہے اور خدا تعالیٰ کے الہام سے تحریر ہوئی۔

اگر ہم انجیلِ جلیل کو محض تاریخی طور پر مستند تسلیم کریں جیسے کہ مؤرخین کرتے ہیں تو ہم مسیحیت تک پہنچ جائیں گے ۔ حضور یسوع مسیح کی پاک اور لاثانی زندگی، آپکی تعلیمات، آپکی موت اور قیامت، یہ سب آپکو خدا تعالیٰ کا پاک اور بے خطا ممسوح ثابت کرتے ہیں۔

اگر آپ ایک مقدس شخصیت ہیں تو یقیناً آپ کا کلام بھی قابلِ اعتبار ہوگا۔ آپ نے اُنتالیس ۳۹ کُتُب کو جنہیں یہودی پاک نوِشتے کہتے ہیں کلامُ اللہ تسلیم کیا۔ یہ پاک نوشتے عہدِ عتیق کہلاتے ہیں۔

اب رہا عہدِ جدید، (انجیل شریف) اُس کے بارے میں، تو منطقی لحاظ سے مسیحیت کی تشریح و توضیح کون کر سکتے ہیں؟ یقیناً وہی اشخاص ہو سکتے ہیں جو مُنجّیِ جہان حضرت عیسیٰ مسیح کے ساتھ رہے، جنکو آپ نے خود منتخب کیا، تعلیم دی اور معجزوں کی قدرت بخشی۔ انجیلِ شریف کے صحائف اُنہی اشخاص نے اور اُن اصحاب نے جو آپ کے شاگردوں کے ساتھ رہے پاک رُوح کی تحریک سے تحریر کئے۔ مُصنّفین خود بھی دعوٰے کرتے ہیں کہ یہ صحائف خُدا تعالیٰ کے الہام سے لکھے گئے۔

ابتدائی مسیحیوں نے بھی اپنے ایمان کی اشاعت و حمایت میں متعدد کتابیں لکھیں، لیکن اُنہوں نے کبھی یہ دعوٰے نہیں کیا کہ یہ خُدا تعالیٰ کے الہام سے لکھی گئی ہیں۔ اِن میں سے اکثر کُتُب نہایت اعلیٰ پایہ کی تھیں لیکن اُنہیں کبھی بائبل مُقدّس کا حِصّہ تسلیم نہیں کیا گیا۔ انجیل شریف نے زیادہ تر اپنا مقام خود پیدا کیا ہے کیونکہ کلیسیاؤں نے بغیر کسی مداخلت کے اُسے مستند قبول کر لیا۔

بائبل مُقدّس میں شامل کئے جانے سے پیشتر ہر کتاب کو چار سخت امتحانات سے گزرنا پڑا۔

(ا)۔ کیا یہ کتاب کسی رسُول نے لکھی یا اُس نے جو رسُولوں سے قریب ترین تعلق رکھتا تھا؟

(ب) کیا اُس کتاب کا مضمون رُوحانی صِفات کا حامل ہے اور بائبل مُقدّس کی بقیہ کُتُب سے مُطابقت رکھتا ہے؟

(ج) کیا دنیا کی تمام کلیسیاؤں نے اُسے کلامُ اللہ تسلیم کیا ہے؟

(د)۔ کیا کتاب کے متن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ الہامی کتاب ہے؟

انجیل شریف کی جملہ کُتُب میں سے بیشتر کو کلیسیاؤں نے فوراً کلام اللہ تسلیم کر لیا۔ خاص طور پر وہ جن میں جناب یسوع مسیح اور آپ کی تعلیمات کا ذکر پایا جاتا ہے۔ مثلاً تاریخ میں ایسی کوئی شہادت نہیں ملتی جس سے یہ ظاہر ہو کہ پہلی صدی کے کسی مُعتبر مسیحی عالم نے اناجیل اربعہ کو رد کیا ہو یا کسی ایسی کتاب کو قبول کیا ہو جو دینِ عیسوی کے بنیادی عقائد کے خلاف ہو۔ بعض کتابوں کو انجیل شریف میں کچھ دیر تک شامل نہیں کیا گیا بلکہ کئی سالوں تک اُن کی جانچ پڑتال کی گئی۔ جب کلیسیا کو اِس بات کی تسلّی ہوئی کہ اِن کے مُصنفین رسُول ہی تھے تو اُنہیں انجیل میں شامل کر لیا گیا۔ چوتھی صدی کے آخر میں مغربی کلیسیاؤں نے انجیل شریف کی ستائیس ۲۷ کتابوں کو کلامُ اللہ تسلیم کر لیا۔ مشرقی کلیسیاؤں نے قدرے تساہل سے کام لیا لیکن پانچویں صدی میں اُنہوں نے بھی اِن ستائیس ۲۷ کُتُب کو قبول کر لیا۔

کلیسیا کے فیصلے کی تشریح غلط بھی کی جا سکتی ہے۔ بعض لوگ جنہوں نے تاریخی حقائق کا صحیح طور پر مُطالعہ نہیں کیا ہوتا، یہ رائے قائم کر سکتے ہیں کہ کلیسیا کے فیصلہ تک مسیحیوں کو بڑی دقّت پیش آئی ہوگی کہ بائبل مقدّس کی فہرستِ مسلّمہ میں کون سی کتابیں شامل کی جائیں۔ بعض نے کچھ کتابوں کو قابلِ قبول سمجھا اور دیگر نے ایسی کتابوں کو بھی جن کی تعلیم بالکل مختلف تھی۔ خصوصاً اناجیل کے مُتعلق بڑی مشکلات درپیش تھیں۔ اُس اصلی کتاب کی جو یسوع مسیح نے اپنے شاگردوں کو دی تھی، جعلی نقلوں نے آپ کے پُرجوش پیروکاروں میں بڑا اضطراب پیدا کر رکھا تھا۔"

یہ بات قطعاً غلط ہے۔ ابتدائی صدیوں کے کسی مسیحی راہنما نے کسی ایسی کتاب کو کلامُ اللہ قبول نہیں کیا جو ہماری موجودہ انجیل کی بنیادی تعلیم سے اختلاف رکھتی ہو، اور نہ کسی مسیحی یا غیر مذہبی مؤرخ نے کبھی یہ تسلیم کیا کہ ہادئ برحق جناب یسوع مسیح

نے اپنے شاگردوں کو انجیل دی تھی۔ پہلی صدی عیسوی میں صرف اناجیل اربعہ یعنی متی، مرقس، لوقا اور یوحنا تحریر ہوئیں۔ انہیں چشم دید گواہوں نے یا اُن گواہوں سے قریبی تعلق رکھنے والوں نے لکھا تھا۔ غالباً یہ غلط فہمی کہ اُس زمانہ میں بہت سی مختلف اناجیل موجود تھیں، اِس بات سے پیدا ہوئی کہ آج ہمارے پاس انجیل شریف کے تین ہزار سے زیادہ قلمی نسخے موجود ہیں۔ لیکن اِن سے یہ غلط تاثر نہیں لینا چاہیئے کہ یہ تین ہزار مختلف کتابیں ہیں۔ اِن نسخوں کا آپس میں اتفاق حیران کُن ہے۔

اب چودہ[۱۴] کتابیں باقی رہتی ہیں جن کے بارے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ ان کتابوں کو اپاکرفا کہا جاتا ہے۔ یہ عہدِ عتیق کے آخر میں آتی ہیں اور عہدِ جدید کی ستائیس کتابوں کے درمیانی عرصہ کو بیان کرتی ہیں۔ اِن چودہ کتابوں کو رومن کیتھولک کلیسیا الہامی تصور کرتی ہے لیکن پروٹسٹنٹ کلیسیائیں اُنہیں غیر مستند سمجھ کر قبول نہیں کرتیں۔ (بعض لوگ اُن کی تعلیمی افادیت کے قائل ہیں)۔ علاوہ ازیں رومن کیتھولک کلیسیا نے بھی اُنہیں سولہویں صدی عیسوی میں ہی الہامی قبول کیا ہے۔ اُس وقت رومن کیتھولک کلیسیا پر اصلاحِ کلیسیا کی تحریک سے بڑا دھچکا لگا تھا جس کی وجہ سے اِن کُتب کی شمولیت کارآمد سمجھی گئی۔ ایسی شہادتیں پائی جاتی ہیں جو اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ حضور المسیح کے زمانہ میں فلسطینی یہودی اِن کتابوں کو کلامُ اللہ تسلیم نہیں کرتے تھے۔ ہادیٔ برحق حضور المسیح اور آپ کے شاگردوں نے انجیل جلیل میں عہدِ عتیق سے تقریباً تین سو[۳۰۰] اقتباسات پیش کئے ہیں لیکن اِن میں سے ایک بھی اِن چودہ کتابوں (اپاکرفا) سے نہیں ہے۔

بہر حال اپاکرفا کا مسئلہ اتنی اہمیت نہیں رکھتا جیسے کہ بظاہر نظر آتا ہے۔ یہ کتابیں تواریخی طور پر ضرور دلچسپ ہیں لیکن مسیحیت کی بنیادی تعلیم پر اثر انداز نہیں ہوتیں۔

(۹)۔ بائبل مقدس فی الحقیقت کلامُ اللہ ہے لیکن متن میں فتور واقع ہو چکا ہے اس لئے قابلِ اعتبار نہیں۔

ہم اِس اعتراض پر پہلے بحث کر چکے ہیں۔ مختصر طور پر یہ کہ ہر مسیحی یا غیر مسیحی عالم جو بائبل مقدس کی تحقیق و تفتیش محنت یا دیانتداری سے کرے گا اُسے معلوم ہو جائے گا کہ اِس کا متن حقیقتاً وہی ہے جو ضبطِ تحریر کے وقت تھا۔ بعض حصّوں میں بےشک خفیف سا اختلاف ہے لیکن یہ غیر اہم تفصیلات میں پایا جاتا ہے اور کسی طرح بھی مسیحیت کی تعلیم پر اثر انداز نہیں ہوتا۔

ایک شخص جو بائبل مقدس پر ایمان نہیں رکھتا، اور کھلے دل اور ذہن کے ساتھ اِس کا مطالعہ نہیں کرتا، وہ اپنے عقیدہ کی حمایت میں کافی دلائل پیش کر سکتا ہے لیکن اُسے کوئی ایسی دلیل نہ ملے گی جو حقیقتاً درست ہو۔ وہ جو دلائل پیش کرے گا اُن کا منطقی جواب دیا جا سکے گا۔ اِس کے برعکس بائبل مقدس کے کلامُ اللہ ہونے کے متعلق حیرت انگیز شہادتیں ملتی ہیں۔ مسیحیت ایسے دعوے کرتی ہے جس کے ثبوت دیگر مذاہب میں نہیں ملتے۔ مثلاً پیشگوئیوں کا تکمیل پانا، معجزات جن کی تشریح آسانی سے نہیں کی جا سکتی اور ایک اعلیٰ شخص جس کے دعوے اور تعلیم لاثانی تھے۔ یہ وہ شہادتیں ہیں جنہیں کوئی دلیل رد نہیں کر سکتی۔ یہ نتیجہ جس پر ہم پہنچے ہیں نہایت اہم ہے۔ اگر بائبل مقدس خدا کا کلام ہے تو اِس میں وہ تمام کچھ موجود ہو گا جو خدا تعالیٰ اپنے بارے میں انسان پر ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ تک رسائی ممکن ہے تو اس میں وہ راہ بھی ضرور دکھائی گئی ہے۔

بائبل مقدس ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ خدا تعالیٰ انسان سے رفاقت رکھنے کا خواہاں ہے اور اُس نے ایک راہ مہیا کی ہے جس سے انسان اُس کی پُر فضل اور پُر اطمینان رفاقت میں داخل ہو سکتا ہے۔

ساتواں باب

تجربہ سے مسیحیت کا اِمتحان

ایک سمجھدار سائنسدان اپنے مُبیّنہ حقائق میں تجربات کو ضرور شامل کرتا ہے۔ ہزاروں مسیحی اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اُن کی زندگیوں میں نہ صرف تبدیلی آئی بلکہ ایک مکمل نئی زندگی رُونما ہوئی جس میں خُوشی، اِطمینان، خُدا کے لئے مُحبّت اور دُوسروں کے لئے بے غرض فکرمندی پائی جاتی ہے اور جس نے رنج وغم، پریشانی اور نفرت کو دور کر دیا۔ وُہ حق تعالیٰ کے ساتھ پُرفضل اور پیارے رشتہ میں بندھ گئے اور اس رشتہ کے سبب سے خواہ زندگی کے حالات کتنے ہی تکلیف دہ کیوں نہ ہوں انہیں کامل اطمینان اور خُوشی حاصِل ہے۔

۱۸۸۷ء میں جنُوبی سمُندر کے جزیرہ تاہیٹی کو ایک جہاز روانہ ہُوا۔ سولہ۱۶ مہینوں کے بعد کھجُور کے پودے جمع کرنے کا کام ختم ہُوا۔ جب ملّاحوں کو واپسی کا حکم مِلا تو اُنہوں نے بغاوت کردی۔ اِس عرصہ میں اُنہوں نے وہاں کی عورتوں سے تعلقات پیدا کر لئے تھے اِس لئے وُہ انہیں چھوڑ کر جانا نہیں چاہتے تھے۔ اُنہوں نے کپتان اور اُس کے چند ساتھیوں کو ایک چھوٹی کشتی میں بٹھا کر سمُندر میں دھکیل دیا۔ بالآخر یہ لوگ انگلستان پہنچ گئے اور یہ تمام ماجرا بیان کیا۔ بعد ازآں کچھ باغی ملّاح گرفتار کر لئے گئے۔ لیکن نو۹ ملّاح کسی دُوسرے جزیرہ میں بھاگنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہاں اُنہوں نے اپنی بستی آباد کر لی۔ یہاں وُہ اِنتہائی درجے کی پستی میں غرق ہو گئے۔ شراب نوشی، جھگڑا، فساد اور یہانتک کہ قتل وغارت اُن کی زندگی کا معمول بن گیا۔ نتیجتہً وہاں کی آبادی گھٹ گئی۔ آخر میں صرف الیگزینڈر سمِتھ

کچھ مقامی عورتیں اور مخلُوط بچے باقی رہ گئے۔

ایک دن سمِتھ کو ایک پُرانے صندُوق میں بائبل مقدّس کی ایک جلد مِلی۔ جب اُس نے اِسے پڑھا اور خُدا کی مُحبّت اور اُس تک رسائی کا رستہ معلُوم کیا تو اُس کی زندگی بدل گئی۔ اُس نے عورتوں اور بچوں کو بُلا کر اپنا نیا تجربہ اُنہیں بتایا۔ وُہ سب لوگ مسیحی بن گئے۔ بیماریاں، جرائم، جہالت اور نشہ بازی وغیرہ روز بروز کم ہوتے گئے اور بستی ترقی کرنے لگی۔ تقریباً بیس۲۰ سال بعد ایک امریکی جہاز اُس جزیرہ میں لنگر انداز ہُوا۔ جہازی وہاں انگریزی زبان سُن کر بڑے حیران ہُوئے۔ جب جہاز امریکہ پہنچا تو اُنہوں نے اِس جنّت کی خبر وہاں سنائی، جہاں کا اخلاقی معیار دُنیا کے کسی بھی مُہذّب مُلک کے معیار سے کم نہ تھا۔ یہ "باونٹی جہاز کی بغاوت" کی مشہور کہانی ہے۔

سر جیمس سمپسن جو کلوروفارم کی دریافت کے باعث مشہور ہیں، بائبل مُقدّس کا مُطالعہ بِلاناغہ اور بڑے ذوق وشوق سے کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی شخص نے اُن سے دریافت کیا کہ "آپ کی زندگی کی سب سے عظیم دریافت کون سی ہے"؟ اُنہوں نے اُسے مختصر سا جواب دیا "میری زندگی کی سب سے بڑی دریافت یہ ہے کہ میں بہت بڑا گناہگار ہُوں اور یسوع مسیح میرے عظیم نجات دہندہ ہیں"۔

ایک انگریز رابرٹ بلاچ فورڈ، ایک ایسے با اثر جریدہ کا مدیر تھا جس کا مقصد مسیحیت اور تمام مذاہب کو ختم کرنا تھا۔ اُس نے اپنے دہریانہ خیالات کو یُوں پیش کیا:

"میں دعوے سے کہتا ہُوں کہ آسمانی باپ کا تصوّر باطِل ہے۔ دُنیا اور زِندگی کے علم کی موجُودگی میں ہم اُس پر ایمان نہیں رکھ سکتے۔ کوئی آسمانی باپ نہیں ہے جو اپنے بچوں کی بڑی شفقت سے نگہبانی کرتا ہے۔ وُہ انسانی آرزوؤں کے خواب کا ایک بے بُنیاد سایہ ہے۔ اگر خُدا مُحبّت کا خُدا ہوتا تو وُہ ایک ایسی دُنیا پیدا نہ کرتا جس میں نفرت اور دُکھوں کے لئے جگہ ہوتی۔ وُہ نفرت اور دُکھوں کو

جاری رہنے کی اجازت کیوں دیتا ہے؟"

لیکن جب اُس کی بیوی کا انتقال ہُوا تو اُس دہریہ نے یہ محسوس کیا کہ اُسے اُسی خُدا کی ضرورت ہے جس کی وُہ ہمیشہ مُخالفت اور انکار کرتا رہا۔ اِس مایُوسی کی حالت میں اُس نے رحمتِ عالم جناب عیسیٰ مسیح کے نام میں مُعافی کے لئے خُدا تعالیٰ کو پُکارا۔ اور اُس نے خُدا کو بڑا رحیم و غفور پایا۔ وُہ اپنے طالبوں کو قوّت دینے کے لئے ہمیشہ تیار رہتا ہے۔

جب کوئی عیش پسند آدمی موت کے قریب پہنچتا ہے تو وُہ بھی سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ کٹّر متشکک بھی اپنے اعتقاد پر ڈگمگانے لگتے ہیں۔ والٹیر جس نے بہتوں کو فوق الفطرت باتوں کا تمسخر اُڑانا سکھایا، اپنے موت کے بستر پر چلّا اُٹھا۔ "اے خُدا مُجھے بخش دے۔ اے یسوّع مجھے بچا، اے خُدا مُجھ پر رحم کر"۔ ایک اور مثال تھامس پین کی ہے جو ایک مشہور کتاب "ایج آف ریزن" کا مُصنّف تھا۔ جب وُہ موت کے قریب تھا تو جو عورت اُس کی تیمارداری کر رہی تھی اُس سے اُس نے دریافت کیا کہ آپ نے میری تصنیف کردہ کتاب پڑھی ہے؟ جب عورت نے جواب دیا کہ "بہت تھوڑی پڑھی ہے"، تو اُس نے اُس سے صاف صاف رائے طلب کی اور کہا "میں آپ جیسی شریف خاتون سے صحیح جواب کی اُمید رکھتا ہُوں"۔ اس پر اُس نے جواب دیا "جب میں جوانی میں قدم رکھ رہی تھی تو کسی نے وُہ کتاب مجھے پڑھنے کو دی۔ لیکن جتنا زیادہ میں نے اُسے پڑھا اُتنی ہی زیادہ مایُوسی اور تاریکی بڑھتی گئی۔ آخر میں نے اُسے آگ میں ڈال دیا"۔ اُس نے جواب دیا " کاش سب نے یہی کیا ہوتا۔ کیونکہ اگر شیطان اپنے کام کے لئے کسی ذریعہ کو استعمال کر سکتا ہے تو وُہ میری ہی کتاب تھی"۔ جب وُہ اس کے لئے کھانے پینے کا سامان لے کر جاتی تو اس نے اُسے بارہا یہ کہتے سُنا

" اے خُداوند! اے خُداوند! اے خُداوند یسوّع مجھ پر رحم کر"۔

اگرچہ والڈو ایمرسن کا فلسفہ بائبل مُقدّس سے بہت مُختلف ہے تو بھی اپنے ایک مضمون "تحفے"، میں لکھتا ہے کہ وُہ بخشش جس میں بخشش کرنے والا پُورے طور پر شامل نہ ہو بے معنی اور کھوکھلی ہے۔ "اپنے آپ کا کچھ حِصّہ مُجھے دیجئے اور میری خاطر اپنے آپ کو قربان کیجئے"، اُس نے کہا۔ "اگر یہ بات دُنیاوی اعتبار سے درُست ہے تو یہ خُدا تعالیٰ کے لئے مُناسب کیوں نہ ہوگی کہ وُہ جو دُنیا کا رازق ہے اپنے آپ کو انسان کے لئے دے دے اور یسوّع مسیح کی شخصیت میں انسان کی مخلصی کے لئے دُکھ اُٹھائے"۔

ایسی ہی دلائل کا نتیجہ تھا کہ داؤد رہبر جو کبھی پنجاب یونیورسٹی لاہور کے شُعبہ اسلامیات کے پروفیسر تھے حضُور المسیح کے مُعتقد ہو گئے۔ اُن کی ڈاکٹریٹ کا مضمون "خُدائے عدل اور قرآن شریف کی اخلاقی تعلیم" تھا۔ اُن کا ذہن اِس بات سے پریشان تھا کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور مصائب جھیلنے کیلئے چھوڑ دیا۔ لیکن خُود مصائب سے دُور رہا اور اِس طرح اپنے آپ کو انسان کے عام تجربات سے علیحدہ رکھا۔ لیکن جب اُنہوں نے رحمتِ عالم جناب عیسیٰ مسیح کی زندگی کا بالغور مُطالعہ کیا تو حسب ذیل نتیجہ پر پہنچے۔

"اگر یسوّع مسیح کے مُتعلق بائبل مُقدّس کے بیانات باطل ہیں اور اگر اس الٰہی شہید یسوّع مسیح کے علاوہ کوئی اور خالق ہے تو اُس خالق کو اپنے سے بلند و برتر یسوّع مسیح کے لئے عرشِ مُعلےٰ خالی کر دینا چاہیئے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ازلی و ابدی خُدا تعالےٰ اور الٰہی شہید یسوّع مسیح دونوں ایک ہی شخصیت ہیں"۔

اِس طرح ڈاکٹر رہبر کی فلسفیانہ اور رُوحانی تحقیق کی تسکین ہُوئی، کیونکہ خُدا تعالیٰ نے ہمارے گناہوں کے سلسلہ میں اپنے پیار کا اظہار حضور المسیح کی

موت کے ذریعہ کر دیا ہے۔ چنانچہ اُنہوں نے اپنے قدیم اعتقاد کو اُس زندگی میں بدل لیا جو اب اُنہیں یسوع مسیح میں حاصل ہے۔

چارلس ڈارون جو اپنے مسئلہ ارتقا کے باعث مشہور ہے۔ ایک مرتبہ اُس نے اپنے گاؤں میں اپنے مکان کا ایک بڑا کمرہ چند مسیحیوں کو استعمال کرنے کیلئے دیا۔ مسیحی ہر روز اُس ہال میں انجیل کی منادی اور عبادت کرنے لگے۔ ڈارون کے لئے اِس منادی کے نتائج اِس قدر حیران کُن تھے کہ اُس نے مبشر کو لکھا "آپ کی چند ماہ کی منادی نے گاؤں میں وُہ کام کیا ہے جو ہم سالہا سال تک نہ کر سکے۔ ہم کسی شرابی کو اُس کی بُری عادت سے نہ بچا سکے لیکن آپ کی منادی کی بدولت اب گاؤں میں کوئی شرابی نظر نہیں آتا"۔

ہندوستان کے عبدالسبحان جب نوجوان تھے تو اپنے مذہب میں بڑے کٹر تھے۔ اُنہیں خدا تعالیٰ کی انتہائی جستجو تھی لیکن اِس جستجو کا مقصد محض خدا تعالےٰ کا علم حاصل کرنا نہیں تھا بلکہ خود خدا کو پانا تھا۔ اِس جستجو کی تسکین کی خاطر اُنہوں نے تصوف سے رجوع کیا۔ لیکن یہاں بھی آپکی تشنہ رُوح کو سکون نہ ملا۔

ایک دِن کسی نے اُنہیں انجیل شریف مطالعہ کے لئے دی۔ اِس کتاب کے متعلق مخالفین نے اُنہیں پہلے ہی بتا رکھا تھا کہ تحریف شدہ ہے اور اُس کی تعلیمات میں کفر اور بدی پائی جاتی ہے۔ اِس کے باوجود بھی اُن کے دِل میں اُس کی تعلیم جاننے کا شوق پیدا ہوا۔ جب اُنہوں نے اُس کا مطالعہ کیا تو قائل ہو گئے کہ یہ سچی کتاب ہے اور اِس میں خدا کا گہرا علم پایا جاتا ہے۔ لیکن سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اِس میں اُنہیں جناب یسوع مسیح میں اُن کی دِلی آرزو کا جواب مل گیا تھا۔

لیکن عبدالسبحان کے لئے یہ آسان راستہ نہیں تھا۔ یہ یقینی امر تھا کہ حضور المسیح کو قبول کرنے کے باعث اُنہیں اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کی طعن و تشنیع کا ضرور

سامنا کرنا پڑے گا۔ تاہم وُہ مسرت اور قوت جو خداوند یسوع مسیح میں اُنہیں حاصل ہوئی اِسقدر کافی تھی کہ وُہ اِنسان کی بدترین بدسلوکیوں کو بھی برداشت کر سکتے تھے۔ کیونکہ اب اُنہیں زندگی بلکہ حقیقی زندگی مل چکی تھی۔

اِس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد اُنہوں نے اپنے تجربہ کا اِختصار اِن الفاظ میں بیان کیا:

"مسیحیت کو قبول کرنے سے میں نے اُس شخص کی رہبری قبول کی جو زندگی میں تبدیلی اور کمزوری میں قوت عطا کر سکتا ہے۔ اُس نے مجھے قوت عطا کی کہ میں اُن چیزوں پر غالب آؤں جو زندگی کو برباد کرتی اور نیک زندگی بسر کرنے میں رکاوٹ کا باعث بنتی ہیں۔ اُس نے مجھے دِلی اِطمینان اور فتح مند زندگی بسر کرنے کے لئے اپنا فضل اور آسمانی شہریت بخشی ہے۔ میں نے معلوم کیا ہے کہ مسیحیت کا مطلب یسوع مسیح ہے اور ایک مسیحی کو اُس کی رفاقت میں رہنا لازمی ہے"۔

مسیحیت کی صداقت کا سب سے بڑا ثبوت تبدیل زندگیوں میں ملتا ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی لاتعداد شہادتیں بیان کی جا سکتی ہیں۔ مثلاً جم واس جو ایک مشہور جرائم پیشہ شخص تھا اور بجلی کی تاروں کی چوری کا ماہر سمجھا جاتا تھا، اُس نے چند سال پیشتر مسیح کو قبول کیا۔ اب اُس نے اپنی تمام زندگی نیویارک میں جرائم پیشہ لڑکوں کے گروہوں کو مسیح کے لئے جیتنے کیلئے وقف کر دی ہے۔ وُہ لوگ جو شراب کے غلام تھے جناب یسوع مسیح کے طفیل شراب نوشی کی عادت سے قطعی رہائی پا چکے ہیں۔ چونکہ اُنہیں نیک زندگی بسر کرنے کے لئے حضور المسیح سے قوت ملی اِس لئے اُنہوں نے مُعاشرہ کی اصلاح کے لئے بڑا کام کیا ہے۔ وُہ لوگ جن کی زندگیاں رُوکھی پھیکی اور بے مقصد تھیں، اُنہوں نے مسیح میں خوشی اور صحیح مقصد کو پایا ہے۔ ایسے مرد و خواتین جو اپنے دِل میں گُناہ کی کسک محسوس کرتے تھے، اب

اُنہیں المسیح میں گناہوں کی مُعافی اور اطمینان حاصل ہے۔ بعض لوگ جنہوں نے اپنی ساری زندگی کلیسیائی عبادتوں میں بسر کی اور پُوری وفاداری سے کلیسیائی قوانین کی پابندی کرتے رہے مگر اطمینان قلب نہ مِلا، اُن پر اچانک خُداوند یسوع مسیح ظاہر ہُوئے اور اُنہوں نے مذہبی رسُومات کے بدلے ایسی زندگی حاصل کرلی جو حقیقی اطمینان سے پُر تھی۔

مسیحی زندگی بسر کرنے کا مطلب دینی رسُومات کی پابندی نہیں ہے۔ ایک مسیحی کے نزدیک دُعا کے معنی خُداتعالیٰ سے سچ مُچ باتیں کرنا، اُس کے سامنے اپنی مشکلات پیش کرنا اور اُس کی حمد وثنا کرنا ہے۔ دُعا کا مطلب چند مخصوص فقروں کو دُہرانے کے بجائے دِل سے بے ساختہ نکلی ہُوئی فریاد ہے۔ تعجّب کی بات ہے کہ اِن دُعاؤں کے جواب مِلتے ہیں حالانکہ بعض اوقات اِن میں مالی امداد اور بیماریوں سے شِفا کی التجا بھی شامِل ہوتی ہے۔

بائبل مُقدّس ایک ایسی کتاب نہیں ہے جس میں محض قوانین قلمبند ہوں، بلکہ یہ وُہ کتاب ہے جس میں خُداتعالیٰ نے اپنی محبّت، آرزو اور رضا کا اظہار کیا ہے۔ ایک حقیقی مسیحی بائبل مُقدّس کی تلاوت کا آرزُومند رہتا ہے کیونکہ وُہ اِس میں خُداتعالیٰ کا عکس دیکھتا ہے۔ اور حقیقی مسیحیت خُداتعالیٰ سے رفاقت رکھتا ہے۔

پولس رسُول جو اوّلین مسیحی مُبشّر تھے، اِسے یُوں بیان کرتے ہیں: "لیکن جتنی چیزیں میرے نفع کی تھیں اُن ہی کو میں نے مسیح کی خاطر نقصان سمجھ لیا ہے۔ بلکہ میں اپنے خُداوند مسیح یسوع کی پہچان کی بڑی خُوبی کے سبب سے سب چیزوں کو نقصان سمجھتا ہُوں۔ جس کی خاطر میں نے سب چیزوں کا نقصان اُٹھایا اور اُن کو کُوڑا سمجھتا ہُوں تاکہ مسیح کو حاصل کروں اور اُس میں پایا جاؤں۔ نہ اپنی

اُس راستبازی کے ساتھ جو شریعت کی طرف سے ہے بلکہ اُس راستبازی کے ساتھ جو مسیح پر ایمان لانے کے سبب سے ہے اور خُدا کی طرف سے ایمان پر ملتی ہے۔ اور میں اُسکو اور اُس کے جی اُٹھنے کی قُدرت کو اور اُس کے ساتھ دُکھوں میں شریک ہونے کو معلوم کروں اور اُس کی موت سے مُشابہت پیدا کروں"

(انجیل مقدّسہ فلپیوں ۳: ۷-۱۰)۔

آٹھواں باب

ایک مسیحی کی پہچان کیا ہے؟

"دیکھو! میں سپاہی ہُوں"، ایک نوجوان نے سپاہی کی وردی پہن کر خُوشی سے چہکتے ہُوئے کہا۔ وُہ ہر روز وردی پہن کر گلیوں میں گھوما کرتا، حالانکہ نہ تو اُسے کسی مُلک نے اپنی فوج میں بھرتی کیا تھا اور نہ اُس نے جنگ کی تربیت حاصل کی تھی لیکن اُسے اِن باتوں کی پرواہ نہ تھی۔ وُہ سپاہی کی وردی پہن کر یہ خیال کرنے لگا تھا کہ وُہ سپاہی ہے حالانکہ وُہ صرف اپنی مرضی پوری کر رہا تھا۔

کسی راہ گیر نے اُسے دیکھ کر کہا "اچھا! کیا سپاہی ایسے ہوتے ہیں۔ اگر ایسی بات ہے تو یہ لوگ نہایت کاہل اور گھٹیا ہیں"۔

کیا یہ مضحکہ خیز بات نہیں؟ بے شک ہے، کیونکہ صرف ایک ناواقف شخص ہی ایک ایسے شخص کو دیکھ کر جو سپاہی نہیں، سپاہیوں کے مُتعلق رائے قائم کریگا۔ ایک حقیقی سپاہی تو وُہ ہے جسے اس کے مُلک نے اِس خدمت کے لئے مُنتخب کیا ہو اور جو میدانِ جنگ میں رہا ہو۔

مُمکن ہے آپ اِس مثال کو غیر مُناسب سمجھیں، لیکن کیا آپ بھی مسیحیت کے بارے میں رائے قائم کرتے وقت اِسی قسم کی سادہ لوحی کا مُظاہرہ تو نہیں کرتے؟ بے شمار لوگ مسیحی کہلاتے ہیں، لیکن در حقیقت اُنہیں معلوم ہی نہیں کہ مسیحیت کیا ہے اور نہ وُہ یہ جاننے کی کوشش ہی کرتے ہیں۔ وُہ صرف عیش و عشرت ہی میں اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اُن میں شراب نوشی اور دیگر مکرُوہ کام بھی ہوتے ہیں۔ یہ لوگ حقیقی معنوں میں مسیحی نہیں ہوتے۔

بعض لوگ حضور المسیح کے پیروکار ہونے کے بلند و بالا دعوے کرتے ہیں لیکن آپ کی تعلیمات کی بالکُل پرواہ نہیں کرتے۔ اِس کی ایک مثال، وُہ خُونی نام نہاد صلیبی جنگیں ہیں جن میں لاکھوں معصُوم اشخاص قتل کر دیئے گئے۔ اُن صلیبی مُجاہدوں کا دعویٰ تھا کہ وُہ اِن جنگوں کے وسیلے سے خُدا کی خدمت کر رہے ہیں لیکن حقیقت اِس کے برعکس تھی۔ وُہ رحمتِ عالم حضُور المسیح کی تعلیمات کی بجائے محض اپنے خیالات کی پیروی کر رہے تھے۔ پیغمبرِ امن حضور المسیح کا پیغام تو امن، خُوشی، مُحبّت، زندگی اور مُعافی کا پیغام ہے۔ لیکن یہ صلیبی مجاہد تو شدید نفرت، خُود غرضی اور اندھے تعصب کی آگ میں جل رہے تھے۔ یہ لوگ حقیقی معنوں میں مسیحی نہیں تھے۔

چند دولتمند اور با اثر لوگوں نے قوم کی حالت سُدھارنے میں بڑا حصّہ لیا ہے۔ اُنہوں نے بڑے بڑے شفا خانے کھولے اور عظیمُ الشان کُتب خانے قائم کئے اور قوم کی ترقی کے لئے کوشش کرتے رہے۔ بے شک سچے مسیحی کی پہچان یہی ہے کہ وُہ لوگوں کی بے غرض اور بے لوث خدمت کرتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ضروری نہیں کہ ایسا شخص حقیقی مسیحی ہو کیونکہ بعض اوقات یہ قابلِ تعریف کام خلوص کا نتیجہ نہیں ہوتے بلکہ ان کا مقصد اپنی تعریف کروانا اور لوگوں پر اثر ڈالنا ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ ان کاموں کے برعکس اُن کی زندگیاں اور شخصی تعلقات نہایت فاسد اور خُود غرضی سے معمُور ہوتے ہیں۔ اس قسم کے لوگ بھی حقیقی مسیحی نہیں۔

بہت سے ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو بڑی پابندی سے عبادتوں میں شریک ہوتے ہیں۔ وُہ کلیسیا کے رسم و رواج کی بڑی سختی سے پابندی کرتے ہیں۔ بعض تو اپنا قیمتی وقت اور وسائل کلیسیا کے لئے بے دریغ خرچ کرتے ہیں۔ کلیسیا میں تو وُہ دینداری کا نمونہ نظر آتے ہیں مگر عبادت گاہ سے

باہر نکلتے ہی وُہ خدا کو بھول جاتے ہیں۔ اُن کی زندگیاں جھوٹ، دغابازی، خودغرضی اور غُصّہ سے بھری ہوتی ہیں۔ یہ بھی حقیقی مسیحی نہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم سچّی مسیحیت کو کیسے جان سکتے ہیں جبکہ دُنیا میں مُتعدد مسیحی فرقے پائے جاتے ہیں اور اُن میں سے ہر ایک سچّا مسیحی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ رومن کیتھولک کا دعویٰ ہے کہ سچّائی اُن کے پاس ہے۔ راسخ الاعتقاد یُونانی کلیسیا دعوے کرتی ہے کہ وُہ صداقت پر ہیں۔ پروٹیسٹنٹ کلیسیا کا جس میں بہت سی جماعتیں شامل ہیں دعویٰ ہے کہ سچّائی اُن کے پاس ہے۔ اُن میں سے کون راست ہے؟

کِسی مسیحی جماعت میں شمولیت کِسی کو مسیحی نہیں بناتی۔ رومن کیتھولک اور یُونانی راسخ الاعتقاد رسُومات پر بڑا زور دیتے ہیں۔ اِس کے برعکس پروٹیسٹنٹ شخصی آزادی پر اور بائبل مُقدّس کے اختیار کو واحد سند مانتے ہیں۔ بے شک اِن تینوں اور دیگر چھوٹی چھوٹی کلیسیاؤں میں بھی نام نہاد مسیحیوں کے ساتھ، حقیقی مسیحی بھی پائے جاتے ہیں۔

حقیقی مسیحیت کا مطلب مسیح کے ساتھ شخصی تعلق ہے۔ لفظ "مسیحی" کا مطلب ہی مسیح کا پیروکار ہے۔ پس ایک حقیقی مسیحی وُہ ہے جو نہ صِرف مسیح کی تعلیمات پر ایمان لاتا ہے بلکہ اُس پر عمل کرنے کی کوشش بھی کرتا ہے۔ حقیقی مسیحی وُہ ہے جو اپنی تمام زندگی مسیح کے لئے وقف کر دیتا ہے اور جو زندہ خُدا سے رفاقت و شراکت رکھتا ہے۔ مسیحی وُہ نہیں ہے جو خُود کو مسیحی کہتا یا کہلواتا ہے، اچھے کام کرتا اور گرجے جاتا ہے۔ اِن باتوں سے کوئی بھی سچّا مسیحی نہیں بنتا، بلکہ مسیح کے ساتھ شخصی تعلقات ہی کسی کو حقیقی مسیحی بناتے ہیں۔

اگر کوئی یہ جاننا چاہتا ہے کہ حقیقی مسیحیت کیا ہے تو اُسے مسیحیت کے بانی اور

اور قائدِ عظیم اور اُس کی کتاب سے رجُوع کرنا چاہیئے۔ ایک مسیحی رہبرِ کامل حضُور المسیح کا پیروکار ہوتا ہے۔

لیکن حضور یسوؔع مسیح کون ہیں؟ آپ نے کیا کیا کیا؟ آپ نے کیا تعلیم دی؟ آئندہ ابواب میں اِن باتوں کا مختصر جواب دیا جائے گا کہ بائبل مُقدّس کے مُطابق اِنسان کی اَصل ضرورت کیا ہے اور کہ حضُور المسیح اِس ضرورت کو کس طرح پُورا کرتے ہیں۔

نواں باب

انسان کی نازک حالت

شام کے ٹھنڈے وقت وُہ باغ میں خُوشی سے لبریز، باہم گفتگو میں محو چہل قدمی کر رہے تھے۔ اُن کی آپس میں گہری اور پُر اطمینان رفاقت تھی۔ یہ کون تھے؟ ایک مرد، ایک عورت اور خُدا تعالیٰ۔

یہ تھی وُہ زندگی جو خُدا تعالیٰ نے انسان کے لئے تجویز کی تھی۔ اُس نے حضرت آدم اور حضرت حوّا کو تواریخ کائنات کا پہلا مرد اور پہلی عورت پیدا کیا اور اُنہیں ایک خُوبصورت باغ میں رکھا۔ اُس نے اُنہیں مصرُوف رکھنے کے لئے اُس باغ کی نگہبانی اُن کے سپُرد کی اور جانوروں کے نام رکھنے کا کام دیا۔ اُن کی زندگی کو پُر مُسرّت بنانے کے لئے اُس نے اُنہیں مُحبّت عطا کی کہ وُہ ایک دُوسرے سے مُحبّت رکھیں، لیکن سب سے بڑھ کر یہ کہ وُہ خُدا تعالیٰ سے مُحبّت رکھیں۔

لیکن وُہ مشینی آدمی نہیں تھے اور نہ خُدا تعالیٰ نے اُنہیں اپنی اطاعت پر مجبُور کیا۔ وُہ چاہتا تھا کہ وُہ اُسے اپنی آزاد مرضی سے پیار کریں۔ چُنانچہ اُس نے اُنہیں خود مُختاری بخشی لیکن اُنہوں نے اُس کا غلط استعمال کیا۔ اُنہوں نے خُدا تعالیٰ کی نافرمانی کی اور شجرِ ممنوعہ کا پھل کھا لیا۔

اِس طرح گُناہ اِنسان کی زندگی میں داخل ہُوا۔ یہ نافرمانی کا بدیہی نتیجہ تھا۔ خُدا تعالیٰ مُطلقاً پاک ہے اِس لئے وُہ گُناہگار سے رفاقت نہیں رکھ سکتا (بائبل مُقدّس حبقوق ۱:۱۳)۔ وُہ عادل ہے چنانچہ یہ اُس پر لازم ہے کہ وُہ گُناہ کی سزا دے۔ نتیجۃً حضرت آدم اور حضرت حوّا کو جنّت الفردوس سے نکلنا پڑا۔ اب اُنہیں اپنی

بقا کے لئے سخت محنت و مشقت کرنی پڑتی تھی (توریت شریف پیدائش ۳: ۱۷-۱۹)۔

جب گُناہ ایک مرتبہ انسانی نسل میں داخل ہو گیا تو وُہ اُس پر قابض ہو گیا۔ ابتدا سے لے کر اب تک اِنسان اپنی گُناہ آلُود فطرت کے ہاتھوں بے بس ہے (انجیل مُقدّسہ رومیوں ۵:۱۲)۔ اِنسان خواہ کتنا ہی راستباز کیوں نہ ہو، جب خُدا تعالیٰ کی پاکیزگی کی روشنی میں آتا ہے تو انتہائی گُناہگار دِکھائی دیتا ہے۔

گو خُدا تعالیٰ نے اپنے عدل کے باعث اِنسان کو اُس کے گُناہ کی سزا دی لیکن، اُس نے اِنسان سے اپنی مُحبّت ترک نہ کی اور اُس سے اپنی قدیم رفاقت کو بحال کرنے کا ہمیشہ آرزُومند رہا۔ اُس نے اپنے پیغمبر بھیجے تا کہ وُہ انسان کو توبہ کی طرف مائل کریں اور خُدا سے دوبارہ رشتہ اُستوار کر لیں۔ حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت مُوسےٰ اور لاتعداد انبیائے نے انسان کو آگاہ کیا اور اُنہیں خُدا کی طرف پھرنے کی تلقین کی مگر بہت کم لوگوں نے اُن کی بات مانی۔

لیکن خُدا تعالیٰ نے اپنی رحمت اور مُحبّت میں اِنسان سے اپنے انبیائ کی معرفت کلام کرنے کے علاوہ اور بھی بہت کچھ کیا۔ اُس نے اِنسان کے لئے ایک راستہ تیار کیا جس پر چل کر وُہ خُدا تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔

خُدا تعالیٰ اپنی پاکیزگی اور عدل کے باعث گُناہ کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ گُناہ، موت کا مُطالبہ کرتا ہے۔ ”گُناہ کی مزدُوری موت ہے“ (انجیلِ مُقدّسہ رومیوں ۶:۲۳)۔ ”جو جان گُناہ کرتی ہے وہی مرے گی“ (بائبل مُقدّس حزقی ایل ۱۸: ۴)۔ انسان اپنے اعمال کے سبب سے مُجرم ٹھہرا اور یُوں موت کا جو خُدا تعالیٰ سے ابدی جُدائی ہے حقدار بن گیا۔ اب اُس کے لئے کوئی اُمید باقی نہ رہی لیکن خُدا نے اپنی حکمت اور مُحبّت میں اُس کے لئے بچنے کی ایک راہ نکالی۔

”کیونکہ جسم کی جان خُون میں ہے..... جان رکھنے ہی کے سبب سے خُون کفارہ

دیتا ہے" (توریت شریف، احبار ۱۷:۱۱)۔ گناہ کے عوضانہ کے طور پر خُون بہانا ضروری تھا۔ جُوں ہی انسان سے گناہ سرزد ہُوا اُس کی فوری موت واقع ہُوئی یعنی وُہ خُدا سے جُدا ہو گیا۔ لیکن خُدا تعالےٰ نے اپنے عدل کے تقاضے کی تکمیل کے لئے ایک دُوسرا ذریعہ پیدا کیا۔ اُس نے گناہ کی سزا اُٹھانے کیلئے ایک عِوضی مہیّا کیا۔ اُس نے یہ مُقرّر کیا کہ گناہگار کے خُون کے بدلے برّے کا خُون دیا جا سکتا ہے۔

قدیم زمانہ میں لوگ خُدا تعالےٰ سے رفاقت رکھنے کے لئے اپنے گناہوں کے کفّارہ کے طور پر ایک تندرُست اور بے عیب برّہ قربان کیا کرتے تھے۔ اِس کے ساتھ ہی وُہ پُورے دل سے اپنے گناہوں سے توبہ بھی کرتے تھے۔ خُدا تعالیٰ نے بارہا اُن لوگوں کو آگاہ کیا کہ اگر قربانیوں کے ساتھ دلی توبہ شامل نہیں تو اُن کی قربانیاں نفرت انگیز ہیں (یسعیاہ ۱:۱۰-۱۸)۔

لیکن برّے کی قربانی ایک عارضی شے تھی۔ خُدا تعالےٰ نے وعدہ کیا کہ وُہ مُستقبل میں ایک مُکمل قربانی مُہیّا کرے گا۔ کیا کوئی جانور بنی نوع انسان کے گناہ کا پُورا مُعاوضہ ہو سکتا ہے؟ چونکہ تمام اِنسان گناہگار ہیں اِس لئے یہ ممکن نہیں۔ لیکن خُدا تعالیٰ کے پاس اِس کا جواب تھا۔ اُس نے حضُور المسیح کو جو بذاتِ خود الٰہی ذات تھے اور جو ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں، نوعِ انسانی کے پاس بھیجنے کا وعدہ کیا۔ لیکن یہ مسیح اِنسانی صُورت میں ذاتِ الٰہی ہوگا اور یہ اِنسان کے گناہوں کے لئے موت سہے گا۔ اُس کی موت ایک ایسی کامل قربانی ہوگی جو تمام بنی نوع اِنسان کے گناہوں کیلئے کافی ہوگی (یسعیاہ باب ۵۳)۔

خُدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم سے یہ وعدہ کیا تھا کہ "تیری نسل کے وسیلہ سے زمین کی سب قومیں برکت پائیں گی" (پیدائش ۲۲:۱۸)۔ حضرت یسعیاہ (اشعیا) نے پیدا ہونے والے ایک بچے کے بارے میں نبوّت کی تھی کہ وہ "خُدائے قادر" کہلائے

گا (یسعیاہ ۹:۶) اور گناہوں کے عوض قربان ہوگا (یسعیاہ باب ۵۳)۔ بائبل مُقدّس میں اس کے بارے میں جو تمام اِنسانوں کے گناہوں کے لئے قربان ہوگا مُتعدد پیشین گوئیاں پائی جاتی ہیں۔

چُنانچہ "جب وقت پُورا ہو گیا تو خُدا نے اپنے بیٹے کو بھیجا جو عورت سے پیدا ہُوا" (انجیل مُنوّرہ، گلتیوں ۴:۴)۔

دسواں باب

موعودہ نجات دہندہ

خُدا تعالیٰ نے حضرت جبریل کو گلیل کے ایک شہر ناصرت میں ایک نوجوان خاتون مریم مقدسہ کے پاس بھیجا جن کی نسبت حضرت یوسف (جو حضرت داؤد کے حسب و نسب سے تھے) کے ساتھ ہوئی تھی۔ حضرت جبریل، حضرت مریم صدیقہ سے یوں ہمکلام ہوئے "سلام تجھ کو جس پر فضل ہوا ہے، خُداوند تیرے ساتھ ہے" (لوقا ۱: ۲۸)۔

حضرت مریم صدیقہ اِن کلمات کو سُنکر بہت گھبرا گئیں اور سوچنے لگیں کہ اِن کلماتِ سلام کے معنی کیا ہو سکتے ہیں! اس پر حضرت جبریل نے آپ سے فرمایا "اے مریم، خوف نہ کر کیونکہ خُدا کی طرف سے تجھ پر فضل ہوا ہے۔ اور دیکھ تو حاملہ ہو گی اور تیرے بیٹا ہو گا۔ اُس کا نام یسوع رکھنا۔ وُہ بزرگ ہو گا اور خُدا تعالےٰ کا بیٹا کہلائے گا اور خُداوند خُدا اُس کے باپ داؤد کا تخت اُسے دیگا۔ اور وُہ یعقوب کے گھرانے پر ابد تک بادشاہی کرے گا اور اُس کی بادشاہی کا آخر نہ ہو گا" (لوقا ۱: ۳۰-۳۳)۔

مریم صدیقہ نے جبریل سے کہا "یہ کیونکر ہو گا جبکہ میں مرد کو نہیں جانتی؟ اور فرشتہ نے جواب میں اُس سے کہا کہ رُوح القُدس تجھ پر نازل ہو گا اور خُدا تعالیٰ کی قُدرت تجھ پر سایہ ڈالے گی اور اس سبب سے وُہ مولودِ مقدس خُدا کا بیٹا کہلائے گا" (لوقا ۱: ۳۴-۳۵)۔

جیسے کہ خُدا نے اپنے انبیاء کی معرفت فرمایا تھا یہ سب واقعات اُسی طرح تکمیل کو پہنچے "دیکھو ایک کنواری حاملہ ہو گی اور بیٹا جنے گی اور اُس کا نام عمانوایل رکھیں گے جس کا ترجمہ ہے خُدا ہمارے ساتھ" (متی ۱: ۲۲-۲۳)۔

کچھ عرصہ بعد حضرت مریم مقدسہ کے ایک بچہ تولد ہوا۔ اُسی علاقہ میں چرواہے تھے جو رات کو میدان میں رہ کر اپنے گلہ کی نگہبانی کر رہے تھے۔ اور خداوند کا فرشتہ اُن کے پاس آ کھڑا ہوا اور خُداوند کا جلال اُن کے چوگرد چمکا اور وُہ نہایت ڈر گئے۔ مگر فرشتہ نے اُن سے کہا ڈرو مت کیونکہ دیکھو میں تمہیں بڑی خوشی کی بشارت دیتا ہوں جو ساری اُمت کے واسطے ہو گی کہ آج داؤد کے شہر میں تمہارے لئے ایک مُنجی پیدا ہوا ہے یعنی مسیح خُداوند۔ اور اِس کا تمہارے لئے یہ نشان ہے کہ تُم ایک بچہ کو کپڑے میں لپٹا اور چرنی میں پڑا ہوا پاؤ گے۔ اور یکایک اُس فرشتہ کے ساتھ آسمانی لشکر کی ایک گروہ خُدا کی حمد کرتی اور یہ کہتی ظاہر ہوئی کہ عالمِ بالا پر خُدا کی تمجید ہو۔ اور زمین پر اُن آدمیوں میں جن سے وُہ راضی ہے صُلح۔ جب فرشتے اُن کے پاس سے آسمان پر چلے گئے تو ایسا ہوا کہ چرواہوں نے آپس میں کہا کہ آؤ بیت لحم تک چلیں اور یہ بات جو ہوئی ہے اور جس کی خُداوند نے ہم کو خبر دی ہے دیکھیں" (لوقا ۲: ۸-۱۵)۔

جب رہبرِ کامل حضور مسیح نے عوام میں خِدمت شروع کی تو اُس وقت آپ کی عُمر تیس ۳۰ سال کی تھی (لوقا ۳: ۲۳)۔

"اور یسوع تمام گلیل میں پھرتا رہا اور اُن کے عبادت خانوں میں تعلیم دیتا اور بادشاہی کی خوشخبری کی مُنادی کرتا اور لوگوں کی ہر طرح کی بیماری اور ہر طرح کی کمزوری کو دُور کرتا رہا۔ اور اُس کی شہرت تمام سُوریہ میں پھیل گئی اور لوگ سب بیماروں کو جو طرح طرح کی بیماریوں اور تکلیفوں میں گرفتار تھے اور اُن کو جن میں بدرُوحیں تھیں اور مرگی والوں اور مفلُوجوں کو اُس کے پاس لائے اور اُس نے اُن کو اچھا کیا۔ اور گلیل اور دکپُلِس اور یروشلیم اور

یہودیہ اور یردن کے پار سے بڑی بھیڑ اُس کے پیچھے ہو لی" (متی ۴: ۲۳-۲۵)۔

"وُہ اُس بھیڑ کو دیکھ کر پہاڑ پر چڑھ گیا اور جب بیٹھ گیا تو اُس کے شاگرد اُس کے پاس آئے ۔ اور وُہ اپنی زبان کھول کر اُن کو یُوں تعلیم دینے لگا ۔ مُبارک ہیں وُہ جو دل کے غریب ہیں کیونکہ آسمان کی بادشاہی اُن ہی کی ہے ۔ مُبارک ہیں وُہ جو غمگین ہیں کیونکہ وُہ تسلی پائیں گے ۔ مُبارک ہیں وُہ جو حلیم ہیں کیونکہ وُہ زمین کے وارث ہوں گے ۔ مُبارک ہیں وُہ جو راستبازی کے بھُوکے اور پیاسے ہیں کیونکہ وُہ آسودہ ہوں گے ۔ مُبارک ہیں وُہ جو رحمدل ہیں کیونکہ اُن پر رحم کیا جائے گا ۔ مُبارک ہیں وُہ جو پاکدل ہیں کیونکہ وُہ خُدا کو دیکھیں گے ۔ مُبارک ہیں وُہ جو صُلح کراتے ہیں کیونکہ وُہ خُدا کے بیٹے کہلائیں گے ۔ مُبارک ہیں وُہ جو راستبازی کے سبب سے ستائے گئے ہیں کیونکہ آسمان کی بادشاہی اُن ہی کی ہے ۔ جب میرے سبب سے لوگ تُم کو لعن طعن کریں گے اور ستائیں گے اور ہر طرح کی بُری باتیں تمہاری نسبت ناحق کہیں گے تو تم مُبارک ہو گے ۔ خُوشی کرنا اور نہایت شادمان ہونا کیونکہ آسمان پر تُمہارا اَجر بڑا ہے اِس لئے کہ لوگوں نے اُن نبیوں کو بھی جو تم سے پہلے تھے اِسی طرح ستایا تھا" (متی ۵: ۱-۱۲)۔

"پس اگر تُو قربان گاہ پر اپنی نذر گذرانتا ہو اور وہاں تجھے یاد آئے کہ میرے بھائی کو مُجھ سے کچھ شکایت ہے ۔ تو وُہیں قربان گاہ کے آگے اپنی نذر چھوڑ دے اور جا کر پہلے اپنے بھائی سے ملاپ کر تب آ کر اپنی نذر گذران" (متی ۵: ۲۳-۲۴)۔

"خبردار اپنے راستبازی کے کام آدمیوں کے سامنے دکھانے کے لئے نہ کرو نہیں تو تمہارے باپ کے پاس جو آسمان پر ہے تمہارے لئے کچھ اَجر نہیں ہے"۔

"پس جب تُو خیرات کرے تو اپنے آگے نرسنگا نہ بجوا جیسا ریاکار عبادت خانوں اور کوچوں میں کرتے ہیں تاکہ لوگ اُن کی بڑائی کریں ۔ میں تم سے سچ کہتا ہُوں کہ وُہ اپنا اَجر پا چکے ۔ بلکہ جب تُو خیرات کرے تو جو تیرا دہنا ہاتھ کرتا ہے اُسے تیرا بایاں ہاتھ نہ جانے ۔ تاکہ تیری خیرات پوشیدہ رہے ۔ اِس صُورت میں تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے تجھے بدلہ دے گا ۔

اور جب تُم دُعا کرو تو ریاکاروں کی مانند نہ بنو کیونکہ وُہ عبادت خانوں میں اور بازاروں کے موڑوں پر کھڑے ہو کر دُعا کرنا پسند کرتے ہیں تاکہ لوگ اُن کو دیکھیں ۔ میں تم سے سچ کہتا ہُوں کہ وُہ اپنا اَجر پا چکے ۔ بلکہ جب تُو دُعا کرے تو اپنی کوٹھری میں جا اور دروازہ بند کر کے اپنے باپ سے جو پوشیدگی میں ہے دُعا کر ۔ اِس صُورت میں تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے تجھے بدلہ دے گا" (متی ۶: ۱-۶)۔

"اور جب تم روزہ رکھو تو ریاکاروں کی طرح اپنی صُورت اُداس نہ بناؤ کیونکہ وُہ اپنا مُنہ بگاڑتے ہیں تاکہ لوگ اُن کو روزہ دار جانیں ۔ میں تُم سے سچ کہتا ہُوں کہ وُہ اپنا اَجر پا چکے ۔ بلکہ جب تُو روزہ رکھے تو اپنے سر میں تیل ڈال اور مُنہ دھو ۔ تاکہ آدمی نہیں بلکہ تیرا باپ جو پوشیدگی میں ہے تجھے روزہ دار جانے ۔ اِس صُورت میں تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے تجھے بدلہ دے گا ۔

اپنے واسطے زمین پر مال جمع نہ کرو جہاں کیڑا اور زنگ خراب کرتا ہے اور جہاں چور نقب لگاتے اور چُراتے ہیں ۔ بلکہ اپنے لئے آسمان پر مال جمع کرو جہاں نہ کیڑا خراب کرتا ہے نہ زنگ اور نہ وہاں چور نقب لگاتے اور چُراتے ہیں ۔ کیونکہ جہاں تیرا مال ہے وہیں تیرا دل بھی لگا رہے گا" (متی ۶: ۱۶-۲۱)۔

"پس جو کچھ تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں وُہی تم بھی اُن کے ساتھ کرو کیونکہ توریت اور نبیوں کی تعلیم یہی ہے" (متی ۷: ۱۲)۔

"پھر وُہ پہاڑ پر چڑھ گیا اور جن کو وُہ آپ چاہتا تھا اُن کو پاس بُلایا اور وُہ اُس کے پاس چلے آئے۔ اور اُس نے بارہ ۱۲ کو مُقرّر کیا تاکہ اُس کے ساتھ رہیں اور وُہ اُن کو بھیجے کہ مُنادی کریں" (مرقس ۳: ۱۳-۱۴)۔

رہبرِ کامل حضور یسُوع مسیح نے اکثر تمثیلوں کے ذریعہ تعلیم دی۔

"اور دیکھو ایک عالِم شرع اُٹھا اور یہ کہہ کر اُس کی آزمائش کرنے لگا کہ اے اُستاد! میں کیا کروں کہ ہمیشہ کی زندگی کا وارِث بنوں؟ اُس نے اُس سے کہا توریت میں کیا لکھا ہے؟ تو کِس طرح پڑھتا ہے؟ اُس نے جواب میں کہا کہ خُداوند اپنے خُدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری طاقت اور اپنی ساری عقل سے مُحبت رکھ اور اپنے پڑوسی سے اپنے برابر مُحبّت رکھ۔ اُس نے اُس سے کہا تُو نے ٹھیک جواب دیا۔ یہی کر تو تُو جیئے گا۔ مگر اُس نے اپنے تئیں راستباز ٹھہرانے کی غرض سے یسُوع سے پُوچھا پھر میرا پڑوسی کون ہے؟ یسُوع نے جواب میں کہا کہ ایک آدمی یروشلیم سے یریحو کیطرف جارہا تھا کہ ڈاکوؤں میں گھر گیا۔ اُنہوں نے اُس کے کپڑے اُتار لئے اور مارا بھی اور ادھمُوا چھوڑ کر چلے گئے۔ اتفاقاً ایک کاہن اُسی راہ سے جارہا تھا اور اُسے دیکھ کر کترا کر چلا گیا۔ اِسی طرح ایک لاوی اُس جگہ آیا۔ وُہ بھی اُسے دیکھ کر کترا کر چلا گیا۔ لیکن ایک سامری سفر کرتے کرتے وہاں آنکلا اور اُسے دیکھ کر اُس نے ترس کھایا۔ اور اُس کے پاس آکر اُس کے زخموں کو تیل اور مَے لگا کر باندھا اور اپنے جانور پر سوار کر کے سرائے میں لے گیا اور اُس کی خبر گیری کی۔ دُوسرے دن دو دینار نکال کر بھٹیارے کو دیئے اور کہا اِس کی خبر گیری کرنا اور جو کچھ اِس سے زیادہ خرچ ہو گا میں پھر آکر تجھے ادا کر دوں گا۔ ان تینوں میں سے اُس شخص کا جو ڈاکوؤں میں

گھر گیا تھا تیری دانست میں کون پڑوسی ٹھہرا؟ اُس نے کہا وُہ جس نے اُس پر رحم کیا۔ یسُوع نے اُس سے کہا جا۔ تُو بھی ایسا ہی کر" (لُوقا ۱۰: ۲۵-۳۷)۔

"اور اُس نے اُن سے ایک تمثیل کہی کہ کسی دولت مند کی زمین میں بڑی فصل ہُوئی۔ پس وُہ اپنے دل میں سوچ کر کہنے لگا کہ میں کیا کروں کیونکہ میرے ہاں جگہ نہیں جہاں اپنی پیداوار بھر رکھوں؟ اُس نے کہا میں یُوں کروں گا کہ اپنی کوٹھیاں ڈھا کر ان سے بڑی بناؤں گا۔ اور اُن میں اپنا سارا اناج اور مال بھر رکھوں گا اور اپنی جان سے کہوں گا اے جان! تیرے پاس بہت برسوں کے لئے بہت سامال جمع ہے۔ چین کر۔ کھا پی۔ خوش رہ۔ مگر خُدا نے اُس سے کہا اے نادان! اِسی رات تیری جان تجھ سے طلب کر لی جائے گی۔ پس جو تُو نے تیار کیا ہے وُہ کس کا ہو گا؟ ایسا ہی وُہ شخص ہے جو اپنے لئے خزانہ جمع کرتا ہے اور خدا کے نزدیک دولتمند نہیں" (لُوقا ۱۲: ۱۶-۲۱)۔

"دو شخص ہیکل میں دُعا کرنے گئے۔ ایک فریسی۔ دُوسرا محصُول لینے والا۔ فریسی کھڑا ہو کر اپنے جی میں یُوں دُعا کرنے لگا کہ اے خُدا! میں تیرا شُکر کرتا ہُوں کہ باقی آدمیوں کی طرح ظالم، بے انصاف، زناکار یا اِس محصُول لینے والے کی مانند نہیں ہُوں۔ میں ہفتہ میں دو بار روزہ رکھتا اور اپنی ساری آمدنی پر دہ یکی دیتا ہُوں۔ لیکن محصُول لینے والے نے دُور کھڑے ہو کر اتنا بھی نہ چاہا کہ آسمان کی طرف آنکھ اُٹھائے بلکہ چھاتی پیٹ پیٹ کر کہا کہ اے خُدا مُجھ گنہگار پر رحم کر۔ مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ یہ شخص دُوسرے کی نسبت راستباز ٹھہر کر اپنے گھر گیا کیونکہ جو کوئی اپنے آپ کو بڑا بنائے گا وُہ چھوٹا کیا جائے گا اور جو اپنے آپ کو چھوٹا بنائے گا وُہ بڑا کیا جائے گا" (لُوقا ۱۸: ۱۰-۱۴)۔

سرچشمۂ اعجاز حضور یسُوع مسیح نے بہت سے معجزے کئے لیکن اِن

سے آپ کا مقصد عوام سے تحسین و آفرین حاصل کرنا نہیں تھا بلکہ یہ معجزے
اُن پر یہ ظاہر کرنے کے لیئے کیئے گیئے کہ آپ فی الحقیقت ابنِ خدا ہیں۔
"جب وُہ کشتی پر چڑھا تو اُس کے شاگرد اُس کے ساتھ ہو لیئے۔ اور دیکھو
جھیل میں ایسا بڑا طوفان آیا کہ کشتی لہروں میں چھُپ گئی مگر وُہ سوتا تھا۔
اُنہوں نے پاس آکر اُسے جگایا اور کہا اے خُداوند ہمیں بچا! ہم ہلاک ہُوئے
جاتے ہیں۔ اُس نے اُن سے کہا اے کم اعتقادو! ڈرتے کیوں ہو؟ تب
اُس نے اُٹھ کر ہَوا اور پانی کو ڈانٹا اور بڑا امن ہو گیا۔ اور لوگ تعجّب کر کے
کہنے لگے یہ کس طرح کا آدمی ہے کہ ہَوا اور پانی بھی اِس کا حکم مانتے ہیں؟"
(متّی ۸: ۲۳ - ۲۷)۔

"پھر اُس نے جاتے وقت ایک شخص کو دیکھا جو جنم کا اندھا تھا۔ اور اُس کے
شاگردوں نے اُس سے پُوچھا کہ اے ربّی! کس نے گناہ کیا تھا جو یہ اندھا پیدا ہُوا۔
اِس شخص نے یا اِس کے ماں باپ نے؟ یسوؔع نے جواب دیا کہ نہ اُس نے گناہ کیا
تھا نہ اُس کے ماں باپ نے بلکہ یہ اِس لیئے ہُوا کہ خُدا کے کام اُس میں ظاہر ہوں
..... یہ کہہ کر اُس نے زمین پر تھُوکا اور تھُوک سے مٹی سانی اور وُہ مٹی اندھے کی
آنکھوں پر لگا کر اُس سے کہا جا شیلوؔخ (جس کا ترجمہ بھیجا ہُوا ہے) کے حوض میں
دھو لے۔ پس اُس نے جا کر دھویا اور بینا ہو کر واپس آیا۔ پس پڑوسی اور جن
جن لوگوں نے پہلے اُس کو بھیک مانگتے دیکھا تھا کہنے لگے کیا یہ وُہ نہیں جو بیٹھا بھیک
مانگا کرتا تھا؟ ... اُنہوں نے پھر اُس اندھے سے کہا کہ اُس نے جو تیری آنکھیں
کھولیں تو اُس کے حق میں کیا کہتا ہے؟ اُس نے کہا وُہ نبی ہے لیکن یہودیوں
کو یقین نہ آیا کہ یہ اندھا تھا اور بینا ہو گیا ہے۔ جب تک اُنہوں نے اُس کے
ماں باپ کو جو بینا ہو گیا تھا بُلا کر اُن سے نہ پُوچھ لیا کہ کیا یہ تمہارا بیٹا ہے جسے

تم کہتے ہو کہ اندھا پیدا ہُوا تھا؟ پھر وُہ اب کیونکر دیکھتا ہے؟ اُس کے ماں
باپ نے جواب میں کہا ہم جانتے ہیں کہ یہ ہمارا بیٹا ہے اور اندھا پیدا ہُوا تھا۔
لیکن یہ ہم نہیں جانتے کہ اب وُہ کیونکر دیکھتا ہے اور نہ یہ جانتے ہیں کہ کِس
نے اُس کی آنکھیں کھولیں۔ وُہ تو بالغ ہے۔ اُسی سے پُوچھو۔ وُہ اپنا حال آپ
کہہ دے گا۔ یہ اُس کے ماں باپ نے یہُودیوں کے ڈر سے کہا کیونکہ یہُودی
ایکا کر چُکے تھے کہ اگر کوئی اُس کے مسیح ہونے کا اِقرار کرے تو عبادت خانہ
سے خارج کیا جائے۔ اِس واسطے اُس کے ماں باپ نے کہا کہ وُہ بالغ ہے۔
اُسی سے پُوچھو... اُس آدمی نے جواب میں اُن سے کہا یہ تو تعجّب کی بات ہے کہ
تم نہیں جانتے کہ وُہ کہاں کا ہے حالانکہ اُس نے میری آنکھیں کھولیں۔ ہم
جانتے ہیں کہ خُدا گنہگاروں کی نہیں سُنتا لیکن اگر کوئی خُدا پرست ہو اور اُسکی
مرضی پر چلے تو وُہ اُس کی سُنتا ہے۔ دُنیا کے شروع سے کبھی سُننے میں
نہیں آیا کہ کسی نے جنم کے اندھے کی آنکھیں کھولی ہوں۔ اگر یہ شخص خُدا کی
طرف سے نہ ہوتا تو کچھ نہ کر سکتا۔ اُنہوں نے جواب میں اُس سے کہا تُو تو
بالکُل گناہوں میں پیدا ہُوا۔ تو ہم کو کیا سکھاتا ہے؟ اور اُنہوں نے اُسے
باہر نکال دیا۔

یسوؔع نے سُنا کہ اُنہوں نے اُسے باہر نکال دیا اور جب اُس سے ملا تو
کہا کیا تُو خُدا کے بیٹے پر ایمان لاتا ہے؟ اُس نے جواب میں اُس سے کہا
اے خُداوند وُہ کون ہے کہ میں اُس پر ایمان لاؤں؟ یسوؔع نے اُس سے
کہا تُو نے تو اُسے دیکھا ہے اور جو تجھ سے باتیں کرتا ہے وُہی ہے۔ اُس نے
کہا اے خُداوند میں ایمان لاتا ہوں اور اُسے سجدہ کیا۔"
(یوحنّا ۹: ۱، ۳-۶، ۸، ۱۷-۲۳، ۳۰-۳۸)۔

"تھوڑے عرصہ کے بعد ایسا ہُوا کہ وہ نائین نام ایک شہر کو گیا اور اُس کے شاگرد اور بہت سے لوگ اُس کے ہمراہ تھے۔ جب وُہ شہر کے پھاٹک کے نزدیک پہنچا تو دیکھو ایک مُردہ کو باہر لئے جاتے تھے۔ وُہ اپنی ماں کا اکلوتا بیٹا تھا اور وُہ بیوہ تھی۔ اور شہر کے بہتیرے لوگ اُس کے ساتھ تھے۔ اُسے دیکھ کر خُداوند کو ترس آیا اور اُس سے کہا مت رو۔ پھر اُس نے پاس آکر جنازہ کو چُھوا اور اُٹھانے والے کھڑے ہو گئے اور اُس نے کہا اے جوان میں تجھ سے کہتا ہُوں اُٹھ۔ وُہ مُردہ اُٹھ بیٹھا اور بولنے لگا اور اُس نے اُسے اُس کی ماں کو سونپ دیا۔ اور سب پر دہشت چھا گئی اور وُہ خُدا کی تمجید کر کے کہنے لگے کہ ایک بڑا نبی ہم میں برپا ہُوا ہے اور خُدا نے اپنی اُمّت پر توجّہ کی ہے" (لُوقا ۷: ۱۱-۱۶)۔

مصدرِ حیات جناب یسوؔع مسیح نے اپنے مُتعلق نہایت حیرت انگیز دعوے کئے۔ "یسوؔع نے اُس سے کہا کہ راہ اور حق اور زندگی میں ہُوں۔ کوئی میرے وسیلہ کے بغیر باپ کے پاس نہیں آتا" (یُوحنّا ۱۴: ۶)۔

"جو کوئی باپ یا ماں کو مجھ سے زیادہ عزیز رکھتا ہے وُہ میرے لائق نہیں۔ اور جو کوئی بیٹے یا بیٹی کو مجھ سے زیادہ عزیز رکھتا ہے وُہ میرے لائق نہیں" (متّی ۱۰: ۳۷)۔

"تم میں کون مجھ پر گُناہ ثابت کرتا ہے؟" (یُوحنّا ۸: ۴۶)۔

"یسوؔع نے اُس سے کہا قیامت اور زندگی تو میں ہُوں۔ جو مجھ پر ایمان لاتا ہے گو وُہ مر جائے توبھی زندہ رہے گا اور جو کوئی زندہ ہے اور مجھ پر ایمان لاتا ہے وُہ ابد تک کبھی نہ مرے گا" (یُوحنّا ۱۱: ۲۵-۲۶)۔

"میں اور باپ ایک ہیں" (یوحنّا ۱۰: ۳۰)۔

"...... نہ تم مجھے جانتے ہو نہ میرے باپ کو۔ اگر مجھے جانتے تو میرے باپ کو بھی جانتے" (یُوحنّا ۸: ۱۹)۔

"...... جس نے مجھے دیکھا اُس نے باپ کو دیکھا" (یُوحنّا ۱۴: ۹)۔

"...... جو مجھ پر ایمان لاتا ہے وُہ مجھ پر نہیں بلکہ میرے بھیجنے والے پر ایمان لاتا ہے۔ اور جو مجھے دیکھتا ہے وُہ میرے بھیجنے والے کو دیکھتا ہے" (یُوحنّا ۱۲: ۴۴-۴۵)۔

"...... جو کوئی مجھے قبول کرتا ہے وُہ مجھے نہیں بلکہ اُسے جس نے مجھے بھیجا ہے قبول کرتا ہے" (مرقس ۹: ۳۷)۔

"جو مجھ سے عداوت رکھتا ہے وُہ میرے باپ سے بھی عداوت رکھتا ہے" (یوحنّا ۱۵: ۲۳)۔

"...... جو بیٹے کی عزّت نہیں کرتا وُہ باپ کی جس نے اُسے بھیجا عزّت نہیں کرتا" (یُوحنّا ۵: ۲۳)۔

"یہُودیوں نے اُسے سنگسار کرنے کے لئے پھر پتھر اُٹھائے۔ یسوؔع نے اُنہیں جواب دیا کہ میں نے تم کو باپ کی طرف سے بہتیرے اچھّے کام دکھائے ہیں۔ ان میں سے کس کام کے سبب سے مجھے سنگسار کرتے ہو؟ یہُودیوں نے اُسے جواب دیا کہ اچھے کام کے سبب سے نہیں بلکہ کُفر کے سبب سے تجھے سنگسار کرتے ہیں اور اِس لئے کہ تُو آدمی ہو کر اپنے آپ کو خُدا بناتا ہے ... تم اُس شخص سے جسے باپ نے مُقدّس کر کے دُنیا میں بھیجا کہتے ہو کہ تُو کُفر بکتا ہے اِس لئے کہ میں نے کہا میں خُدا کا بیٹا ہُوں؟ اگر میں اپنے باپ کے کام نہیں کرتا تو میرا یقین نہ کرو لیکن اگر میں کرتا ہُوں تو گو میرا یقین نہ کرو مگر ان کاموں کا تو یقین کرو تاکہ تم جانو اور سمجھو کہ باپ مجھ میں ہے اور میں

باپ میں" (یُوحنّا ۱۰: ۳۰-۳۳، ۳۶-۳۸)۔

"اور یروشلیم جاتے ہُوئے یسوع بارہ ۱۲ شاگردوں کو الگ لے گیا اور راہ میں اُن سے کہا۔ دیکھو ہم یروشلیم کو جاتے ہیں اور ابنِ آدم سردار کاہنوں اور فقیہوں کے حوالہ کیا جائے گا اور وُہ اُسے قتل کا حکم دیں گے۔ اور اُسے غیر قوموں کے حوالہ کریں گے تاکہ وُہ اُسے ٹھٹھوں میں اُڑائیں اور کوڑے ماریں اور صلیب پر چڑھائیں اور وُہ تیسرے دن زندہ کیا جائیگا" (متّی ۲۰: ۱۷-۱۹)۔

"اب میری جان گھبراتی ہے۔ پس میں کیا کہوں؟ اے باپ! مُجھے اِس گھڑی سے بچا لیکن میں اِسی سبب سے تو اِس گھڑی کو پہنچا ہُوں" (یُوحنّا ۱۲: ۲۷)۔

"پس بہتیرے یہُودی ... جنہوں نے یسوع کا یہ کام دیکھا اُس پر ایمان لائے۔ مگر اُن میں سے بعض نے فریسیوں کے پاس جاکر اُنہیں یسوع کے کاموں کی خبر دی۔

"پس سردار کاہنوں اور فریسیوں نے صدرِ عدالت کے لوگوں کو جمع کر کے کہا ہم کیا کرتے ہیں؟ یہ آدمی تو بہت معجزے دکھاتا ہے۔ اگر ہم اُسے یُوں ہی چھوڑ دیں تو سب اُس پر ایمان لے آئیں گے اور رومی آکر ہماری جگہ اور قوم دونوں پر قبضہ کر لیں گے۔ اور ان میں سے کائفا نام ایک شخص نے جو اُس سال سردار کاہن تھا ان سے کہا تم کُچھ نہیں جانتے۔ اور نہ سوچتے ہو کہ تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ ایک آدمی اُمّت کے واسطے مرے نہ کہ ساری قوم ہلاک ہو" (یوحنا ۱۱: ۴۵-۵۰)۔

"پس وُہ اُسی روز سے اُسے قتل کرنے کا مشورہ کرنے لگے۔
پس اُس وقت سے یسوع یہُودیوں میں علانیہ نہیں پھرا بلکہ وہاں سے

جنگل کے نزدیک کے علاقہ میں افرائیم نام ایک شہر کو چلا گیا اور اپنے شاگردوں کے ساتھ وہیں رہنے لگا۔ اور یہُودیوں کی عیدِ فسح نزدیک تھی اور بہت لوگ فسح سے پہلے دیہات سے یروشلیم کو گئے تاکہ اپنے آپ کو پاک کریں۔ پس وُہ یسوع کو ڈھونڈنے اور ہیکل میں کھڑے ہو کر آپس میں کہنے لگے کہ تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا وُہ عید میں نہیں آئے گا؟ اور سردار کاہنوں اور فریسیوں نے حکم دے رکھا تھا کہ اگر کسی کو معلوم ہو کہ وُہ کہاں ہے تو اطلاع دے تاکہ اُسے پکڑ لیں" (یوحنا ۱۱: ۵۴-۵۷)۔

"تو بھی سرداروں میں سے بھی بہتیرے اُس پر ایمان لائے مگر فریسیوں کے سبب سے اقرار نہ کرتے تھے تا ایسا نہ ہو کہ عبادت خانہ سے خارج کئے جائیں۔ کیونکہ وُہ خُدا سے عزّت حاصل کرنے کی نسبت اِنسان سے عزّت حاصل کرنا زیادہ چاہتے تھے" (یوحنّا ۱۲: ۴۲-۴۳)۔

"اُس وقت اُن بارہ ۱۲ میں سے ایک نے جس کا نام یہوداہ اسکریوتی تھا سردار کاہنوں کے پاس جاکر کہا کہ اگر میں اُسے تمہارے حوالہ کرا دوں تو مُجھے کیا دو گے؟ اُنہوں نے اُسے تیس ۳۰ روپے تول کر دے دئے اور وُہ اُس وقت سے اُسے پکڑوانے کا موقع ڈھونڈنے لگا" (متّی ۲۶: ۱۴-۱۶)۔

"یسوع یہ باتیں کہہ کر اپنے شاگردوں کے ساتھ قدرون کے نالے کے پار گیا۔ وہاں ایک باغ تھا۔ اُس میں وُہ اور اُس کے شاگرد داخل ہُوئے۔ اور اُس کا پکڑوانے والا یہوداہ بھی اُس جگہ کو جانتا تھا کیونکہ یسوع اکثر اپنے شاگردوں کے ساتھ وہاں جایا کرتا تھا" (یوحنّا ۱۸: ۱-۲)۔

"وُہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ یہوداہ جو ان بارہ میں سے ایک تھا آیا اور اُس کے ساتھ ایک بڑی بھیڑ تلواریں اور لاٹھیاں لئے سردار کاہنوں اور قوم کے بزرگوں کی طرف سے آ پہنچی۔ اور اُس کے پکڑوانے والے نے اُن کو یہ نشان دیا تھا کہ

جس کا میں بوسہ لُوں وُہی ہے اُسے پکڑ لینا۔ اور فوراً اُس نے یسوؔع کے پاس
آکر کہا اے ربّی سلام! اور اُس کے بوسے لئے۔ یسوؔع نے اُس سے کہا میاں!
جِس کام کو آیا ہے وُہ کرلے۔ اِس پر اُنہوں نے پاس آکر یسوؔع پر ہاتھ ڈالا اور اُسے
پکڑ لیا۔ اور دیکھو یسوؔع کے ساتھیوں میں سے ایک نے ہاتھ بڑھا کر اپنی تلوار کھینچی
اور سردار کاہن کے نوکر پر چلا کر اُس کا کان اُڑا دیا۔ یسوؔع نے اُس سے کہا
اپنی تلوار کو میان میں کرلے کیونکہ جو تلوار کھینچتے ہیں وُہ سب تلوار سے ہلاک کئے
جائیں گے۔ کیا تُو نہیں سمجھتا کہ میں اپنے باپ سے مِنّت کر سکتا ہُوں اور وہ فرشتوں
کے بارہ تمن سے زیادہ میرے پاس ابھی مَوجُود کر دے گا؟ مگر وُہ نوشتے کہ یُوں ہی
ہونا ضرور ہے کیونکر پُورے ہوں گے؟

"مگر یہ سب کُچھ اِس لئے ہُوا ہے کہ نبیوں کے نوشتے پُورے ہوں اِس پر سب
شاگرد اُسے چھوڑ کر بھاگ گئے"۔

"اور یسوؔع کے پکڑنے والے اِس کو کائفا نام سردار کاہن کے پاس لے گئے
جہاں فقیہ اور بزرگ جمع ہو گئے تھے"

"اور سردار کاہن اور سب صدر عدالت والے یسوؔع کو مار ڈالنے کے لئے
اُس کے خلاف جھوٹی گواہی ڈھونڈنے لگے۔ مگر نہ پائی گو بہت سے جھوٹے
گواہ آئے"۔

"جب صُبح ہُوئی تو سب سردار کاہنوں اور قوم کے بزرگوں نے یسوؔع کے
خلاف مشورہ کیا کہ اُسے مار ڈالیں۔ اور اُسے باندھ کر لے گئے اور پیلاؔطُس
حاکم کے حوالہ کیا"۔

"یسوؔع حاکم کے سامنے کھڑا تھا اور حاکم نے اُس سے یہ پُوچھا کہ کیا تُو
یہودیوں کا بادشاہ ہے؟ یسوؔع نے اُس سے کہا تو خُود کہتا ہے۔ اور

جب سردار کاہن اور بزرگ اُس پر الزام لگا رہے تھے اُس نے کچھ جواب نہ دیا۔
اِس پر پیلاؔطُس نے اُس سے کہا کیا تُو نہیں سُنتا یہ تیرے خلاف کتنی گواہیاں
دیتے ہیں؟ اُس نے ایک بات کا بھی اُس کو جواب نہ دیا یہاں تک کہ حاکم نے
بہت تعجب کیا" (متیؔ ۲۶: ۴۷-۴۸، ۵۰، ۵۶-۵۷، ۵۹-۶۰؛ ۲۷: ۱-۲، ۱۱-۱۴)۔

"پھر پیلاؔطُس نے سردار کاہنوں اور سرداروں اور عام لوگوں کو جمع کر کے
اُن سے کہا کہ تم اِس شخص کو لوگوں کا بہکانے والا ٹھہرا کر میرے پاس لائے ہو
اور دیکھو میں نے تمہارے سامنے ہی اِس کی تحقیقات کی مگر جن باتوں کا
الزام تم اُس پر لگاتے ہو اُن کی نسبت میں نے اُس میں کچھ قصُور نہ پایا"
(لوقا ۲۳: ۱۳-۱۴)۔

"یہودیوں نے اُسے جواب دیا کہ ہم اہل شریعت ہیں اور شریعت کے موافق
وُہ قتل کے لائق ہے کیونکہ اُس نے اپنے آپ کو خُدا کا بیٹا بنایا۔ جب پیلاؔطُس
نے یہ بات سُنی تو اور بھی ڈرا اور پھر قلعہ میں جا کر یسوؔع سے کہا تو کہاں
کا ہے؟ مگر یسوؔع نے اُسے جواب نہ دیا۔ پس پیلاؔطُس نے اُس سے کہا
تو مجھ سے بولتا نہیں؟ کیا تو نہیں جانتا کہ مجھے تجھ کو چھوڑ دینے کا بھی اختیار
ہے اور مصلوب کرنے کا بھی اختیار ہے؟ یسوؔع نے اُسے جواب دیا کہ اگر
تجھے اُوپر سے نہ دیا جاتا تو تیرا مجھ پر کچھ اختیار نہ ہوتا۔ اِس سبب سے جس نے
مجھے تیرے حوالہ کیا اُس کا گُناہ زیادہ ہے۔ اِس پر پیلاطس اُسے چھوڑ دینے
میں کوشش کرنے لگا مگر یہودیوں نے چلّا کر کہا اگر تُو اِس کو چھوڑے دیتا ہے تو
قیصؔر کا خیر خواہ نہیں۔ جو کوئی اپنے آپ کو بادشاہ بناتا ہے وُہ قیصؔر کا
مُخالف ہے... اِس پر اُس نے اُس کو اُن کے حوالہ کیا تا کہ مصلوب کیا
جائے" (یُوحنّا ۱۹: ۷، ۱۲-۱۶)۔

"جب وُہ اُس جگہ پر پہنچے جسے کھوپڑی کہتے ہیں تو وہاں اُسے مصلوب کیا
اور بدکاروں کو بھی ایک کو دہنی اور دوسرے کو بائیں طرف۔ یسوعؔ نے کہا
اے باپ! اِن کو مُعاف کر کیونکہ یہ جانتے نہیں کہ کیا کرتے ہیں۔ اور اُنہوں
نے اُس کے کپڑوں کے حصّے کئے اور اُن پر قرعہ ڈالا۔ اور لوگ کھڑے دیکھ
رہے تھے اور سردار بھی ٹھٹھے مار مار کر کہتے تھے کہ اِس نے اوروں کو بچایا۔
اگر یہ خُدا کا مسیح اور اُس کا برگزیدہ ہے تو اپنے آپ کو بچائے۔ سپاہیوں نے
بھی پاس آکر اور سرکہ پیش کر کے اُس پر ٹھٹھا مارا" (لُوقاؔ ۲۳: ۳۳-۳۶)۔
"جب دوپہر ہُوئی تو تمام مُلک میں اندھیرا چھا گیا اور تیسرے پہر تک
رہا اور تیسرے پہر کو یسوعؔ بڑی آواز سے چلّایا کہ اِلوہی اِلوہی لما شبقتنی؟
جس کا ترجمہ ہے اے میرے خُدا! اے میرے خُدا! تُو نے مُجھے کیوں چھوڑ
دیا۔۔۔ اور ایک نے دوڑ کر اسپنج کو سرکہ میں ڈبویا اور سرکنڈے پر رکھ کر اُسے
چُسایا۔۔۔ پھر یسوعؔ نے بڑی آواز سے چلّا کر دم دے دیا۔ اور مقدِس کا
پردہ اوپر سے نیچے تک پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا اور جو صُوبہ دار اُس کے
سامنے کھڑا تھا اُس نے اُسے یُوں دم دیتے ہوئے دیکھ کر کہا بیشک یہ
آدمی خُدا کا بیٹا تھا" (مرقس ۱۵: ۳۳-۳۴، ۳۶-۳۷، ۳۹)۔
"اِن باتوں کے بعد اِرمتیہ کے رہنے والے یُوسفؔ نے جو یسوعؔ کا شاگرد
تھا (لیکن یہُودیوں کے ڈر سے خُفیہ طور پر) پیلاطُسؔ سے اِجازت چاہی کہ
یسوعؔ کی لاش لے جائے۔ پیلاطُسؔ نے اِجازت دیدی۔ پس وُہ آکر
اُس کی لاش لے گیا اور نیکُدِیمُسؔ بھی آیا۔ جو پہلے یسوعؔ کے پاس رات کو
گیا تھا اور پچاس۵۰ سیر کے قریب مُر اور عُود ملا ہُوا لایا۔ پس اُنہوں نے
یسوعؔ کی لاش لے کر اُسے سوتی کپڑے میں خوشبُودار چیزوں کے ساتھ

کفنایا جس طرح کہ یہُودیوں میں دفن کرنے کا دستور ہے۔ اور جس جگہ
وُہ مصلوب ہُوا وہاں ایک باغ تھا اور اُس باغ میں ایک نئی قبر تھی
جس میں کبھی کوئی نہ رکھا گیا تھا۔ پس اُنہوں نے یہُودیوں کی تیاری کے
دِن کے باعث یسوعؔ کو وہیں رکھدیا کیونکہ یہ قبر نزدیک تھی"
(یُوحنّا ۱۹: ۳۸-۴۲)۔
"دُوسرے دِن جو تیاری کے بعد کا دن تھا سردار کاہنوں اور فریسیوں
نے پیلاطُسؔ کے پاس جمع ہو کر کہا۔ خُداوند! ہمیں یاد ہے کہ اُس
دھوکے باز نے جیتے جی کہا تھا میں تین۳ دن کے بعد جی اُٹھوں گا۔ پس
حکم دے کہ تیسرے دن تک قبر کی نگہبانی کی جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو
کہ اُس کے شاگرد آکر اُسے چُرا لے جائیں اور لوگوں سے کہہ دیں کہ وُہ مُردوں
میں سے جی اُٹھا اور یہ پچھلا دھوکا پہلے سے بھی بُرا ہو۔ پیلاطُسؔ نے
اُن سے کہا تُمہارے پاس پہرے والے ہیں۔ جاؤ جہاں تک تُم سے ہو
سکے اُس کی نگہبانی کرو۔ پس وُہ پہرے والوں کو ساتھ لے کر گئے اور پتھر
پر مُہر کر کے قبر کی نگہبانی کی" (متّی ۲۷: ۶۲-۶۶)۔
"جب سبت کا دن گزر گیا تو مریمؔ مگدلینی اور یعقُوبؔ کی ماں مریمؔ اور سلومیؔ نے
خُوشبودار چیزیں مُول لیں تاکہ آکر اُس پر ملیں۔ وُہ ہفتہ کے پہلے دن بہت سویرے
جب سُورج نکلا ہی تھا قبر پر آئیں اور آپس میں کہتی تھیں کہ ہمارے لیئے
پتھر کو قبر کے مُنہ پر سے کون لُڑھکائے گا؟ جب اُنہوں نے نگاہ کی تو دیکھا
کہ پتھر لُڑھکا ہُوا ہے کیونکہ وُہ بہت ہی بڑا تھا۔ اور قبر کے اندر جا کر اُنہوں
نے ایک جوان کو سفید جامہ پہنے ہُوئے دہنی طرف بیٹھے دیکھا اور نہایت
حیران ہوئیں۔ اُس نے اُن سے کہا ایسی حیران نہ ہو۔ تم یسوعؔ ناصری

کو جو مصلوب ہُوا تھا ڈھونڈتی ہو۔ وُہ جی اُٹھا ہے۔ وُہ یہاں نہیں ہے۔ دیکھو یہ وُہ جگہ ہے جہاں اُنہوں نے اُسے رکھا تھا۔ لیکن تم جاکر اُس کے شاگردوں اور پطرس سے کہو کہ وُہ تم سے پہلے گلیل کو جائے گا۔ تم وہیں اُسے دیکھو گے جیسا اُس نے تم سے کہا۔ اور وُہ نکل کر قبر سے بھاگیں کیونکہ لرزش اور ہیبت اُن پر غالب آگئی تھی اور اُنہوں نے کسی سے کچھ نہ کہا کیونکہ وُہ ڈرتی تھیں" (مرقس ۱۶: ۱-۸)۔

"جب وُہ جا رہی تھیں تو دیکھو پہرے والوں میں سے بعض نے شہر میں آکر تمام ماجرا سردار کاہنوں سے بیان کیا۔ اور اُنہوں نے بزرگوں کے ساتھ جمع ہوکر مشورہ کیا اور سپاہیوں کو بہت سا روپیہ دے کر کہا یہ کہہ دینا کہ رات کو جب ہم سو رہے تھے اُس کے شاگرد آکر اُسے چُرا لے گئے۔ اور اگر یہ بات حاکم کے کان تک پہنچی تو ہم اُسے سمجھا کر تم کو خطرہ سے بچا لیں گے۔ پس اُنہوں نے روپیہ لے کر جیسا سکھایا گیا تھا ویسا ہی کیا اور یہ بات آج تک یہودیوں میں مشہور ہے" (متّی ۲۸: ۱۱-۱۵)۔

"پھر اُسی دن جو ہفتہ کا پہلا دن تھا شام کے وقت جب وہاں کے دروازے جہاں شاگرد تھے یہودیوں کے ڈر سے بند تھے یسوع آکر بیچ میں کھڑا ہُوا اور اُن سے کہا تمہاری سلامتی ہو! اور یہ کہہ کر اُس نے اپنے ہاتھوں اور پسلی کو اُنہیں دکھایا پس شاگرد خُداوند کو دیکھ کر خوش ہُوئے۔ مگر اِن بارہ[۱۲] میں سے ایک شخص یعنی تُوما جسے توام کہتے ہیں یسوع کے آنے کے وقت اُن کے ساتھ نہ تھا پس باقی شاگرد اُس سے کہنے لگے کہ ہم نے خُداوند کو دیکھا ہے مگر اُس نے اُن سے کہا جب تک میں اُس کے ہاتھوں میں میخوں کے سوراخ نہ دیکھ لوں اور میخوں کے سوراخوں

میں اپنی انگلی نہ ڈال لوں اور اپنا ہاتھ اُس کی پسلی میں نہ ڈال لوں ہرگز یقین نہ کروں گا۔

آٹھ روز کے بعد جب اُس کے شاگرد پھر اندر تھے اور تُوما اُن کے ساتھ تھا اور دروازے بند تھے یسوع نے آکر اور بیچ میں کھڑا ہو کر کہا تمہاری سلامتی ہو۔ پھر اُس نے تُوما سے کہا اپنی اُنگلی پاس لاکر میرے ہاتھوں کو دیکھ اور اپنا ہاتھ پاس لاکر میری پسلی میں ڈال اور بے اعتقاد نہ ہو بلکہ اعتقاد رکھ۔ تُوما نے جواب میں اُس سے کہا اے میرے خُداوند! اے میرے خُدا! یسوع نے اُس سے کہا تُو تو مُجھے دیکھ کر ایمان لایا ہے۔ مُبارک ہیں وُہ جو بغیر دیکھے ایمان لائے"

(یُوحنّا ۲۰: ۱۹-۲۰، ۲۴-۲۹)۔

"اُس نے دُکھ سہنے کے بعد بہت سے ثبوتوں سے اپنے آپ کو اُن پر زندہ ظاہر بھی کیا۔ چُنانچہ وُہ چالیس[۴۰] دن تک اُنہیں نظر آتا اور خُدا کی بادشاہی کی باتیں کہتا رہا۔ اور اُن سے مِل کر اُن کو حُکم دیا کہ یروشلیم سے باہر نہ جاؤ بلکہ باپ کے اس وعدہ کے پُورا ہونے کے مُنتظر رہو جس کا ذکر مُجھ سے سُن چُکے ہو۔ ... لیکن جب رُوح القُدس تم پر نازل ہوگا تو تُم قوّت پاؤ گے اور یروشلیم اور تمام یہودیہ اور سامریہ میں بلکہ زمین کی انتہا تک میرے گواہ ہو گے۔ یہ کہہ کر وُہ اُن کے دیکھتے دیکھتے اُوپر اُٹھا لیا گیا اور بدلی نے اُسے اُن کی نظروں سے چُھپا لیا اور اُس کے جاتے وقت جب وُہ آسمان کی طرف غور سے دیکھ رہے تھے تو دیکھو دو[۲] مرد سفید پوشاک پہنے اُن کے پاس آ کھڑے ہُوئے۔ اور کہنے لگے اے گلیلی مردو! تم کیوں کھڑے آسمان کی طرف دیکھتے ہو؟ یہی یسوع جو تمہارے پاس سے آسمان پر اُٹھایا گیا ہے اِسی طرح پھر آئے گا جس طرح تم نے اُسے آسمان پر جاتے دیکھا ہے" (رسولوں کے اعمال ۱: ۳-۴، ۸-۱۱)۔

گیارھواں باب

زِندگی کی راہ

یقیناً یہ محبّت کا عظیم ترین اظہار ہے جس کا ذکر دُنیا کی کِسی اور کتاب میں نہیں ملتا کہ خُدا تعالےٰ جو قادرِ مُطلق اور سراسر پاک ہے آدمیوں کی اس دُنیا کے لئے جو اپنی خواہشات اور کمزوریوں میں بُری طرح جکڑی ہُوئی ہے اس قدر فکر مند ہو۔ نیز یہ کہ وُہ اپنی محبّت سے اِتنا مجبُور ہو جائے کہ وُہ اُن کی ضرورت کو پُورا کرنے کے لئے رضا کارانہ پستی اختیار کرے۔ لیکن اُس نے یہ کیا۔ وُہ جو الٰہی ذات تھا اُس نے انسانی جسم اختیار کیا اور ابنِ آدم کہلایا۔ بڑھئی کے کام کرنے سے اُس کے ہاتھ سخت اور کھُردرے ہو گئے۔ اُس کے جسم نے بھُوک پیاس کو اُسی شدّت سے محسُوس کیا جس شدّت سے اُس کے ہموطن کرتے تھے۔ اُسے بھی دُوسروں کی مانند رنج و غم اور تمسخر و حقارت کی چُبھن کا احساس تھا۔ وُہ تیس ۳۰ سال تک اِس زمین پر رہا اور اُسے ہر قسم کی آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن وُہ ایک مرتبہ بھی مغلُوب نہیں ہُوا۔ بے شک وُہ بشر تھا لیکن بے گناہ اور پاک۔

حضور المسیح نہ صرف انسان تھے بلکہ ابنُ اللہ بھی تھے۔ بحیثیت انسان آپ دُوسرے انسانوں کی مانند تھے اور تمام نسلِ انسانی کے لئے ایک عظیم قُربانی بن گئے۔ لیکن ابنُ اللہ کی حیثیت سے آپ کل عالم کے گناہوں کا کفّارہ ادا کرنے کے قابل تھے۔ آپکے مُعجزات سے آپکی الٰہی قدرت کا اظہار ہوتا ہے اور آپ کی پیشنگوئیاں آپ کی الٰہی حکمت کا ثبوت ہیں۔ جب

آپ صلیب کی اذیّت سہہ رہے تھے تو آپ نے اپنے ظالموں کے نفرت سے بھرے ہُوئے چہروں کو دیکھا اور اپنے آسمانی باپ سے اُنہیں مُعاف کرنے کی التجا کی۔ ایسی محبّت جس میں مکافاتِ ظُلم کی خواہش نہ پائی جائے، الٰہی محبّت ہی ہو سکتی ہے۔

جب مُنجّیِ جہان حضور المسیح صلیب پر تھے تو زمین پر متواتر تین ۳ گھنٹے تک تاوقتیکہ آپ کا وصال نہ ہُوا، تاریکی چھائی رہی۔ جاں بحق ہونے سے چند لمحات پیشتر آپ کے مُنہ سے چند حیرت انگیز الفاظ نکلے "اے میرے خُدا! اے میرے خُدا! تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟" کُل دُنیا کے گناہوں کا دہشتناک بوجھ آپ کے دوشِ مبارک پر لاد دیا گیا تھا۔ جب آپکی رُوح جسدِ عنصری سے پرواز کرنے کو تھی تو آپ نے فتح کا نعرہ لگایا "تمام ہُوا"۔ اِبنُ اللہ نے انسانی موت کے تجربہ سے گزر کر گُناہ کی وادی پر جو انسان کو خُدا سے جُدا کرتی ہے ایک پل تعمیر کر دیا۔ اِس طرح آپ نے انسان کے لئے ایک ایسا راستہ مہیّا کیا جس سے وُہ خُدا تک پہنچ کر اُس سے رفاقت رکھ سکتا ہے۔

مشرقی ممالک میں ایک کہانی بیان کی جاتی ہے جس میں ایک شخص ایک گہرے اندھے کنُوئیں میں گر گیا۔ وُہ باہر نکلنے کی ہر چند کوشش کرتا رہا مگر ناکام رہا۔ آخر کار وُہ تھک ہار کر بیٹھ گیا۔ اُس لمحہ کنفیوشس کا ایک پیروکار وہاں سے گزرا۔ اُس نے کنُوئیں میں جھانک کر اُسے دیکھا اور کہا "اے جوان! تم تو ایک بڑی مُصیبت میں پھنس گئے ہو۔ آئندہ جب کبھی اِس راہ سے گزرو تو آنکھیں کھول کر چلو تاکہ پھر کنُوئیں میں نہ گر پڑو"۔ یہ کہہ کر وُہ وہاں سے چلا گیا۔

کچھ دیر بعد وہاں سے ایک بدھ مت کا پیرو کار گزرا اور اُس کی آہ وزاری سُن کر کنوئیں میں جھانکا۔ اُس نے افسوس کا اظہار کرتے ہُوئے کہا "ارے بھائی! تمہاری حالت تو بڑی خطرناک ہے۔ اگر تم کوشش کر کے یہاں تک چڑھ آؤ اور میرا ہاتھ پکڑ لو تو میں تمہیں نکال لوں گا"۔ اُس بے چارے نے بڑے ہاتھ پاؤں مارے اور اُوپر چڑھنے کی انتہائی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ آخر کار مایوس ہو کر بیٹھ گیا کیونکہ کنوئیں کی دیوار بہت اُونچی تھی۔

اُسی وقت چارہ سازِ عاصیاں یسوع مسیح وہاں آپہنچے اور بڑی شفقت کے ساتھ اُس سے ہمکلام ہُوئے۔ "اے دوست! میں تمہیں اِس خطرناک حالت سے بچاؤں گا"۔ یہ کہہ کر آپ خود اُس کنوئیں میں اُترے اور اُس نیم جان شخص کو اپنی کمر پر لادا اور اوپر لے آئے۔

دُنیا کے تقریباً سب ہی مذاہب اِنسان کی گناہ کے باعث خطرناک حالت کا اِقرار کرتے ہیں، لیکن پندونصیحت کے علاوہ اور کُچھ نہیں کر سکتے۔ صرف مسیحیت ہی وُہ واحد مذہب ہے جو انسان کو اُس کے گناہوں سے رہائی دلانے کیلئے راستہ مہیّا کرتا ہے۔ یہ رہائی اِنسانی کاوش کا نتیجہ نہیں بلکہ مُنجیِ جہاں حضورِ المسیح کے کام کی رہینِ منّت ہے۔ اِنسان خود کو گناہ سے رہائی نہیں دلا سکتا، لہٰذا حق تعالیٰ کو اُس کی رہائی کا بندوبست کرنا پڑا۔

خدا نے اِنسان کے کفّارہ کا اِنتظام خود کر دیا ہے تاہم ہر شخص اپنے گناہوں سے آزاد نہیں ہُوا اور نہ خُدا تعالیٰ سے رفاقت رکھتا ہے۔ ایک گنہگار اِنسان اُس تک رسائی کیسے حاصل کر سکتا ہے؟ بائبل مُقدّس اِس کا حسبِ ذیل جواب دیتی ہے۔

"جب ہم کمزور ہی تھے تو عین وقت پر مسیح بے دینوں کی خاطر مُوا"
(رومیوں ۵:۶)۔

"پس توبہ کرو اور رجُوع لاؤ تاکہ تمہارے گنُاہ مٹائے جائیں اور اِسطرح خُداوند کے حضُور سے تازگی کے دن آئیں" (اعمال ۳:۱۹)۔

انسان کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ وُہ گناہ سے معمور ہے اور وُہ اُس سے رہائی پانے کی قدُرت نہیں رکھتا۔ لیکن مسیح نے اپنی قربانی کے وسیلہ سے اُس کے گناہ کا مکمّل کفّارہ ادا کیا ہے۔ لازم ہے کہ وُہ اپنے گنُاہوں سے سچّی توبہ کرتے ہُوئے اس کفّارہ کو قبول کرے۔ اُس کے دل میں گنُاہوں کو ترک کرنے کی سچّی خواہش ہو اور یہاں تک کہ وُہ چیزیں جو اُس نے ناجائز طریقوں سے حاصل کی ہیں واپس کرنے کے لئے آمادہ ہو۔

"کیونکہ خُدا نے دُنیا سے ایسی مُحبت رکھی کہ اُس نے اپنا اکلوتا بیٹا بخش دیا تاکہ جو کوئی اُس پر ایمان لائے ہلاک نہ ہو بلکہ ہمیشہ کی زندگی پائے"
(یُوحنّا ۳:۱۶)۔

اگر کوئی شخص خُدا تعالیٰ کی بخشی ہُوئی ابدی زندگی حاصل کرنا چاہتا ہے تو اِس کے لئے یہ امر ضروری ہے کہ وُہ فدیۂ عاصیان حضُور یسوع مسیح پر ایمان لائے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ اُس کو آپ پر اِتنا اِعتماد ہو کہ وُہ اپنی زندگی آپ کے سپرد کر دے۔

"کیونکہ تم کو ایمان کے وسیلہ سے فضل ہی سے نجات مِلی ہے اور یہ تمہاری طرف سے نہیں خدا کی بخشش ہے۔ اور نہ اعمال کے سبب سے ہے تاکہ کوئی فخر نہ کرے" (افسیوں ۲:۸-۹)۔

جب کوئی شخص جناب یسوع مسیح پر ایمان لاتا ہے تو اُسے گناہوں کی

مُعافی بطور بخشش ملتی ہے۔ انسان اِسے اپنے اعمالِ حسنہ یا اخلاقی زندگی سے کما نہیں سکتا۔ وُہ صرف حق تعالیٰ ہی سے اِس کی اُمید کر سکتا ہے۔ ایک سخت گُنہگار پلک جھپکتے ہی خُدا کے حضور بے عیب بن سکتا ہے۔

"اگر تو اپنی زبان سے یسوؔع کے خُداوند ہونے کا اقرار کرے اور اپنے دِل سے ایمان لائے کہ خُدا نے اُسے مُردوں میں سے جِلایا تو نجات پائے گا" (رومیوں ۱۰: ۹)۔

"جتنوں نے اُسے قبول کیا اُس نے انہیں خُدا کے فرزند بننے کا حق بخشا یعنی اُنہیں جو اُس کے نام پر ایمان لاتے ہیں" (یُوحنّا ۱: ۱۲)۔

صرف اُمیدگاہِ انسانیت حضور یسوؔع مسیح پر ایمان لانے اور آپ کو اپنا منّجی و مالک قبول کرنے سے ایک شخص خُدا تعالیٰ کا فرزند بن سکتا ہے۔ لیکن آپ کو اپنا مُنّجی و مالک ماننے کا مطلب یہ ہے کہ وُہ آپ کی پیروی اور فرمانبرداری کرے گا۔ مُمکن ہے کہ یہ سودا مہنگا پڑے، کیونکہ لاتعداد مسیحی اس بات کے شاہد ہیں کہ اُنہیں مسیح کو قبول کرنے کے باعث، اذیّت، بُھوک، غربت اور یہاں تک کہ موت کا سامنا بھی کرنا پڑا ہے۔ حضور یسوؔع مسیح نے فرمایا:

"جو کوئی اپنی صلیب نہ اُٹھائے اور میرے پیچھے نہ آئے وُہ میرا شاگرد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ تم میں ایسا کون ہے کہ جب وُہ ایک بُرج بنانا چاہے تو پہلے بیٹھ کر لاگت کا حساب نہ کر لے کہ آیا میرے پاس اس کے تیار کرنے کا سامان ہے یا نہیں؟ ایسا نہ ہو کہ جب نیو ڈال کر تیار نہ کر سکے تو سب دیکھنے والے یہ کہہ کر اُس پر ہنسنا شرُوع کریں کہ اس شخص نے عمارت شروع تو کی مگر تکمیل نہ کر سکا۔ یا کون ایسا بادشاہ ہے جو دوسرے بادشاہ سے لڑنے جاتا ہو اور پہلے بیٹھ کر مشورہ نہ کر لے کہ آیا میں دس ہزار سے اُس کا مُقابلہ کر سکتا ہوں یا نہیں جو بیس ہزار لے کر مُجھ پر چڑھا آتا ہے؟ نہیں تو جب وُہ ہنُوز دُور ہی

ہے ایلچی بھیج کر شرائطِ صُلح کی درخواست کرے گا۔ پس اِسی طرح تم میں سے جو کوئی اپنا سب کچھ ترک نہ کرے وُہ میرا شاگرد نہیں ہو سکتا" (لُوقا ۱۴: ۲۷-۳۳)۔

چشمۂ حیات حضور یسوؔع مسیح کی موت اور جی اُٹھنے کے چند سال بعد جب مسیحیت پھیلنے لگی تو ایک متعصب یہُودی کو بہت تشویش ہُوئی۔ اُس نے شہر بہ شہر اور گاؤں گاؤں پھر کر مسیحیوں کو ستانا شروع کر دیا۔ ایک دن جب وُہ اِسی غرض سے دمشق کی سڑک پر جا رہا تھا تو اُس نے حضور المسیح کی رویا دیکھی جس سے وُہ اندھا ہو گیا۔ یہ شخص ساؤل تھا جو بعد میں پولُسؔ رسول کہلایا۔ اور اُس دن سے وُہ تمام مسیحی راہنماؤں سے زیادہ پُرجوش مسیحی بن گیا۔ اُسے اپنے اعلیٰ سماجی اور جیّد عالمِ شرع ہونے کے مرتبہ سے ہاتھ دھونے پڑے لیکن اُس نے اُنہیں مسیح کے مُقابلہ میں ہیچ جانا۔ اُسے اپنے آقا کی خدمت میں کوڑے، سنگساری، بھوک پیاس، سردی و گرمی، جہاز ٹوٹنے کی پریشانیاں اور دیگر بے شمار آزمائشیں برداشت کرنی پڑیں۔ جب اُسے یہ دھمکی دی گئی کہ اگر وُہ کسی جگہ ہادیٔ برحق حضور یسوؔع مسیح کی منادی کرے گا تو اُسے قید کی سزا دی جائیگی تو اُس نے جواب دیا "میں اپنی جان کو عزیز نہیں سمجھتا کہ اُس کی کُچھ قدر کروں بمقابلہ اِس کے کہ اپنا دَور اور وُہ خدمت جو خُداوند یسوؔع مسیح سے پائی ہے پُوری کروں یعنی خدا کے فضل کی خوشخبری کی گواہی دُوں" (اعمال ۲۰: ۲۴)۔ ایک اور موقع پر اُس نے قید خانہ سے لکھے ہُوئے خط میں کہا کہ "زندہ رہنا میرے لئے مسیح ہے اور مرنا نفع" (فلپیّوں ۱: ۲۱)۔

جناب یسوؔع مسیح نے فرمایا "... تم میں سے جو کوئی اپنا سب کچھ ترک نہ کرے، وُہ میرا شاگرد نہیں ہو سکتا" (لُوقا ۱۴: ۳۳)۔

ایک سچّا مسیحی اِس بات کو برضا و رغبت قبول کر لے گا، کیونکہ اُسے

خزینۂ محبّت حضور یسوعؔ مسیح کی بے بیاں محبّت کا تجربہ ہے۔ آپ آدمیوں سے محبّت رکھتے تھے اور آپ نے اُن سے رفاقت رکھنے کی خاطر اپنی جان دے دی۔ ایک مسیحی بھی محبّت رکھے گا، ایسی محبّت جس میں وفاداری، جاں نثاری اور دوسروں کی خدمت کرنے کا جذبہ کارفرما ہو۔

ہم یہاں دو خاندانوں کی مثال پیش کرتے ہیں۔ پہلے خاندان میں خاوند اپنا اختیار استعمال کرتے ہوئے اپنی بیوی کو کوئی خاص کام کرنے کا حکم دیتا ہے اور ساتھ ہی عدولی کی صورت میں خطرناک نتائج کی دھمکی بھی دیتا ہے۔ وہ اپنا حکم منوا لیتا ہے خواہ اُس کی بیوی اپنے دل میں کتنی ہی تلخی کیوں نہ محسوس کرتی ہو۔

دوسرے خاندان میں بیوی اپنے خاوند سے بے انتہا محبّت کرتی ہے۔ اُسے حکم دینے یا دھمکانے کی ضرورت نہیں۔ وہ اپنے خاوند کو خوش رکھنے کے لئے ہر خدمت بخوشی انجام دیتی ہے۔ محبّت کی وجہ سے وہ اپنے خاوند کی توقع سے بڑھ کر کام کرتی ہے۔ جبر سے کام تو پُورا ہو جاتا ہے لیکن محبّت سے کام کہیں اچھا اور زیادہ ہوتا ہے۔

ایک سچّا مسیحی اپنی خدمت سے اپنے آقا حضور یسوعؔ مسیح کی خوشنودی کا باعث بننا چاہتا ہے۔ وہ ایک کامل زندگی بسر کرنا چاہتا ہے جو حق تعالےٰ کو پسند آئے۔ لیکن اُسے جلد معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ اُس کے لئے ناممکن ہے۔ وہ انسان ہے اور انسانی خطا و نسیاں اُس میں ہیں۔ لیکن خدا تعالےٰ نے اپنی محبّت میں اِس کا علاج بھی مہیّا کیا ہے۔

بائبل مقدّس سچّے مسیحیوں سے یوں مخاطب ہے۔ "اگر اپنے گناہوں کا اِقرار کریں تو وہ ہمارے گناہوں کے معاف کرنے اور ہمیں ساری ناراستی

سے پاک کرنے میں سچّا اور عادل ہے" (۱-یُوحنّا ۱: ۹)۔

جب کوئی مسیحی گناہ کا مُرتکب ہوتا ہے تو اُس کی خُدا کے ساتھ رفاقت میں خلل پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر وہ سچّے پچھتاوے کے ساتھ توبہ کر کے خُدا کی طرف پھرے تو خُدا تعالیٰ اُسے مُعاف کرے گا۔ اُس قربانی کا اثر جو صلیب پر دی گئی ہمیشہ ہمیشہ قائم رہتا ہے۔

حضُور المسیح نے نہ صِرف گنُاہ کا کفّارہ ادا کرنے کے لئے موت سہی بلکہ آدمیوں کو نیک زندگی بسر کرنے کے لئے قوّت دینے کے لئے بھی۔ آپ کے رسُول پولسؔ مسیحیوں کو لِکھتے ہیں: "جو تم میں نیّت اور عمل دونوں کو اپنے نیک ارادہ کو انجام دینے کے لئے پیدا کرتا ہے وہ خُدا ہے" (فلپیّوں ۲: ۱۳)۔ یہ روحُ القُدس کا کام ہے۔ خُدا کا رُوح جو مسیحی میں سکُونت کرتا ہے اُسے نیک زندگی بسر کرنے کی قوّت بھی دیتا ہے۔

"جو جسمانی ہیں وہ خُدا کو خُوش نہیں کر سکتے۔ لیکن تم جسمانی نہیں بلکہ رُوحانی ہو بشرطیکہ خُدا کا رُوح تم میں بسا ہُوا ہے ... اگر تم جسم کے مطابق زندگی گزارو گے تو ضرور مرو گے اور اگر رُوح سے بدن کے کاموں کو نیست و نابُود کرو گے تو جیتے رہو گے۔ اِس لئے کہ جتنے خُدا کے رُوح کی ہدایت سے چلتے ہیں، وُہی خُدا کے بیٹے ہیں" (رومیوں ۸: ۹، ۱۳-۱۴)۔

"مگر جب ہم سب کے بے نقاب چہروں سے خُداوند کا جلال اس طرح منعکس ہوتا ہے جس طرح آئینہ میں تو اُس خُداوند کے وسیلہ سے جو رُوح ہے ہم اُسی جلالی صُورت میں درجہ بدرجہ بدلتے جاتے ہیں"
(۲-کرنتھیوں ۳: ۱۸)۔

آر چ بشپ ولیم ٹمپل اِس سبق کی یُوں تشریح کرتے ہیں: -

"یہ مناسب نہیں کہ مجھے "ہیملٹ" یا "کنگ لیر" دکھا کر یہ کہا جائے کہ میں بھی اُن جیسے ڈرامے لکھوں۔ شیکسپیئر یہ کر سکتا تھا، میں نہیں کر سکتا۔ بعینہٖ یہ بھی درست نہ ہوگا کہ مجھے حضرت عیسیٰ مسیح کی نیک زندگی دکھا کر یہ کہا جائے کہ میں اُس جیسی نیک زندگی بسر کروں۔ لیکن اگر شیکسپیئر کی عقل مجھ میں ڈال دی جائے تو میں بھی اُس جیسے ڈرامے لکھ سکتا ہوں۔ اور اگر مسیح کا روح مجھ میں سکونت کرے تو میں بھی آپ جیسی زندگی بسر کرنے لگوں گا۔" مسیحی تقدیس کا یہی راز ہے۔ یہ کافی نہیں کہ ہم جناب یسوع مسیح کی سی زندگی بسر کرنے کی کوشش کریں بلکہ یہ کہ آپ کا روح ہمارے اندر سکونت کرے۔ ہمارے لئے آپ کو بطور نمونہ پیش نظر رکھنا کافی نہیں بلکہ ضرورت یہ ہے کہ آپ ہمارے نجات دہندہ بن جائیں۔ اِس طرح آپ کی کفارہ بخش موت سے ہمارے گناہ کی سزا معاف ہو جائے گی اور آپ کے ہم میں سکونت کرنے والے روح سے ہمارے گناہوں کا زور ٹوٹ جائے گا۔

پاک روح، اِنسان کی زندگی میں کیسے کام کرتا ہے؟ اکثر اوقات وہ اِنسان کے شعور پر براہِ راست اثر انداز ہوتا ہے اور ایک مسیحی کو اُس کی ذمہ داری سے اور اُس کی قوت کی موجودگی سے جس سے وہ اس ذمہ داری کو پورا کرتا ہے آگاہ کرتا ہے۔ لیکن اکثر پاک روح ایک مسیحی کی زندگی پر دوسرے لوگوں کے ذریعہ سے بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ مسیحی کلیسیا کی افادیت اور اہمیت اسی بات سے ظاہر ہوتی ہے۔

مسیحیوں کے باہم جمع ہونے کی ضرورت صرف اِس لئے نہیں ہے کہ وہ مل کر خدا تعالےٰ کی پرستش کریں اور اُس سے براہِ راست رفاقت رکھیں بلکہ

اِس لئے بھی کہ وہ ایک دوسرے کو نصیحت کریں اور مسیحی زندگی میں ترقی کرنے کے لئے ایک دوسرے کی حوصلہ افزائی کریں۔

سچا مسیحی وہ ہے جو اپنے گناہوں کی مغفرت حاصل کر چکا ہے اور جس کی خدا تعالیٰ سے رفاقت دوبارہ بحال ہو چکی ہے۔ منجئ جہان جناب یسوع مسیح کی موت کی بنا پر ایک مومن، کسی انسان کی مدد کے بغیر حق تعالیٰ تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے ایماندار کو بائبل مقدس کی تلاوت کرنے کی ہدایت کی ہے اور وعدہ کیا ہے کہ روح القدس اُس کی راہنمائی کرے گا تاکہ وہ ہر سچائی سے واقف ہو جائے (یوحنا ۱۶: ۱۳)۔ دعا اور بائبل مقدس کی تلاوت کے وسیلہ سے مسیحی زندہ خدا کے ساتھ حقیقتاً ہمکلام ہو سکتا اور اُس کی رفاقت میں چل سکتا ہے۔

سچا مسیحی وہ ہے جس میں نیک زندگی بسر کرنے کی قوت ہے۔ بے شک اُس سے وقتاً فوقتاً گناہ سرزد ہو جائے تاہم اُس میں خدا تعالیٰ کا روح سکونت کرتا ہے۔ اور اگر وہ پاک روح پر بھروسہ کرتا ہے تو گناہ پر غالب آ سکتا ہے۔

سچا مسیحی وہ ہے جو زندگی کے ہر شعبے میں خدا تعالیٰ کو خوش کرنے میں کوشاں رہتا ہے۔ اُس کے نزدیک خدا کی خوشنودی کے مقابلہ میں کوئی آزمائش یا قربانی کوئی وقعت نہیں رکھتی، کیونکہ اُسے اپنے خالق سے بے انتہا محبت ہوتی ہے۔

بارہواں باب

مسیحیت کی مُعاشرہ پر اثر اندازی

حضور یسوع مسیح کے زمانہ کے دینی راہنما مغرور فریسی جب کبھی اُن راہوں سے گزرتے جہاں بیماریوں میں مُبتلا غلیظ بھکاری ہوتے تو وُہ اپنے چُغوں کو بڑی احتیاط سے سمیٹ لیتے تھے۔ وُہ ایسی گُنہگار اور گندی مخلُوق سے چُھو جانے کا خطرہ مُول نہیں لے سکتے تھے کیونکہ وہ اپنے آپ کو راستباز اور شریعتِ مُوسوی کے اعلیٰ ترین مُفسّر سمجھتے تھے۔ لہٰذا اُن اعلیٰ انسانوں کی اس ادنیٰ مخلوق سے ملنے میں تحقیر و تذلیل تھی۔

حضرت عیسیٰ مسیح نے یہ کہہ کر اُن کے اِس فلسفہ کو ردّ کر دیا کہ "خُداوند اپنے خُدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل سے مُحبّت رکھ۔ بڑا اور پہلا حُکم یہی ہے اور دُوسرا اس کی مانند یہ ہے کہ اپنے پڑوسی سے اپنے برابر مُحبت رکھ۔ اِنہی دو حُکموں پر تمام توریت اور انبیا کے صحیفوں کا مدار ہے" (متّی ۲۲: ۳۷۔ ۴۰)۔

مسیحی زندگی محض خُداتعالیٰ کے ساتھ ہی رشتہ نہیں ہے بلکہ اِس کا تعلُق آدمیوں سے بھی ہے اور یہ تعلق مُحبّت کا رشتہ ہے۔ بائبل مُقدّس میں مرقوم ہے:۔ "جس کسی کے پاس دُنیا کا مال ہو اور وُہ اپنے بھائی کو محتاج دیکھ کر رحم کرنے میں دریغ کرے تو اُس میں خُدا کی مُحبّت کیونکر قائم

رہ سکتی ہے؟" (۱۔ یُوحنّا ۳: ۱۷)۔

اِس کی عملی صورت کو ہادیٔ برحق حضرت عیسیٰ مسیح نے اپنے ایک اُمیدوار شاگرد سے اِن الفاظ میں بیان کیا "اگر تو کامل ہونا چاہتا ہے تو جا اپنا مال واسباب بیچ کر غریبوں کو دے۔ تجھے آسمان پر خزانہ ملے گا اور آکر میرے پیچھے ہو لے" (متّی ۱۹: ۲۱)۔

جناب عیسیٰ مسیح اِس سے بھی آگے بڑھ کر یہ فرماتے ہیں:

"تم سُن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت لیکن میں تم سے کہتا ہُوں کہ شریر کا مُقابلہ نہ کرنا بلکہ جو کوئی تیرے دہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اُس کی طرف پھیر دے۔ اور اگر کوئی تجھ پر نالش کر کے تیرا کُرتا لینا چاہے تو چوغہ بھی اُسے لے لینے دے۔ اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار میں لے جائے اُس کے ساتھ دو کوس چلا جا۔ جو کوئی تجھ سے مانگے اُسے دے اور جو تجھ سے قرض چاہے اُس سے مُنہ نہ موڑ۔

تم سُن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ اپنے پڑوسی سے مُحبّت رکھ اور اپنے دشمن سے عداوت۔ لیکن میں تم سے یہ کہتا ہُوں کہ اپنے دُشمنوں سے مُحبّت رکھو اور اپنے ستانے والوں کے لئے دُعا کرو۔ تاکہ تم اپنے باپ کے جو آسمان پر ہے بیٹے ٹھہرو ... اگر تم اپنے مُحبّت رکھنے والوں ہی سے مُحبّت رکھو تو تمہارے لئے کیا اجر ہے؟ کیا محصُول لینے والے بھی ایسا نہیں کرتے"؟ (متّی ۵: ۳۸۔ ۴۶)۔

وُہ مُحبّت، جسے ایک سچے مسیحی کی زندگی کا خاصہ ہونا چاہیئے اُسے عہدِ جدید میں بڑے خوبصورت انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ "اگر میں آدمیوں اور فرشتوں کی زبانیں بولوں اور مُحبّت نہ رکھوں تو میں ٹھنٹھناتا پیتل یا جھنجھناتی جھانجھ ہوں۔ اور اگر مُجھے نبوّت ملے اور سب بھیدوں اور کُل علم کی واقفیت

ہو اور میرا ایمان یہاں تک کامل ہو کہ پہاڑوں کو ہٹا دُوں اور مُحبّت نہ رکھوں تو میں کچھ بھی نہیں۔ اور اگر اپنا سارا مال غریبوں کو کھلا دوں یا اپنا بدن جلانے کو دے دُوں اور مُحبّت نہ رکھوں تو مُجھے کچھ بھی فائدہ نہیں۔ محبّت صابر ہے اور مہربان۔ محبّت حسد نہیں کرتی۔ محبّت شیخی نہیں مارتی اور پھولتی نہیں۔ نازیبا کام نہیں کرتی۔ اپنی بہتری نہیں چاہتی۔ جھنجھلاتی نہیں۔ بدگمانی نہیں کرتی۔ بدکاری سے خوش نہیں ہوتی بلکہ راستی سے خوش ہوتی ہے۔ سب کچھ سہہ لیتی ہے۔ سب کچھ یقین کرتی ہے۔ سب باتوں کی اُمید رکھتی ہے۔ سب باتوں کی برداشت کرتی ہے۔ محبّت کو زوال نہیں ... غرض ایمان، اُمید، محبّت یہ تینوں دائمی ہیں مگر افضل ان میں مُحبّت ہے۔"

(۱۔کرنتھیوں ۱۳: ۱-۸، ۱۳)۔

مُحبّت پر یہ تعلیم، اُس شخصی اخلاق کے اعلیٰ معیار کا جس کی تعلیم ہادیِ برحق حضرت عیسیٰ مسیح نے دی، ایک پہلو ہے، اِس کے دُوسرے پہلو کا تعلق نکتہ چینی اور نفرت انگیز خیالات سے ہے۔

"عیب جوئی نہ کرو کہ تمہاری بھی عیب جوئی نہ کی جائے۔ کیونکہ جس طرح تُم عیب جوئی کرتے ہو اُسی طرح تمہاری بھی عیب جوئی کی جائے گی اور جس پیمانہ سے تم ناپتے ہو اُسی سے تمہارے واسطے ناپا جائے گا۔ تو کیوں اپنے بھائی کی آنکھ کے تنکے کو دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ کے شہتیر پر غور نہیں کرتا؟ اور جب تیری ہی آنکھ میں شہتیر ہے تو تو اپنے بھائی سے کیونکر کہہ سکتا ہے کہ لا تیری آنکھ میں سے تنکا نکال دُوں؟ اے ریاکار پہلے اپنی آنکھ میں سے تو شہتیر نِکال پھر اپنے بھائی کی آنکھ میں سے تنکے کو اچھی طرح دیکھ کر نکال سکے گا" (متّی ۷: ۱-۵)۔

"تم سُن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا تھا کہ خُون نہ کرنا اور جو کوئی خُون کریگا وُہ عدالت کی سزا کے لائق ہوگا۔ لیکن میں تم سے یہ کہتا ہُوں کہ جو کوئی اپنے بھائی پر غُصّے ہوگا وُہ عدالت کی سزا کے لائق ہوگا اور جو کوئی اپنے بھائی کو پاگل کہے گا وُہ صدر عدالت کی سزا کے لائق ہوگا۔ اور جو اُس کو احمق کہیگا وُہ آتشِ جہنّم کا سزاوار ہوگا" (متّی ۵: ۲۱-۲۲)۔

"اگر تم آدمیوں کے قصُور مُعاف کرو گے تو تمہارا آسمانی باپ بھی تُم کو مُعاف کرے گا۔ اور اگر تُم آدمیوں کے قصُور مُعاف نہ کرو گے تو تمہارا باپ بھی تمہارے قصُور مُعاف نہ کریگا" (متّی ۶: ۱۴-۱۵)۔

ایک مسیحی کی مُحبّت کو اپنے ہم جنس انسان کے ساتھ تمام تعلقات میں ظاہر ہونا چاہیئے۔ ایک مسیحی جو دوسروں سے محبت رکھتا ہے وُہ کوئی ایسا کام نہیں کرے گا جس سے اُس کے بھائی کو نقصان پہنچے۔ اس کی زندگی میں چُغلی اور نقصان دِہ نکتہ چینی کے لئے جگہ نہیں ہوتی اور نہ وُہ دُوسروں سے ناجائز فائدہ اٹھاتا ہے۔ مُحبّت دوسروں کی بہتری چاہتی اور اُن کی خدمت کرنے کی خواہشمند ہوتی ہے۔

بائبل مُقدّس میں نہ صرف شخصی اخلاقی معیار ہی بیان کیا گیا ہے بلکہ ایک مسیحی کے مُعاشرہ، حکومت اور مالکوں کے ساتھ تعلقات کے اصول بھی بتائے گئے ہیں۔ بائبل صرف خارجی اعمال ہی پر زور نہیں دیتی جو ترقی کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ اِس کے برعکس وُہ باطنی اصُولات پر بھی زور دیتی ہے جو ہر زمانہ میں یکساں رہتے ہیں۔

ایک سچّے مسیحی کو اپنی حکومت کی حتیٰ المقدُور مدد کرنی چاہیئے کیونکہ اُسے ہدایت کی گئی ہے کہ وُہ کُل قوانین کی پابندی کرے اور اپنے حاکموں کا

فرمانبردار رہے۔ بائبل مقدس کی تعلیم یہ ہے کہ جو شخص حکومت کی مخالفت کرتا ہے درحقیقت خدا تعالیٰ کی مخالفت کرتا ہے (رومیوں باب ۱۳)۔ مسیحی کو یہ بھی ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اپنے حاکموں کے لئے دُعا کرے (۱-تیمتھیس ۲: ۱-۲)۔

بائبل مقدس میں مسیحیوں کو بار بار تلقین کی جاتی ہے کہ وہ اپنے کام کو محنت و مشقت اور خوش اسلوبی سے انجام دیں۔ "تم کو یہ حکم دیتے تھے کہ جسے محنت کرنا منظور نہ ہو وہ کھانے بھی نہ پائے" (۲-تھسلنیکیوں ۳: ۱۰)۔ "جو کام کرو جی سے کرو۔ یہ جان کر کہ خداوند کے لئے کرتے ہو نہ کہ آدمیوں کیلئے" (کلسیوں ۳: ۲۳)۔

حضور المسیح نے رُوح کی پاکیزگی کے لئے دُعا کرنے اور روزہ رکھنے کی ہدایت کی ہے، لیکن آپ نے بارہا اِس بات پر زور دیا کہ یہ صدق دلی سے ہو نہ کہ لوگوں کو دکھانے کے لئے۔ مسیحیوں کے روزوں اور دُعاؤں کی شہرت نہیں ہونی چاہیئے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ اِس قسم کے دینی قواعد کی وجہ سے ایک مسیحی کو اپنے کام یا ذمہ داری سے غفلت نہیں کرنی چاہیئے اور نہ اُس کے کام کا معیار ہی گرنے پائے۔

مساوی حقوق کے خیال کو زمانۂ حال ہی میں پذیرائی حاصل ہوئی ہے لیکن نہایت ترقی یافتہ اقوام بھی اب تک ظلم و تشدد کو مٹا نہ سکیں۔ تاہم بائبل مقدس صدیوں پیشتر سے معاشرتی تشدد کیخلاف جدید تعلیم دیتی آرہی ہے۔ ذیل میں بائبل کی ہمارے زمانہ کے عظیم معاشرتی مسائل میں سے چند ایک کے بارے میں تعلیم پیش کی جاتی ہے۔

نسلی مساوات: یہودی ایک مغرور قوم تھی۔ وہ ہر غیر یہودی کو "غیر قوم" یعنی گھٹیا درجے کا شمار کرتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے یہودیوں کو ہدایت کی تھی کہ وہ غیر قوموں سے تعلق نہ رکھیں، کیونکہ یہودی خدا تعالیٰ کی برگزیدہ قوم تھے اور وہ اُنہیں پاک دیکھنا چاہتا تھا۔ یہ یقینی امر تھا کہ اگر وہ بُت پرست اقوام سے

میل جول رکھیں گے تو خدا تعالیٰ سے دُور ہو جائیں گے۔

حضور المسیح میں یہ نسلی امتیاز مٹ جاتا ہے۔ یہودی اور غیر قوم دونوں آپ پر ایمان لائے اور خدا تعالیٰ کے فرزند بن گئے اور ایک برادرانہ رشتہ میں منسلک ہو گئے۔ گو آپ نے محبت کی تعلیم دی کہ اپنے دُشمن سے بھی محبت رکھی جائے، لیکن عبرانی مسیحیوں نے اِس بات کو محسوس نہیں کیا کہ اب یہودی اور غیر قوم میں کوئی امتیاز باقی نہیں رہا۔ یہ احساس اُنہیں صرف اُس وقت ہی ہوا جبکہ حواری پطرس کو جو کہ ایک ابتدائی مسیحی راہنما تھے، رویا ملی اور وہ قائل ہو گئے کہ خدا تعالیٰ کی نظر میں تمام اقوام یکساں ہیں۔

یہودی اور غیر قوموں میں جدائی کی دیوار کی بُنیاد نسلی کمتری نہیں تھی بلکہ مذہبی تھی۔ رحمتِ عالم حضرت یسوع مسیح نے اُس دیوار کو ڈھا دیا۔ مقدس پولس رسول جو ایک بڑے دینی راہنما تھے یُوں فرماتے ہیں:

"وہی ہماری صُلح ہے جس نے دونوں کو ایک کر لیا اور جُدائی کی دیوار کو جو بیچ میں تھی ڈھا دیا۔ چنانچہ اُس نے اپنے جسم کے ذریعہ سے دشمنی یعنی وہ شریعت جسکے حُکم ضابطوں کے طور پر تھے موقوف کر دی تاکہ دونوں سے اپنے آپ میں ایک نیا انسان پیدا کر کے صُلح کرا دے اور صلیب پر دُشمنی کو مٹا کر اور اس کے سبب سے دونوں کو ایک تن بنا کر خدا سے ملائے" (افسیوں ۲: ۱۴-۱۶)۔

ایک اور مقام پر پولس رسول بڑے پُر زور الفاظ میں فرماتے ہیں کہ مسیح میں کسی قسم کا نسلی تعصب نہیں ہے۔

"وہاں نہ یونانی رہا نہ یہودی۔ نہ ختنہ نہ نامختونی۔ نہ وحشی نہ سکوتی۔ نہ غلام نہ آزاد۔ صرف مسیح سب کچھ اور سب میں ہے"

(کلسیوں ۳: ۱۱)۔

غُلامی: جدید ذہن کو یہ ناقابلِ یقین نظر آتا ہے کہ ایک شخص غُلامی کو اپنی ضمیر کی آواز کو محسُوس کئے بغیر قائم رکھ سکتا ہو! لیکن حقیقت یہی ہے کہ زمانہ حال تک غُلامی ایک عام دستور تھا۔ انجیل شریف میں گو غلاموں کو آزاد کرنے کا براہِ راست حُکم نہیں پایا جاتا، تاہم اُس میں غُلامی سے پیدا ہونے والی بُرائیوں کی پُر زور مذمّت کی گئی ہے۔

بائبل مُقدّس کے ابتدائی زمانہ میں اور حضرت عیسٰی کی پیدائش سے پیشتر غُلامی کی درستی کے لئے شریعت دی گئی۔ توریت شریف میں غُلامی کی اجازت دی گئی ہے لیکن ساتھ ہی غلاموں کو آزاد کرنے کی شرائط بھی درج ہیں۔ ایک یہُودی غلام کو صِرف چھ سال تک غلام رکھا جاسکتا تھا۔ اس کے بعد اُسے آزاد کرنا لازمی تھا۔ لیکن اگر غلام اپنے آقا سے مُحبّت رکھتا اور اُس کی غلامی میں رہنا چاہتا تو یہ اُس کی مرضی پر مُنحصر تھا۔ اگر غلام کے ساتھ بدسلوکی ہو رہی ہو تو وُہ آزاد ہو سکتا تھا۔ اگر غلامی کا ملاً روک دی جاتی، تو یقیناً قوم کی اقتصادی حالت میں ابتری پیدا ہو جاتی، لیکن غُلام بہتر مستقبل کی اُمید رکھ سکتے تھے۔

اِنجیل شریف جو بائبل مُقدّس کا حِصّہ ہے اور حضرت عیسٰی مسیح کی پیدائش کے بعد مرقوم ہُوئی، اکثر غلاموں کو نصیحت کرتی ہے کہ وُہ اپنے مالکوں کے فرمانبردار رہیں اور اپنی خدمت بخوبی انجام دیں۔ ایک مسیحی غلام کو نیک نام ہونا چاہئے اور وُہ اپنی خدمت کو ایسے بجالائے، گویا کہ انسان کی نہیں بلکہ خُدا تعالیٰ کی خدمت کر رہا ہے۔ مالک کو بھی اپنے اختیار کا غلط استعمال نہیں کرنا چاہئے بلکہ وُہ غلام سے نیک سُلوک کرے۔ اُسے یاد رکھنا چاہیئے کہ وُہ بھی ایک مالکِ حقیقی یعنی خُدا تعالیٰ کے حضور ذمّہ دار ہے۔

انجیل شریف میں مزید بیان کیا جاتا ہے کہ حضور المسیح میں معاشرتی اور ثقافتی امتیازات ختم ہو جاتے ہیں۔ باقی دُنیا خواہ، اپنے تعصّب میں مگن

اور اپنے اختیارات کا غلط استعمال کرتی رہے لیکن ایک مسیحی کو محبت کے اُصول پر عمل کرنا چاہیئے۔ بائبل مُقدّس کی ایک چھوٹی کتاب صرف اِس مضمون پر ہے۔ اِس میں ایک مسیحی آقا سے درخواست کی گئی ہے کہ وُہ اپنے مغرور غلام کو بطور مسیحی بھائی محبّت سے قبول کرے (دیکھئے فلیمُون کا خط)۔

منجّی جہان حضرت عیسٰی مسیح نے خُود اِس کے مُتعلق یُوں فرمایا ہے:

"تُم جانتے ہو کہ جو غیر قوموں کے سردار سمجھے جاتے ہیں وُہ اُن پر حکومت چلاتے ہیں اور اُن کے امیر اُن پر اختیار جتاتے ہیں۔ مگر تُم میں ایسا نہیں ہے بلکہ جو تُم میں بڑا ہونا چاہے وُہ تمہارا خادم بنے اور جو تم میں اوّل ہونا چاہے وُہ سب کا غلام بنے۔ کیونکہ ابنِ آدم بھی اِس لئے نہیں آیا کہ خدمت لے بلکہ اِس لئے کہ خدمت کرے اور اپنی جان بہتیروں کے بدلے فدیہ میں دے" (مرقس ۱۰: ۴۲-۴۵)۔

عورت کا رُتبہ: ایک مہذّب قوم کے لئے عورتوں کی آزادی لازمی شے ہے۔ عرصۂ دراز سے عورت کو مالِ غنیمت سمجھا جاتا رہا، جبکہ وُہ قوم کی ترقی میں نمایاں کردار ادا کر سکتی ہے۔

بائبل مُقدّس عورت کے مُساوی انسانی حقُوق کی قائل ہے۔ اس ضمن میں ایک ابتدائی مسیحی راہنما یُوں رقمطراز ہے۔

"نہ کوئی یہُودی رہا نہ یُونانی۔ نہ کوئی غُلام نہ آزاد۔ نہ کوئی مرد نہ عورت کیونکہ تم سب مسیح یسُوع میں ایک ہو" (گلتیوں ۳: ۲۸)۔

اِس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عورت مرد کی مانند ہے، ہرگز نہیں۔ اِس کی جسمانی ساخت مرد سے مختلف فرائض انجام دینے کے لئے موزوں ہے۔ بائبل مُقدّس خاندانی زندگی میں اس فرق کا بار بار حوالہ دیتی ہے۔ مرد کو راہنمائی کی ذمّہ داری اِس لئے سونپی گئی ہے کیونکہ اُسے جسمانی، ذہنی اور جذباتی دباؤ کا

مقابلہ اور فیصلہ کرنے کی عورت کی نسبت فطرتاً زیادہ بہتر صلاحیت بخشی گئی ہے۔
یہی وجہ ہے کہ بیوی کو خاوند کے فیصلوں کا احترام کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔
دوسری طرف بیوی اپنے خاوند کی تکمیل کرتی ہے۔ وہ فطرتاً اُس کی زندگی کو خوشگوار بناتی اور شادی کے بندھن کے ذریعہ اُس کی تسلّی اور اطمینان کا باعث بنتی ہے۔ خاوند کو اپنی بیوی سے ویسی ہی محبّت رکھنے کا حکم دیا گیا ہے جیسی مسیح اپنے پیروؤں سے رکھتے ہیں۔ بائبل مقدّس میں شادی کے رشتے سے حضور المسیح اور آپ کی کلیسیا (جس میں تمام دُنیا کے مسیحی شامل ہیں) کے تعلق کو نسبت دی گئی ہے۔

طلاق: جب ایک مرد اور عورت شادی کرتے ہیں تو وہ خدا تعالیٰ کی نظر میں ایک بدن ہیں۔ نظامِ الٰہی میں طلاق کے لئے گنجائش نہیں۔ بائبل مقدّس میں صرف زناکاری کی صورت میں طلاق دینے کی اجازت ہے۔ جب ایک سچّا مسیحی شادی کرنے لگتا ہے تو وہ جانتا ہے کہ وہ تاحیات قائم رہنے والا عہد باندھ رہا ہے۔ اِسی لئے "جسے خدا نے جوڑا ہے اُسے آدمی جُدا نہ کرے" (دیکھئے مرقس ۱۰: ۹، متّی ۱۹: ۱-۹)۔ یہاں تک کہ اگر کسی مسیحی کی بیوی غیر مسیحی ہو تو اُسے بھی طلاق دینے کی اجازت نہیں۔ مسیحی کو اپنے غیر مسیحی شریکِ حیات کے ساتھ اُس وقت تک زندگی بسر کرتے رہنا چاہئے جب تک کہ وہ اُس کے ساتھ رہنے پر رضامند ہو۔ لیکن اگر وہ رضامند نہ ہو تو شوہر اور بیوی علیحدہ ہو سکتے ہیں (۱-کرنتھیوں باب ۷)۔
ہادیٔ برحق حضرت عیسٰی مسیح نے تجرّد کی زندگی بسر کی۔ اِسی طرح بعض ابتدائی مسیحی راہنماؤں نے بھی شادی نہیں کی۔ بعض اوقات کچھ مسیحی خیال کرتے ہیں کہ اگر اُن پر خاندانی زندگی کا بوجھ نہ ہو تو وہ خدا تعالیٰ کی بہتر خدمت

کر سکتے ہیں۔ تاہم مسیحیوں کی غالب اکثریت شادی کے عام طریقے پر چلتی ہے۔
حضور المسیح اور آپ کے ابتدائی پیروکاروں نے تجرّد کی زندگی بسر کرنے کی کوشش کرنے والوں کو آگاہ کیا کہ تاوقتیکہ وہ اِس قابل نہ ہوں کہ پاک زندگی بسر کریں، اِس قسم کا ارادہ ہرگز نہ کریں۔ "اگر ضبط نہ کر سکیں تو بیاہ کر لیں کیونکہ بیاہ کرنا مست ہونے سے بہتر ہے" (۱-کرنتھیوں ۷: ۹)۔
بائبل مُقدّس شادی کے رشتہ میں مکمل پاکیزگی کی تعلیم دیتی ہے۔ کسی دُوسرے کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کرنے کی سخت ممانعت کی ہے۔ حضرت یسوع مسیح اِس سے بھی آگے بڑھ کر فرماتے ہیں: "تم سُن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ زنا نہ کرنا لیکن میں تم سے یہ کہتا ہُوں کہ جس کسی نے بُری خواہش سے کسی عورت پر نگاہ کی وہ اپنے دل میں اُس کے ساتھ زنا کر چکا" (متّی ۵: ۲۷-۲۸)۔
سچّی عملی مسیحیت کے معنی اجتماعی زندگی میں تبدیلی لانا ہے۔ یہ خوشگوار تبدیلی ہوگی۔ لیکن ہر وہ شخص جو اپنے آپ کو مسیحی کہتا ہے بائبل مقدّس کے معیار کے مُطابق زندگی بسر نہیں کرتا۔ بے شک، ایک سچّا مسیحی جو بائبل مقدّس کے اخلاقی قوانین کے مطابق چلتا ہے، ہر جگہ نیک آدمی مانا جائے گا۔
پاسٹر سون یانگ وان عملی مسیحیت کی ایک زندہ مثال تھے۔ کوریا کا ایک پست قد اور گٹھے ہوئے جسم کا مسیحی، خداوند یسوع مسیح کی محبّت سے اِس قدر معمور و سرشار تھا کہ وہ اُسے اپنے تک محدود نہ رکھ سکا۔ اِس کی محبّت کا رُخ خاص طور پر اُن کوڑھیوں کی طرف پھر گیا جن سے لوگ نفرت کرتے تھے۔ وہ اکثر اُن بھکاری کوڑھیوں میں سے جو گلی گلی بھیک مانگتے پھرتے تھے سب سے غریب کوڑھیوں کو تلاش کرتا اور اُنہیں اپنے کھانے میں شریک کیا کرتا۔ جب اُسے کہا جاتا کہ اِس طرح اُسے بھی کوڑھ کی بیماری لگنے کا خطرہ ہے تو

وُہ جواب دیتا "یہ تو اچھا ہوگا - کیونکہ پھر میں ہر وقت اِن کے درمیان رہ سکوں گا۔ اور نہ صرف میں اُن کو یسُوع مسیح کی محبّت کے بارے میں بتا سکوں گا بلکہ اُس محبّت کو عملی طور پر بھی دکھا سکوں گا"۔

یہ کوئی بزدل یا جذباتی شخص نہیں تھا۔ وُہ تین سال قید میں گزار چُکا تھا کیونکہ اُس نے جاپانی دیوی کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اُسے اپنے آقا حضور یسوع مسیح میں اس قدر ہمّت حاصل تھی کہ وُہ خدا تعالےٰ کی خاطر بدسلوکی کو برداشت کر سکا۔

تشدّد کے دو واقعات جو بعدازاں وقوع میں آئے، اُن میں اُس کی مسیحی محبّت کا بڑا صاف اظہار ملتا ہے۔ پاسٹر سون کے دو بیٹے جو ہائی سکول میں زیر تعلیم تھے اور خود بھی بڑے پُرجوش مسیحی تھے، انہیں متعصّب طلباء کے ایک گروہ نے قتل کر ڈالا۔ جب اس گروہ کا سرغنہ پکڑا گیا، تو پاسٹر سون نے پولیس کو درخواست بھیجی کہ اُس نوجوان کی جان بخشی کی جائے اور اُسے اُس کے پاس بھیج دیا جائے۔ یہ غیر معمولی درخواست منظور کر لی گئی اور اُس نوجوان کو پاسٹر سون کے پاس بھیج دیا گیا اور اُس نے اُسے اُس کے والدین کے سپُرد کر دیا۔ اِس پر جب اُس کے والدین نے حیرت کا اظہار کیا تو پاسٹر سون نے انہیں سادہ سا جواب دیا کہ "جو کچھ یسوع مسیح نے کوہِ کلوری پر گناہگاروں کے لئے کیا وہی کچھ میں نے بھی کیا"۔ اِس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وُہ نوجوان مسیحی ہو گیا اور اُس نے اپنی ساری زندگی مسیح کی خدمت کے لئے وقف کر دی۔

پاسٹر سون نے متعصب لوگوں کی دھمکیوں کے باوجود بھی اپنے عزیز کوڑھیوں میں کام کرنا ترک نہ کیا۔ بالآخر اُسے قتل کر دیا گیا لیکن اُس

کے لئے یہ اِختتام نہیں تھا۔ اُس کے سامنے بے انتہا مُسرّت کی اُمید تھی یعنی وہ ابدی زندگی ایک ایسی ہستی کی حضوری میں بسر کرے گا جس سے اُسے ہر شے سے زیادہ محبّت تھی۔

تیرھواں باب

بائبل مُقدّس فرماتی ہے...

خُداتعالےٰ نُور ہے اور اُس میں ذرّہ بھر تاریکی نہیں رہ سکتی۔ لہٰذا اگر ہم کہتے ہیں کہ ہم خُدا کے ساتھ رفاقت رکھتے ہیں لیکن ساتھ ہی تاریکی میں بھی زندگی گزار رہے ہیں تو نہ صرف ہم جُھوٹ بولتے ہیں بلکہ جھوٹی زندگی بھی بسر کر رہے ہیں۔ لیکن اگر ہم فی الحقیقت اُس نُور میں زندگی بسر کر رہے ہیں جس میں خداتعالیٰ خود سکونت پذیر ہے تو اُس کے بیٹے کا خون جو ہمارے لئے بہایا گیا ہمیں تمام گناہ سے پاک کرتا ہے۔ لیکن اگر ہم اپنے آپ کو گنہگار نہیں مانتے تو خود کو دھوکا دیتے ہیں اور سچائی سے دُور رہتے ہیں۔ لیکن اگر ہم حیل و حجّت کے بغیر اپنے گناہوں کا اقرار کر لیتے ہیں تو ہمیں معلوم ہو جائیگا کہ خُداتعالےٰ قابلِ اعتبار اور صادق القول ہے۔ وہ ہمارے گناہ معاف کرتا ہے اور ہمیں تمام بُری باتوں سے پاک کرتا ہے۔ اگر ہم یہ رویّہ اختیار کریں کہ ہم نے کبھی گناہ نہیں کیا تو ہم اپنے مُتعلق خداتعالےٰ کی تشخیص کا انکار کرتے ہیں، اور خود کو اُس کی پاک ہدایت سے محروم کر لیتے ہیں۔

یہ تو آپ کو معلوم ہی ہو گا کہ رحمتِ جہان حضور یسوع مسیح اِس لئے مبعوث ہوئے کہ گُناہ کو مٹائیں کیونکہ آپ گناہ سے قطعی پاک تھے۔

ہمارے لئے خُداتعالےٰ کی عظیم محبّت کا اظہار اس بات میں ہوتا ہے کہ

اُس نے اپنے اکلوتے بیٹے کو بھیجا تاکہ ہم اُس کے وسیلہ سے زندگی پائیں۔ ہم سچی محبّت کا اظہار اِس بات میں نہیں پاتے کہ ہم نے خُداتعالےٰ سے محبّت کی، بلکہ اِس بات میں کہ اُس نے ہم سے محبّت رکھی اور اپنے بیٹے کو بھیجا تاکہ ہمارے گناہوں کا شخصی کفّارہ دے۔ اگر خُداتعالےٰ ہم سے ایسی محبّت رکھتا ہے تو یقیناً ہمارا بھی فرض ہے کہ ہم بھی ایک دوسرے سے محبّت رکھیں!

خُداتعالیٰ کو پیار کرنے کا مطلب اُس کے احکام ماننا ہے اور یہ احکام تکلیف دہ نہیں ہیں، کیونکہ خُداتعالیٰ کا رُوح جو ہم میں سکونت کرتا ہے، ہمارے لئے ہمیشہ بدی پر غالب آتا رہے گا۔ درحقیقت ہمارے اس ایمان ہی سے دُنیا ہمیشہ مغلوب ہوئی ہے۔

اگر ہم آدمیوں کی گواہی کو قبول کرنے پر تیار رہتے ہیں تو خُداتعالےٰ کی اپنے بیٹے کے متعلق گواہی اِس سے کہیں زیادہ اہمیّت رکھتی ہے۔ جو شخص سچ مچ خُداتعالےٰ کے بیٹے پر ایمان رکھتا ہے، یقیناً اُس کے دل میں خُدا تعالیٰ کی گواہی پائی جائے گی۔ لیکن جو شخص خُداتعالیٰ پر ایمان نہیں لاتا وہ اُسے کاذب ٹھہراتا ہے کیونکہ وہ خُداتعالےٰ کی اپنے بیٹے کے متعلق گواہی کو دیدہ دانستہ رد کر دیتا ہے۔ خُداتعالیٰ نے انسان کو ابدی زندگی بخشی ہے اور یہ حقیقی زندگی صرف اُس کے بیٹے میں مِلتی ہے۔ لہٰذا ہم اِس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ جو شخص مسیح سے حقیقی رفاقت رکھتا ہے اُس میں یہ زندگی پائی جاتی ہے۔ اور اگر اُسے یہ رفاقت حاصل نہیں تو اُس میں یہ زندگی ہرگز نہیں ہوگی۔

پاک رُوح خود ہماری باطنی قائلیّت کی تصدیق کرتا ہے کہ ہم خُداتعالیٰ کے فرزند ہیں۔ ذرا سوچئے کہ اِس کا کیا مطلب ہے؟ اگر ہم اُس کے فرزند ہیں تو ہم اُس کی لازوال دولت میں شریک ہیں اور مسیح کے اپنے لئے تمام

دعووں کے مُستحق بن جاتے ہیں۔ ہاں، اگر ہم اُس کے حُکموں میں شریک ہوں گے تو ہم یقیناً اُس کے جلال میں بھی شامل ہوں گے۔

میرے خیال میں اس وقت جو تکالیف اور مصائب برداشت کرتے ہیں، یہ اُس شاندار مستقبل کے مقابلہ میں، جسے خُدا تعالےٰ نے ہمارے لئے تجویز کیا، ہیچ ہیں۔

خُدا تعالیٰ سے میری یہ دُعا ہے کہ جیسے جیسے آپ اُس کے اُس عظیم بھید یعنی یسوؔع مسیح کی پہچان میں ترقی کرتے جائیں، ویسے ہی آپ روحانی تجربہ میں بھی بڑھتے جائیں، کیونکہ انسان کو محض آپ ہی کے وسیلہ سے علم و حکمت کی دولت حاصل ہوتی ہے۔

"اے محنت اٹھانے والو اور بوجھ سے دبے ہُوئے لوگو سب میرے (یسوؔع مسیح) پاس آؤ میں تم کو آرام دوں گا۔ میرا جُوأ اپنے اوپر اُٹھالو اور مجھ سے سیکھو۔ کیونکہ میں حلیم ہُوں اور دل کا فروتن۔ تو تمہاری جانیں آرام پائیں گی۔ کیونکہ میرا جُوأ ملائم ہے اور میرا بوجھ ہلکا" (متّی ۱۱: ۲۸ - ۳۰)۔